

عجارت سیریز
سپیڈ لائٹ مشن

صفدر شاہین





محترم قارئین

السلام علیکم!

علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا نیا کارنامہ ”سیلائٹ مشن“ پیش خدمت ہے۔ دیکھئے اس مرتبہ عمران نے کس طرح اسلام دشمنوں کے انتہائی خطرناک اور گھناؤنے پلان کو ملیا میٹ کیا ہے۔ عمران کا یہ مشن غیر سرکاری تھا اور غیر سرکاری ہی رہا کیونکہ اس مشن کے لئے نہ تو سیکرٹ سروس کو پاکیشیائی حکومت نے ہدایات دیں اور نہ ہی حکومت کو اس پلان کا علم ہو سکا۔ دراصل ملت اسلامیہ ایک مضبوط رشتے میں جکڑی ہوئی ہے اور یہ رشتہ دین اسلام کا ہے۔ پوری ملت میں اسلام خون کی طرح گردش کر رہا ہے جیسے انسانی جسم کا چھوٹے سے چھوٹا عضو زخمی ہو تو پورے جسم کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ملت اسلامیہ میں کسی کو تکلیف پہنچے تو پوری قوم کو درد ہوتا ہے۔

بلغاریہ کے بارے میں آپ لوگ جانتے ہیں کہ اس ملک سے

طرح ناکام رہی اور عمران کو اس پلان کا علم ہو گیا۔ چنانچہ وہ اپنی مختصر ٹیم لے کر خاموشی سے اکیرمیسا جا پہنچا اور پھر وہاں آگ و خون کا کھیل شروع ہو گیا۔

امید ہے ناول اور اس کا موضوع آپ کے معیار ذوق پر پورا اترے گا۔ ہاں کوئی خامی رہ گئی ہو تو ازراہ کرم اپنے تنقیدی خطوط کے ذریعے مجھے ضرور مطلع کیجئے گا۔ آپ کے تبرہ و تنقید بھرپور خطوط کا انتظار رہے گا۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

صفدر شاہین

ہمارے کتنے مضبوط اسلامی، سماجی اور برادرانہ رشتے استوار ہیں۔ پاکیشیا اور بلغاریہ دو بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کا درد محسوس کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر جان چھڑکتے ہیں۔ موجودہ دہائی میں دشمن اسلام اکیرمیسا اور اسرائیل، بلغاریہ کو تباہ کرنے اور اس پر قبضہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں تاکہ بلغاریہ ایٹمی قوت نہ بن سکے۔ دوسرے ممالک کی سرزنی اور خفگی کے باعث اکیرمیسا، بلغاریہ پر براہ راست حملہ کرنے سے گریز کر رہا ہے لیکن اس نے دوسری عالمی طاقتوں سے اتحاد کر کے ہمارے اور بلغاریہ کے پڑوسی ملک میں دہشت گردی ختم کرنے کے نام پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور اب وہ بلغاریہ کو دھمکیاں دے رہا ہے کہ بلغاریہ اپنا ایٹمی پروگرام بند کر دے ورنہ اس پر اقتصادی پابندیاں عائد کر دی جائیں گی اور اس کے ایٹمی مراکز کو تباہ کر دیا جائے گا جبکہ بلغاریہ ایٹمی قوت بننا اپنا حق سمجھتا ہے اور اس حق سے کسی قیمت پر بھی دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔

چنانچہ بلغاریہ کی ایٹمی تنصیبات کو تباہ کرنے کے لئے اسرائیل کی خواہش پر اکیرمیسا نے ایک خفیہ پلان بنایا اور پاکیشیا کو اس سے بے خبر رکھنے کی کوشش کی کیونکہ اکیرمیسا کو علم ہے کہ اگر پاکیشیا کے علی عمران اور اس کے ساتھیوں کو اس پلان کی ذرا بھی بھینک ملی تو وہ بلغاریہ کو بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے سر دھڑکی بازی لگا دیں گے لیکن اس کوشش میں اکیرمیسا کی طاقتور ترین ایجنسی بری

عمران کے قلیٹ پر چند مہمان موجود تھے اور سلیمان ان کے لئے چائے بنا رہا تھا۔ یہ مہمان عمران سے ملنے آئے تھے۔ ان میں ایک خوبصورت نوجوان لڑکی، ایک ادھیڑ عمر اور ایک نوجوان آدمی تھا۔ ادھیڑ عمر باریش فخنس نے سلیمان کو بتایا تھا کہ گزشتہ روز عمران نے اسے فون کر کے لُنج کی دعوت دی تھی اور وہ عمران کے والد سر عبدالرحمن کا تاپازاد بھائی ہے۔ سلیمان کے لئے اتنا ہی جان لینا کافی تھا کہ وہ فخنس عمران کے بزرگوں میں سے تھا اس لئے اس نے مزید تحقیق یا پوچھ گچھ کے بغیر انہیں فوراً اندر لا کر ڈرائینگ روم میں بٹھایا اور ان کے لئے چائے بنانے لگا تھا۔

عمران ایک گھنٹہ پہلے ناشتہ کر کے باہر گیا تھا اور اس کی واپسی کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ البتہ سلیمان کو امید تھی کہ عمران نے مہمانوں کو لُنج پر بلایا ہے تو وہ دوپہر تک واپس آ ہی جائے گا۔ دفعتاً سلیمان کو

عمران سیریز میں انتہائی چونکا دینے والا ناول

سپر فاسٹر جولیا

مصنف: مصطفیٰ صفدر شاہین

ادقاف پبلشرز
فون: 061-4018666
موبائل: 0333-6106573

خیال آیا کہ مہمان عمران کے رشتہ دار ہیں اس لئے انہیں محض چائے پلانا غیر مناسب سی بات ہے اور اگر مہمانوں نے عمران سے اس کی شکایت کر دی کہ اس کے ملازم کو اتنی توفیق بھی نہیں ہوئی کہ چائے کے ساتھ کچھ کھانے کو بھی پیش کرنے تو عمران سخت ناراض ہو گا اور ہو سکتا ہے مہمانوں کے سامنے اسے بے عزت کر دے۔ چنانچہ چائے تیار کر کے وہ ڈرائنگ روم میں لایا تو تینوں مہمان اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

”انکل۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہیں ہے جو چائے کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کرتا۔ اگر آپ پانچ منٹ کی مہلت دیں تو میں بھاگ کر قریبی بیکری سے آپ کے لئے اسٹیکس وغیرہ لاسکتا ہوں یا پھر جو آپ پسند کریں بتا دیں“..... سلیمان نے مہمانوں کے سامنے چائے رکھنے کے بعد ادھیڑ عمر شخص سے مخاطب ہو کر مودبانہ لہجے میں کہا۔

”شکریہ۔ ہم ناشتہ کر کے آئے ہیں۔ اب صرف لُچ کریں گے“..... ادھیڑ عمر شخص نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تمہارے صاحب کب آئیں گے“..... نوجوان عورت نے سلیمان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”ان کے آنے جانے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ ادھر ذرا بیٹھ کر انتظار کرو، معاملہ ہے ان کا۔ بہر حال یہ فرمائیں کہ لُچ میں کیا تناول فرمائیں گے“..... سلیمان نے عورت کی طرف محبت

سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ان سے پوچھو“..... عورت نے منہ بنا کر کہا۔

”آپ فرمائیں قبلہ۔ ان محترمہ کا تو موڈ آف لگ رہا ہے۔“

سلیمان نے ادھیڑ عمر شخص سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں بھئی۔ کیا کھاؤ گے“..... ادھیڑ عمر نے نوجوان کی طرف

دیکھ کر پوچھا۔

”مجھے تو چکن پسند ہے“..... نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب

دیا۔

”معاف کیجئے۔ آج چکن کا ٹائٹ ہے۔ منگل ہے نا۔ اس روز

مرغیاں ہڑتال پر ہوتی ہیں“..... سلیمان نے جلدی سے کہا۔

”تمہارا دماغ تو درست ہے۔ مرغیاں ہڑتال کیسے کر سکتی ہیں۔“

ادھیڑ عمر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”کیوں جناب۔ ہڑتال کرنا تو ہر جاندار کا حق ہے۔ چاہے وہ

انسان ہو یا جانور“..... سلیمان نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

”لیکن مرغی جانور نہیں پرندہ ہے“..... نوجوان نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

”نہیں جناب۔ مرغی ایک خوبصورت جانور ہے۔ میں ثابت کر

سکتا ہوں“..... سلیمان نے بحث کرنے کے انداز میں کہا۔

”کیسے ثابت کر سکتے ہو“..... ادھیڑ عمر شخص نے چونکتے ہوئے

کہا۔

صاحب کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں تو یقیناً آپ کو بھی پسند ہو گی۔۔۔۔۔ سلیمان نے بڑے دلائل کے ساتھ جواب دیا تو نوجوان بے اختیار ہنسنے لگا۔

”یکومت۔ ہمیں دال پسند نہیں ہے۔۔۔۔۔ ادھیڑ عمر نے سلیمان کو گھورتے ہوئے کہا۔

”ارے بزرگوار۔ آپ کھا کر تو دیکھیں۔ کچ کہتا ہوں آپ اگلیاں ہی نہیں برتن بھی چائے لگیں گے۔۔۔۔۔ سلیمان نے دعویٰ کرتے ہوئے کہا تو ان تینوں کے منہ بن گئے۔ وہ تینوں اصل میں جولیا، صفدر اور صدیقی تھے۔

”شٹ اپ۔ تم خود چائنا برتن۔۔۔۔۔ جولیا نے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔

”شکریہ۔ شکریہ۔ یہ تو میری خوش قسمتی ہو گی۔ ضرور چائوں گا جب آپ چائے سے فارغ ہو جائیں گے۔۔۔۔۔ سلیمان نے خوشی سے سر ہلاتے ہوئے کہا تو وہ تینوں سخت نگاہوں سے اسے گھورنے لگے۔

”سلیمان۔ تمہاری زبان بہت چلتی ہے۔۔۔۔۔ صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میرا ہاتھ بھی بہت چلتا ہے انکل۔ چند منٹ میں کھانا تیار کر لیتا ہوں۔۔۔۔۔ سلیمان نے بڑے فخر سے کہا۔

”اچھا۔ اچھا جاؤ۔ کان مت کھاؤ۔۔۔۔۔ جولیا نے اسے گھورتے

”اس لئے کہ مرغی خواتین کی طرح اپنے گھر میں تک کر نہیں بیٹھتی۔ جانور کی مانند دوڑتی پھرتی اور سیر پائے کرتی رہتی ہے۔

کیوں محترمہ آپ کا کیا خیال ہے۔۔۔۔۔ سلیمان نے نوجوان عورت کی طرف دیکھ کر کہا۔

”مجھے کیا پتہ۔۔۔۔۔ عورت نے غصے سے اسے گھورتے ہوئے کہا تو سلیمان ہنسنے لگا۔

”اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔۔۔۔۔ ادھیڑ عمر شخص نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”معافی چاہتا ہوں انکل۔ بہر حال میں آپ کے لئے ایرانی ڈش بناؤں گا جو آپ کو ہمیشہ یاد رہے گی اور آپ کو اتنا لطف آئے گا کہ کھانے کے بعد مجھے پلٹیں صاف کرنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔۔۔۔۔ سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا تو دونوں مردوں نے حیرت بھری نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

”ارے۔ وہ کون سی ڈش ہے۔۔۔۔۔ ادھیڑ عمر شخص نے سلیمان سے پوچھا۔

”آپ نے اردو میں مشہور ضرب المثل ضرور سنی ہو گی کہ گھر کی مرغی دال برابر۔ لیکن فارسی میں کہتے ہیں کہ گھر کی دال مرغی برابر۔ چنانچہ فارس کے لوگ مرغی سے زیادہ دال پسند کرتے ہیں اور میں آپ کو وہی پیش کروں گا۔ عمران صاحب تو بڑے شوق سے مویگ کی دال کھاتے ہیں۔ یہ ان کی خاندانی ڈش ہے اور چونکہ آپ بھی

ہوئے کہا۔

”بہت بہتر۔ آپ کھانا کس وقت کھائیں گی میڈم“..... سلیمان نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

”ایک گھنٹے بعد“..... صفدر نے جلدی سے کہا تو سلیمان سر ہلاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا لیکن پھر یکدم رک گیا۔

”بزرگوار۔ ایک گھنٹہ تو بہت کم ہے۔ اتنی دیر میں تو گوشت نہیں گل سکے گا۔ آپ پسند کریں تو بیٹنگ کا بھرتہ بنا لوں۔ آج کل بیٹنگ بھی مرغ کے بھاء ملتے ہیں“..... سلیمان نے پلٹ کر صفدر سے پوچھا۔

”ہرگز نہیں۔ مجھے بیٹنگ بالکل پسند نہیں ہیں“..... جولیا نے یکدم غراتے ہوئے کہا۔

”حیرت ہے۔ بیٹنگ تو خواتین بہت پسند کرتی ہیں۔ میں جب بھی ترکاری لینے مارکیٹ جاتا ہوں تو اکثر خواتین بیٹنگ خرید رہی ہوتی ہیں۔ بہر حال آپ کو پسند نہیں ہیں تو ٹھیک ہے“..... سلیمان نے بے پروائی سے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی کال بیل بج اٹھی اور وہ تینوں چوبک پڑے۔

”شاید وہ احمق آ گیا ہے“..... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سیرت سروس کے تینوں ممبران کی یہاں آمد محض تفریحاً تھی۔ آج کل پوری سیرت سروس کوئی کیس نہ ہونے کے سبب فارغ تھی۔ چوہان اور صفدر، جولیا کی خیریت معلوم کرنے اس کے فلیٹ گئے

تھے۔ وہاں پروگرام بنا کہ عمران کو بے وقوف بنایا جائے اور لُج بھی اسی کے فلیٹ پر کیا جائے۔ چوہان نے تجویز دی کہ میک اپ کر کے عمران کے فلیٹ جائیں تاکہ عمران انہیں پہچان نہ سکے اور اگر عمران فلیٹ پر موجود نہ ہوا تو پھر سلیمان سے خدمت کرائی جائے گی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ عمران کو فون پر اطلاع دینے بغیر ہی میک اپ کر کے وہاں چلے آئے تھے۔ چند لمحوں کے وقفہ سے تیل دوبارہ بجی لیکن سلیمان نے اس مرتبہ بھی دروازہ نہ کھولا۔ پھر تیسری مرتبہ تیل بجی تو بجتی ہی چلی گئی۔ جولیا اور صفدر کو سلیمان پر غصہ آ رہا تھا۔

”کون ہے۔ ایک منٹ صبر نہیں کر سکتے۔ اتنی جلدی ہے تو آنے کی کیا ضرورت تھی“..... اچانک سلیمان کی غضبناک آواز سنائی دی تو چوہان بے اختیار مسکرانے لگا لیکن کال بیل بجتی ہی رہی۔

”ارے۔ کیا گھنٹی خراب کر کے ہی دم لو گے۔ کہہ جو دیا کہ آ رہا ہوں“..... سلیمان نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر یکدم دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی ایسی خرخراہٹ سنائی دی جیسے کسی کا گلا دبایا جا رہا ہو۔

”ارے۔ ارے۔ گردن تو چھوڑئیے صاحب۔ مہمان کیا سوچیں گے“..... سلیمان نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔

”کون آیا ہے باورچی کی اولاد“..... عمران کی غراہٹ سنائی دی

سے کہا۔

”تم چپ رہو۔ دیکھتے نہیں داڑھی والے سر صاحب نے کوٹ پتوں پہن رکھی ہے“..... عمران نے پلٹ کر سلیمان کو ڈانٹتے ہوئے کہا تو چوہان اور صفدر بے اختیار مسکرا دیئے۔

”ٹھیک ہے صاحب۔ اگر آپ کے سر نے ہائیڈ کیا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے“..... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”کیا بک رہے ہو جاہل باورچی“..... عمران نے گھبرا کر کہا۔
 ”یعنی وہ آپ کی بجائے مجھے شادی کی پیشکش کر دیں گے“۔

سلیمان نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”ہیلو۔ ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے برخوردار۔ کہاں آوارہ گردی کرتے پھر رہے ہو“..... صفدر نے آواز بدل کر کہا۔

”سک۔ کہیں نہیں تایا جان۔ قسم لے لیجئے۔ میں تو بالکل گھریلو لڑکا ہوں“..... عمران نے بوکھلا کر کہا۔ ساتھ ہی اس نے پلٹ کر سلیمان کا گریبان پکڑ لیا۔

”یقیناً تم نے ہی میری شکایت لگائی ہو گی کہ میں آوارہ گردی کرتا ہوں“..... عمران نے سلیمان کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا۔

”نن۔ نہیں، نہیں، صاحب۔ میں نے کچھ نہیں بتایا۔ آپ بے شک اپنے سالہ صاحب سے پوچھ لیجئے“..... سلیمان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”بکومت۔ میں اپنی ولہن کے سوا کسی کی گواہی پر یقین نہیں کر

تو جولیا اور صفدر مسکرانے لگے۔

”آپ کے تایا جان آئے ہیں۔ ساتھ میں ان کی خوبصورت بیٹی بھی آئی ہیں۔ مجھے لگتا ہے آپ کی لائری نکل آئی ہے جو گھر بیٹھے رشتہ مل رہا ہے“..... سلیمان کی آواز قریب سے سنائی دی جس کا مطلب تھا کہ وہ ادھر ہی آ رہا تھا۔ جولیا، چوہان اور صفدر خاموشی سے عمران اور سلیمان کی باتیں سن رہے تھے۔

”اس کا مطلب ہے کہ قاضی کو بلا لینا چاہئے“..... عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں صاحب۔ ولہن کا باپ شکل سے ہی مولوی لگتا ہے۔ ایک ہاتھ لمبی داڑھی ہے اس کی۔ وہ آپ کا سر بننے کی خوشی میں مفت نکاح پڑھا دے گا۔ بس آپ اندر جاتے ہی معصوم فرشتے بن جائیں تاکہ آپ کے سالہ صاحب آپ کو ناپسند نہ کریں“۔ سلیمان کی آواز ڈرائیونگ روم کے دروازے کے قریب سے سنائی دی۔

”ارے۔ سالہ صاحب بھی ان کے ہمراہ آئے ہیں۔ پھر تو واقعی میری شادی کرنے آئے ہیں وہ لوگ“..... عمران نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا اور اس کے پیچھے سلیمان بھی اندر آ گیا۔

”ہیلو۔ رحمۃ اللہ وبرکاتہ“..... عمران نے صفدر کی طرف دیکھتے

ہوئے کہا۔

”اوہ۔ السلام علیکم بھی کہہ دیجئے صاحب“..... سلیمان نے جلدی

گی اور شادی کے بعد کی شرائط میری طرف سے اور میری صرف دو شرائط ہیں۔ آپ کی خدمت کی مجھے جو تجوواہ ملتی ہے شادی کے بعد ڈبل تجوواہ ہوگی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ میں آپ کے بچوں کو کھلایا کروں گا چاہے وہ دو ہوں یا دو درجن اور چکن آپ کی دلہن سنبھالے گی۔ مجھے وقت پر بیڈ ٹی، ناشتہ، لچ، اور ڈنر ملنا چاہئے۔۔۔۔۔ سلیمان نے اپنی شرائط بیان کرتے ہوئے کہا اور پلٹ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔

”کیوں جناب۔ آپ نے سن لیں شرائط۔ اب اپنی شرائط بتائیں اور خطبہ نکاح شروع کر دیجئے۔“ عمران نے صفدر کے سامنے صوفے پر بیٹھے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”لچ کے بعد شرائط طے کر لیں گے۔ ایسی بھی کیا جلدی ہے۔“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور اگر لچ کے بعد دلہن بھاگ گئی تو کون پکڑے گا اسے۔“ عمران نے جولیاء کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”بکومت۔ تیز سے بات کرو۔“ جولیاء نے غراتے ہوئے کہا۔

”آپ بتائیں شرافت بھائی۔ سالا صاحب بننے کے لئے آپ لچ کھائیں گے یا دعوت ولیمہ کا انتظار کریں گے۔“ عمران نے چوہان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو چوہان بے اختیار فیس پڑا۔

”آپ اپنے تایا جان سے بات کریں تو زیادہ بہتر ہے۔“

سکتا۔۔۔۔۔ عمران نے غراتے ہوئے کہا تو جولیاء ہونٹ بھیج کر عمران کو گھورنے لگی جبکہ چوہان کو سلیمان پر غصہ آ رہا تھا۔

”کیوں بیگم۔ کیا یہ باورچی کی اولاد درست کہہ رہا ہے۔“ عمران نے سلیمان کا گریبان چھوڑتے ہوئے جولیاء سے پوچھا۔

”بکومت۔ ورنہ ابھی سینڈل۔۔۔۔۔ جولیاء نے آواز بدل کر کہا مگر سینڈل کے لفظ پر وہ یکدم رک گئی۔

”اوہ۔ اوہ۔ مروا دیا باورچی کی دم۔ یہ تو بیگم سینڈل والی ہے۔“ عمران نے یکدم گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کوئی بات نہیں صاحب۔ شادی کی رات میں ان کے سینڈل چھپا لوں گا۔“ سلیمان نے جلدی سے کہا۔

”پھر ٹھیک ہے۔ اب تم باہر جاؤ میں ذرا سر صاحب کی نکاح کے لئے شرائط معلوم کر لوں۔“ عمران نے مطمئن لہجے میں کہا جیسے بہت بڑا خطرہ ٹل گیا ہو جبکہ جولیاء غضبناک نگاہوں سے سلیمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”ٹھیک ہے صاحب۔ میں آپ کے لئے چائے لاتا ہوں۔ آپ شرائط طے کر لیں مگر خیال رکھیے گا۔“ سلیمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”کیسا خیال۔ کیا تمہیں دلہن کے جہیز میں حصہ چاہئے یا سر

سے مکان میں۔“ عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”شادی کی شرائط میں۔ شادی سے پہلے کی شرائط آپ کی ہوں

چوہان نے صدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”ان سے بات کرنے کے لئے مجھے پہلے ان کی داڑھی پر ہاتھ صاف کرنا پڑے گا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لہجے۔ آپ زحمت نہ کریں“..... صدر نے جلدی سے اپنی داڑھی اتار کر عمران کے آگے رکھتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ اتنی بھی کیا جلدی تھی تایا جان۔ ابھی تو مجھے لہجہ سے بھی طے کرنا ہے کہ گھونگھٹ اٹھائی اور منہ دکھلائی کے کیا ریٹ ہوں گے“..... عمران نے جلدی سے کہا تو جولیا اسے گھورنے لگی۔

”تم باز نہیں آؤ گے بدتمیزی سے“..... جولیا نے دمکی آمیز لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب پلیز۔ ہم سے بڑی غلطی ہوئی کہ لُج کرنے کے بہانے آپ سے ملنے آئے گئے“..... صدر نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ لُج کرنے کے بہانے نہیں ملنے کے بہانے لُج کرنے آئے ہو“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں صاحب۔ آپ غلط سمجھ۔ یہ لوگ رشتہ کرنے کے بہانے لُج کرنے آئے ہیں“..... دفعتاً سلیمان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے تیزی سے کہا تو صدر اور جولیا اسے گھورنے لگے۔ سلیمان نے آگے بڑھ کر چائے کی پیالی عمران کے آگے رکھ دی۔

”تم اپنی زبان کو لگام دو ورنہ ابھی پٹائی کر ڈالوں گی“..... جولیا نے غراٹے ہوئے کہا تو سلیمان یکدم اچھل پڑا۔

”اوہ۔ مس جولیا آپ“..... سلیمان نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”تو کیا تم نے اسے سینڈل والی دمکی سے نہیں پہچانا تھا بے وقوف انسان“..... عمران نے غراٹے ہوئے کہا۔

”نہیں صاحب۔ میں تو سمجھا تھا کہ کوئی نیا چہرہ ہمارے فلیٹ میں رونق افروز ہوا ہے۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ مجھے گھسے پٹے چہروں کی بجائے نئے نئے چہرے دیکھنے کا شوق ہے“..... سلیمان نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔

”کیا بک رہے ہو۔ جولیا کو گھسے پٹے کا مطلب بتا دیا تو ابھی سینڈل مار مار کر تمہیں مچھا کر دے گی“..... عمران نے سلیمان کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”نن۔ نن۔ نہیں مس جولیا۔ میں نے تو صرف مثال دی تھی۔ آپ کا چہرہ تو ماشاء اللہ بالکل نیا اور اصلی چہرہ ہے۔ جیسے آدمی رات کا چاند، جیسے کھٹا گلاب، جیسے دم جھم کی برسات، جیسے۔ جیسے“..... سلیمان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا تو جولیا اس کی بوکھاہٹ پر مسکرا دی۔

”اب دفعہ ہو جاؤ شاعری اولاد۔ کہیں جولیا اپنی تعریف سن کر مغرور ہو گئی تو پھر مجھے بھی گھاس نہیں ڈالے گی“..... عمران نے

میز پر رکھے فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔
 ”بکومت۔ مجھے نہیں چاہئے ایڈوائس“..... جولیا نے غراتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ چوہان سے ادھار لے لو۔ بعد میں اسے دے دینا۔“
 عمران نے کہا۔

”میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ کھانے کا بل آپ کو ہی ادا کرنا پڑے گا“..... چوہان نے جلدی سے کہا۔

”یقیناً تمہارا پرس بھی خالی ہوگا“..... عمران نے صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے۔ مہینے کا اختتام ہے“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران نے منہ بتا لیا۔

”ارے۔ یہ سب تو کچل ہو کر یہاں آئے ہیں۔ ان کے لئے سوئگ کی وال بنا لو“..... عمران نے سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو سلیمان منہ بتاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

ایک گھنٹے بعد وہ چاروں گولڈن ریسٹورنٹ میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ یہ ریسٹورنٹ کافی بڑا تھا اور اس کے اوپر نیچے دو ہال تھے۔ ٹچ ٹائم پر دونوں ہال گاؤں سے بھر جاتے تھے کیونکہ اس ریسٹورنٹ کا معیار فور شار ہوٹلوں جیسا تھا اور غیر ملکیوں کے علاوہ صرف شہر کے امراء یا اعلیٰ افسران ہی یہاں آتے تھے۔ ریسٹورنٹ کا منیجر عمران سے اچھی طرح واقف تھا کیونکہ عمران سوپر فیاض کے

غراتے ہوئے کہا۔

”پہلے بھی تو وہ آپ کو گھاس نہیں ڈالتی تھی ورنہ اب تک اس فلیٹ میں گھاس نہیں ایک دو درجن پودے ہی اگ چکے ہوتے۔“
 سلیمان نے طنز یہ لہجے میں کہا تو عمران نے یوں سر جھکا لیا جیسے سلیمان کی بات سن کر شرمندہ ہو گیا ہو جبکہ جولیا ایک دو درجن پودوں کا مطلب نہ سمجھ سکی تھی ورنہ وہ بھڑک اٹھتی۔

”سلیمان۔ تم جادو اور لٹچ کا انتظام کرو“..... صفدر نے سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو سلیمان پلٹ کر دروازے کی طرف بڑھا۔
 ”رہنے دو۔ ہم ہوٹل جاؤں گے“..... عمران نے جلدی سے کہا۔

”اوہ۔ کچ بچ۔ میں ابھی تیار ہو جاتا ہوں صاحب“..... سلیمان نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کس لئے“..... عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔
 ”ہوٹل جانے کے لئے۔ مگر آپ پریشان نہ ہوں۔ میرے کھانے کا بل مس جولیا دیں گی“..... سلیمان نے کہا۔

”ہرگز نہیں۔ وہ صرف میرا بل دے گی“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں“..... جولیا نے خشک لہجے میں کہا۔

”اپنے چوہے سے ایڈوائس لے لو۔ ملاؤں نمبر“..... عمران نے

ساتھ کئی مرتبہ وہاں آچکا تھا اور سوپر فیاض نے میجر سے عمران کا تعارف اپنے دوست کی حیثیت سے کرایا تھا۔ میجر کسی معاملے میں سوپر فیاض کے نیچے دبا ہوا تھا اس لئے اس نے کبھی سوپر فیاض سے بل مانگنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ اس سے عمران بھی فائدہ اٹھا رہا تھا اور جب کبھی بھی اسے دو تین ساتھیوں کو کھانا کھانا ہوتا وہ اسی طرف کا رخ کرتا تھا۔ میجر نے کاؤنٹر میں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ عمران سے بل نہ مانگے اور عمران زبردستی بھی ادائیگی کرنے کی کوشش کرے تو قبول نہ کرے۔ چونکہ وہ اپنے کمرے میں بیٹھا سکرین پر ریسٹورنٹ میں آنے جانے والوں کو دیکھتا رہتا تھا اس لئے اکثر اوقات وہ عمران کے آتے ہی اس کی میز پر پہنچ جاتا اور عمران کی خوشامد کرتا تھا۔ البتہ آج وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔

”تمہارا میجر کہیں گیا ہوا ہے آج“..... لنگ کے بعد ویٹر برتن اٹھانے آیا تو عمران نے اس سے پوچھا۔

”نہیں سر۔ وہ اپنے کمرے میں ہیں“..... ویٹر نے کہا۔ سوپر فیاض کی وجہ سے ہٹل کا سارا عملہ عمران کو جانتا تھا۔

”ٹھیک ہے۔ تم بل لے آؤ“..... عمران نے کہا تو ویٹر واپس چلا گیا۔

”ہاں۔ اب تم بتاؤ کہ بل کون دے گا“..... عمران نے صدر سے مخاطب ہو کر کہا تو جولیا، عمران کو گھورنے لگی۔

”آپ ہی ہمیں یہاں لائے ہیں اس لئے بل بھی آپ ہی ادا

کریں گے“..... صدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ مگر میرا پس تو گھر پر ہی رہ گیا ہے“..... عمران نے یکدم گھبرا کر کہا اور اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔

”اداکاری مت کرو۔ مجھے معلوم ہے کہ اس ریسٹورنٹ میں تم سے بل نہیں مانگا جاتا“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا تو صدر اور چوہان مسکرانے لگے۔ عمران کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ ریسٹورنٹ کا میجر آتا دکھائی دیا اور عمران خاموش ہو گیا۔

”ہیلو عمران صاحب۔ کیسے مزاج ہیں“..... میجر نے قریب آ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”فی الحال تو ٹھیک ہوں۔ تم سناؤ۔ میں سوچ رہا تھا کہ شاید تم اپنے کمرے میں نہیں ہو“..... عمران نے کہا۔

”نہیں۔ میں نے آپ کو دیکھ لیا تھا۔ لیکن آپ کے مہمانوں کی وجہ سے حاضر ہونے سے گریز کیا۔ اب آپ فارغ ہوئے ہیں تو سلام کرنے چلا آیا۔ کسی اور چیز کی طلب ہو تو فرمائیں“..... میجر نے کہا جس کا نام جمال خان تھا۔

”شکریہ۔ بل کی طلب ہے وہ مجھوا دو“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کیوں شرمندہ کرتے ہیں جناب۔ یہ آپ کا اپنا ریسٹورنٹ ہے“..... جمال خان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم اپنا بوریا بستر سمیٹو۔ میں صبح اسے نیلام کر کے

ہوتا ہے“..... عمران نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

”نو پرابلم۔ آپ آئیں تو سہی“..... جمال خان نے مسکراتے ہوئے کہا اور پلٹ کر کاؤنٹر کے قریب وافع اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ عمران، صفدر اور چوہان کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور چائے پینے لگا۔

”گلتا ہے کوئی خاص بات ہے“..... جولیا نے آہستہ سے کہا۔
 ”شاید اس نے میرے لئے کوئی لڑکی پسند کی ہے۔ اسے معلوم ہے کہ میں کنواریہ، محبت کا مارا ہوں“..... عمران نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

”اسے کیا ضرورت ہے آپ کی شادی کرانے کی“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ابھی آ کر بتاتا ہوں۔ چند منٹ انتظار کرو“..... عمران نے جلدی جلدی پائے کے گھونٹ لیتے ہوئے کہا اور کپ خالی کر کے اٹھ گیا۔ اس کا رخ جمال خان کے کمرے کی طرف تھا۔ دروازہ بند تھا لیکن ہینڈل گھمانے پر دروازہ کھل گیا۔ عمران کمرے میں داخل ہوا تو سامنے شاندار آفس ٹیبل کے پیچھے جمال خان احتراماً کھڑا ہو گیا۔

”تشریف رکھیے عمران صاحب“..... جمال خان نے میز کے پاس رکھی کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو عمران ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ جمال خان نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے میز کے

جج پر چلا جاؤں گا“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو جمال خان بے اختیار ہنسنے لگا۔

”بہت بہتر۔ صبح کی بجائے ابھی نیلام کر دیں جناب۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے“..... جمال خان نے جلدی سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں ابھی جا کر اخبارات میں نیلامی کے اشتہارات شائع کراتا ہوں“..... عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو جمال خان مسکرانے لگا اور اسی دوران ویٹر چائے لے آیا۔

”عمران صاحب۔ چائے پینے کے بعد اگر آپ چند منٹ کے لئے میرے کمرے میں آنے کی زحمت کریں تو شکرگزار ہوں گا“..... ویٹر کے جانے کے بعد جمال خان نے عمران کی طرف جھک کر آہستہ سے کہا تو اس کے اس انداز پر عمران اور اس کے ساتھی چونک پڑے۔

”گلتا ہے تم ریسٹورنٹ کو بچانے کے لئے منت سماجت کرنا چاہتے ہو۔ لیکن میرا فیصلہ اٹل ہے“..... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”ارے نہیں عمران صاحب۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس دو منٹ دے دیجئے“..... جمال خان نے کہا۔

”بہتر۔ لیکن یاد رکھو تیسرا منٹ شروع ہو گیا تو نیلامی کے اخراجات بھی تمہیں برداشت کرنا پڑیں گے اور تمہیں بخوبی اندازہ ہو گا کہ پالیس ٹی وی چینلوں پر نیلامی کی اینڈورٹائزمنٹ پر کتنا خرچ

کنارے نصب ایک بن پر بس کیا تو دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ کمرہ ساؤنڈ پر فون تھا۔ جمال خان کے سامنے میز کے ایک کونے پر ٹی وی سکرین رکھی ہوئی تھی جس پر ہال کا پورا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ ”ہاں۔ کیا معاملہ ہے جمال خان“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”معاملہ آپ کی ذات سے متعلق ہے جاب“..... جمال خان نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران چونک بڑا۔

”میری ذات کے متعلق“ میں سمجھا نہیں“..... عمران نے حیرت سے جمال خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ دراصل گزشتہ برس میں ایک ماہ کے لئے انگریزیا گیا تھا۔ وہاں میں جس ہوٹل میں ٹھہرا تھا اس کے منیجر سے میری دوستی ہو گئی۔ دوستی کی ابتداء بھی اس کی جانب سے ہوئی تھی۔ اسے ہوٹل کے ویئر نے بتایا تھا کہ میں اپنے ملک میں ایک بڑے ریسٹورنٹ کا مالک و منیجر ہوں تو کاربوس نے دوسرے ہی روز ہال میں ناشتہ کرنے کے دوران میری میز پر آ کر اپنا تعارف کرایا اور اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ میں بھی ایک اعلیٰ درجہ ریسٹورنٹ کا مالک ہوں۔ اس روز سے مشر کاربوس نے میرے لئے اپنے ہوٹل میں نہ صرف طعام و قیام فری کر دیا بلکہ مجھے ایک گاڑی اور ڈرائیور بھی فراہم کر دیا حالانکہ میں نے کئی مرتبہ بل ادا کرنے کی کوشش کی لیکن کاربوس نے بل لینے سے انکار کر دیا یہ کہہ کر مجھے مطمئن

کر دیا کہ جب کبھی وہ پاکیشیا آئے گا تو میں بھی اس کے لئے مفت طعام و قیام کا انتظام کر کے اس کا احسان اتار سکتا ہوں لیکن نہ کاربوس یہاں آیا اور نہ مجھے اس کی خدمت کا موقع ملا۔ البتہ اس دوران کبھی کبھار فون پر وہ میری خیریت معلوم کرتا رہا اور میں جب اس سے پاکیشیا آنے کے بارے میں پوچھتا تو وہ ہنس کر ٹال دیتا کہ ابھی اسے فرصت نہیں ہے۔ البتہ جب کبھی اس کا پروگرام بنا تو وہ مجھے فون پر اطلاع کر دے گا“..... جمال خان نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”جمال خان۔ مجھے ہال سے اٹھے تین منٹ ہو چکے ہیں اور تم ہو کہ بات کو ریڈ کی طرح کھینچ کر لمبا کرتے جا رہے ہو۔ اگر وہ کاربوس کا بچہ یہاں نہیں آیا تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔“ عمران نے ناگوار لہجے میں کہا تو جمال خان ہنسنے لگا۔

”آپ کا قصور یہ ہے کہ آپ کا نام علی عمران ہے۔ آپ سو پر فیاض کے دوست اور سر عبدالرحمن ڈائریکٹر جنرل سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے فرزند ہیں“..... جمال خان نے پراسرار سے لہجے میں کہا۔

”ہاں واقعی میں مجرم ہوں۔ لیکن تمہیں یہ سب کچھ بتانے کی کیا ضرورت ہے“..... عمران نے جمال خان کو گھورتے ہوئے کہا۔

”دراصل آپ کی آمد سے چند منٹ قبل انگریزیا سے میرے دوست کاربوس کا فون آیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اسے ایک مشہور سکرٹ ایجنٹ علی عمران کے بارے میں معلومات چاہئیں۔

جب میں نے اس سے وضاحت چاہی کہ عمران کون ہے تو اس نے بتایا کہ علی عمران سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے سربراہ سر عبدالرحمن کا بیٹا اور سپرنٹنڈنٹ سوپر فیاض کا دوست ہے جو اکثر اچھے ہوئے کيسوں میں سوپر فیاض کی مدد کرتا رہتا ہے..... جمال خان نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”ہونہ۔ کاربوس کو میرے بارے میں کس قسم کی معلومات درکار ہیں..... عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”ایک تو یہ کہ آپ ان دنوں پاکیشیا میں موجود ہیں یا نہیں۔ دوسرا یہ کہ بیرون ملک سے آپ کے پاس کوئی مہمان آیا ہوا ہے یا نہیں اور آج کل آپ کس کيس پر کام کر رہے ہیں..... جمال خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے لازماً بتا دیا ہو گا کہ تم مجھے جانتے ہو۔ کيس..... عمران نے کہا۔

”نہیں۔ سوپر فیاض صاحب نے مجھے کبھی نہیں بتایا کہ آپ سیکرٹ ایجنٹ ہیں یا اس کے افسر کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے شروع میں پہلی مرتبہ آپ کا نام اور آپ سے دوستی کا رشتہ بتایا تھا۔ دوسری باتیں مجھے کاربوس نے بتائی ہیں جنہیں سن کر مجھے محسوس ہوا کہ معاملہ بہت اہم ہے ورنہ ایک ہوٹل کے منیجر کو آپ کے بارے میں معلومات کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔ کاربوس کی دوستی سے زیادہ میرے لئے حب الوطنی اہم ہے۔ پھر آپ ہمارے ملک کے

ایک معزز اور اعلیٰ افسر کے بیٹے بھی ہیں..... جمال خان نے کہا۔ ”مگنڈ۔ یقیناً تم ایک محب وطن انسان ہو..... عمران نے اسے تعریفی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تھیک یو عمران صاحب۔ کاربوس سے وعدہ کرنے کے بعد میں سوچ رہا تھا کہ آپ کے دوست سوپر فیاض کو فون کر کے کاربوس کے بارے میں بات کروں لیکن پھر آپ اپنے دوستوں کے ہمراہ ہال میں داخل ہوتے دکھائی دیئے تو میں نے آپ سے بات کرنے کا فیصلہ کیا اور آپ کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا..... جمال خان نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ کاربوس نے تمہیں معاوضہ کی بھی پیشکش کی ہو گی..... عمران نے جمال خان کے چہرے پر نگاہیں گاڑتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ تیس ہزار ڈالر کی آفر کی تھی۔ لیکن میں نے اسے کبہ دیا کہ میں اس کی دوستی کی خاطر بلا معاوضہ اس کے لئے معلومات حاصل کروں گا..... جمال خان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”جمال خان۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ میں سوپر فیاض کی کبھی کبھار مدد کرتا ہوں اور دوسرا انٹیلی جنس ایجنسیوں کے لئے بھی خدمات انجام دیتا ہوں تو اسی لئے جرائم پیشہ لوگ مجھے ٹارگٹ بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ خاص طور پر غیر ملکی ایجنٹ۔

تم اس سے ایک دو گھنٹے کی مزید مہلت لے لیتا۔ تم نے فون کرنا ہے یا وہ خود کرے گا؟..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ وہ آٹھ بجے خود فون کرے گا“..... جمال خان نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ابھی چھ گھنٹے باقی ہیں۔ کیا اس نے اپنے ہوٹل کے فون سے تمہیں فون کیا تھا؟..... عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔ غالباً کوئی اور نمبر تھا“..... جمال خان نے چوکتے ہوئے کہا۔

”تم نے وہ نمبر نوٹ کیا تھا؟..... عمران نے میز پر رکھے فون کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ فون نان ڈیجیٹل تھا۔

”نہیں۔ تیل آنے پر میں نے دیکھے بغیر رسیور اٹھا لیا تھا۔ پھر کارپوس سے بات کرنے کے دوران میں یہی سمجھا کہ اس نے ہوٹل سے فون کیا ہوگا“..... جمال خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر تم نے کیسے کہہ دیا کہ نمبر اس کے ہوٹل کا نہیں تھا۔“

عمران نے مکرراتے ہوئے کہا۔

”مجھے ایک دو مرتبہ اس کے آفس روم میں جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس کا کمرہ میرے کمرے کی طرح ساؤنڈ پروف ہے لیکن اب

کال کے دوران مجھے مسلسل کار کے انجن کی ہلکی ہلکی آواز کے ساتھ ٹریفک کا شور بھی سنائی دیتا رہا تھا“..... جمال خان نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ کارپوس نے کسی پبلک فون بوتھ سے

چونکہ میری یہاں موجودگی میں وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہو پاتے اس لئے وہ ادھر آنے سے پہلے یہ اطمینان کر لینا چاہتے ہیں کہ میں یہاں موجود ہوں یا نہیں۔ انگریز، اسرائیلی اور کافرستان جیسے اسلام دشمن ممالک پاپیشیا کو نقصان پہنچانے کے پلان بناتے رہتے ہیں اور میری وجہ سے وہ کامیاب نہیں ہو پاتے۔ ہو سکتا ہے اب بھی ہمارے ملک کے خلاف کوئی سازش کی جارہی ہو اور کارپوس کا کسی انجینی سے خفیہ تعلق ہے۔ انگریزین یا اسرائیلی کسی مقصد کے بغیر مسلمانوں کو دوست نہیں بناتے اور کارپوس کے نام سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ نسلاب یہودی ہے۔ اب وہ دوستی کے ناطے تم سے وہ کام لینا چاہتا ہے جسے میں غدار سمجھتا ہوں۔ تم تعاون کرو تو میں اس معاملہ کی تہ تک پہنچ کر معلوم کر سکتا ہوں کہ ہمارے وطن کے خلاف کون سا پلان بنایا جا رہا ہے۔“

عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”آپ حکم فرمائیں عمران صاحب“..... چالیس سالہ جمال خان نے نہایت جوشیلے لہجے میں کہا۔

”مجھے کارپوس کے ہوٹل کا ایڈریس اور فون نمبر دو۔ میں شام تک معلوم کر لوں گا کہ اس کے کیا مقاصد ہیں۔ پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم نے میرے بارے میں اسے کیا بتانا ہے“..... عمران نے کہا

تو جمال خان نے فوراً کارپوس کے ہوٹل کا نام اور فون نمبر بتا دیا۔

”اوکے۔ میرا فون آنے سے پہلے اگر وہ تم سے رابطہ کرے تو

شانداز آفس روم میں میز کے پیچھے ایک دروازہ قامت اور درختی جسم کا شخص ریوالونگ چیئر پر بیٹھا کافی کے گھونٹ لیتا ہوا سامنے دیوار پر آویزاں سکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سکرین پر ہوٹل کے ہال کا منظر روشن تھا۔ دوسری سکرین پر ایک راہداری کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ راہداری میں چند کمرے تھے اور ان میں سے ایک کمرے کے دروازے کے پاس مسلح گارڈ ٹہل رہا تھا۔ یہ دروازہ اسی آفس روم کا تھا۔ تیسری سکرین پر ہوٹل کے کپڑاؤں کا گیٹ نظر آ رہا تھا۔ وہاں بھی ایک گارڈ کھڑا تھا۔ گیٹ کھلا ہوا تھا اور ہوٹل میں گاڑیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا۔ آفس ٹیبل پر ایک ریسیٹ کنٹرول آلہ، سرخ اور سفید رنگ کے دو ٹیلی فون سیٹ رکھے ہوئے تھے جبکہ میز کے آگے چند کرسیاں اور دائیں بائیں کی دیواروں کے ساتھ صوفے موجود تھے۔ ریوالونگ چیئر پر بیٹھے ادھیڑ

تھیں کال کی تھی یا اپنی کار میں سفر کرتے ہوئے موبائل فون سے۔ بہر حال اب اس کا فون آئے تو اس کا نمبر ضرور نوٹ کر لیتا“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”بہت بہتر۔ کیا آپ اس کے ایڈریس پر شام تک انکریڈیا پہنچ جائیں گے“..... جمال خان نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

”نہیں۔ لیکن کسی نہ کسی طرح معاملہ حل ہو ہی جائے گا۔

اوکے“..... عمران نے کہا اور دروازے کی طرف پلٹا تو جمال خان نے فوراً ہی میز کے کنارے لگا ٹین پریس کر دیا جس کے نتیجے میں دروازے کا لاک کھل گیا اور عمران دروازہ کھول کر ہال میں آیا اور اپنے ساتھیوں کی میز کی طرف بڑھ گیا جو بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

نے کہا۔

”ہاں۔ وہ بہت مخلص آدمی ہے حالانکہ میں نے اسے تیس ہزار ڈالر کی پیشکش کی تھی لیکن اس نے معاوضہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔“..... کاربوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ تیس ہزار ڈالر کم تو نہیں ہیں“..... دوسری طرف سے اسکاٹ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”رقم کم ہونے کی بات نہیں ہے۔ میں اسے ایک لاکھ ڈالر بھی

کہتا تو وہ تب بھی نہ لیتا۔ گزشتہ برس میں نے اس سے دوستی کی تھی کہ کبھی اس سے کوئی اہم کام لینے کی ضرورت پڑی تو مجھے آسانی رہے گی۔ وہ کئی دن تک میرے ہوٹل میں ٹھہرا رہا اور میں نے اس سے نہ تو کمرے کا کرایہ لیا اور نہ ہی کھانے پینے کا بل۔ اس پر

مزید احسان کرنے کے لئے اسے ایک گاڑی اور ڈرائیور کی بھی فری سہولت دی حالانکہ وہ کوئی غریب آدمی نہیں ہے۔ پاکیشیا میں اس کا فورٹار ریسنورٹ ہے۔ اس کے علاوہ بھی کافی جائیداد کا مالک ہے لیکن چونکہ اسے دوست بنانا اور اپنا احسان مند کرنا تھا اس لئے اس کے اصرار کے باوجود میں نے اس سے ایک ڈالر تک نہیں لیا تھا۔

یہ اسی احسان کا نتیجہ ہے کہ آج وہ میرے لئے فری کام کر رہا ہے ورنہ میں کسی دوسرے شخص سے یہی کام لیتا تو وہ پچاس ہزار ڈالر سے کم پر راضی نہ ہوتا“..... کاربوس نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ اب مجھے یقین ہے کہ تمہارا دوست یہ کام ضرور کرے

عمر شخص نے کافی کا آخری گھونٹ لے کر پیالی میز پر رکھی ہی تھی کہ میز پر رکھے سرخ رنگ کے فون کی کھنٹی بج اٹھی تو اس شخص نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیجی۔ کاربوس سیکنگ“..... اس شخص نے بھاری لہجے میں کہا۔

”اسکاٹ بول رہا ہوں ڈیز“..... دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

”ہس۔ میں نے اپنے دوست کو فون پر ہدایات دے دی تھیں“..... کاربوس نے کہا۔

”اوہ۔ پھر اس نے کیا بتایا ہے“..... اسکاٹ کی چوکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”نی الحال کچھ نہیں بتایا اس نے۔ میں نے اسے آٹھ بجے کا وقت دیا تھا۔ ابھی سات بجے ہیں“..... کاربوس نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ وہ تمہیں ایک گھنٹے بعد کال کرے گا۔“..... اسکاٹ نے ناگوار لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ میں خود اسے فون کروں گا۔ کیا تم یہاں آؤ گے۔“..... کاربوس نے کہا۔

”شاید۔ بہر حال جیسے ہی تمہاری اس سے بات ہو مجھے کال کرنا۔ تمہیں یقین تو ہے نا کہ وہ مطلوبہ معلومات حاصل کر لے گا۔

ایسا نہ ہو کہ مجھے کوئی اور ذریعہ استعمال کرنا پڑے“..... اسکاٹ

گا..... اسکاٹ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ پاکیشیائی ایجنٹ عمران کے بارے میں معلومات کی یکدم ضرورت کیوں پیش آ گئی۔ کیا کوئی خاص مشن ہے..... کاربوس نے پوچھا۔

”فی الحال باس نے مجھے بتایا نہیں اور میں نے بھی نہیں پوچھا کیونکہ مجھے اپنے کام سے کام رکھنے کی عادت ہے اور باس بھی اتنا ہی بتاتا ہے جتنا ضروری ہو“..... اسکاٹ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کاربوس نے بھی مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ پھر وہ ایک سگریٹ سلاگ کر کش لیتا ہوا سکریں پر ہوٹل کے ہال کا منظر دیکھنے لگا۔ ایک گھنٹے بعد اس نے جیب سے موبائل فون نکالا اور پاکیشیا کا کوڈ نمبر پریس کرنے کے بعد فون نمبر پریس کر دیا۔ چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہیلو۔ جمال خان سبیلنگ“..... دوسری طرف سے جمال خان کی آواز سنائی دی۔

”کاربوس بول رہا ہوں“..... کاربوس نے کہا۔

”لیں مسٹر کاربوس۔ عمران کے بارے میں فی الحال اتنا ہی معلوم کر سکا ہوں کہ عمران اپنے فلیٹ میں موجود ہے۔ بقیہ معلومات کے لئے میرے آدمی کوشش کر رہے ہیں“..... جمال خان نے کہا۔

”اوہ۔ کب تک پتہ چلے گا“..... کاربوس نے پوچھا۔

”نصف گھنٹے بعد۔ پندرہ بیس منٹ بعد میرا آدمی رپورٹ دینے آئے گا۔ میں خود آپ کو فون کر لوں گا“..... جمال خان نے کہا۔

”آل رائٹ۔ نصف گھنٹے بعد میں کال کروں گا لیکن معلومات حتیٰ ہونی چاہئیں“..... کاربوس نے نامگوار لہجے میں کہا۔

”آپ فکر مت کریں مسٹر کاربوس۔ ہر بات کلیئر بتائی جائے گی اور کوئی حکم“..... جمال خان نے کہا۔

”تھیک یو۔ اسی اعتماد پر میں نے آپ کو یہ زحمت دی تھی ورنہ میں کسی دوسرے ذریعے سے بھی معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ عمران کی اس کے فلیٹ میں موجودگی کنفرم ہے نا“۔ کاربوس نے کہا۔

”ظاہر ہے۔ میرا آدمی غلط بیانی نہیں کر سکتا ورنہ وہ یہ بھی تو کہہ سکتا تھا کہ عمران اپنے فلیٹ پر موجود نہیں ہے یا ملک سے باہر گیا ہوا ہے“..... جمال خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تھیک ہے۔ تمہارا ایکریمیا کے وزٹ کا کب تک ارادہ ہے“۔ کاربوس نے پوچھا۔

”ابھی تو یہاں کا موسم اچھا ہے۔ پروگرام بن گیا تو پھر جولائی میں ہی آسکوں گا“..... جمال خان نے جواب دیا۔

”اوکے۔ مجھے تمہاری خدمت کر کے بے حد خوشی ہوگی۔ گڈ بائی“..... کاربوس نے مسکراتے ہوئے کہا اور موبائل فون آف کر

کے میز پر رکھ دیا۔ اس نے ایک سگریٹ سلگایا اور پھر فون کا رسیور اٹھا کر نمبر پر پریس کرنے لگا۔

”لیس۔ اسکاٹ بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر آواز سنائی دی۔

”کارپوس بول رہا ہوں“..... کارپوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”لیس“..... دوسری طرف سے اسکاٹ نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔

”پاکیشیا سے میرے دوست نے فی الحال یہ اطلاع دی ہے کہ علی عمران اس وقت پاکیشیا میں ہی ہے اور اس وقت وہ اپنے فلیٹ میں موجود ہے“..... کارپوس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 ”اس کا مطلب ہے کہ وہ کسی مشن پر پاکیشیا سے باہر نہیں ہے۔“
 اسکاٹ نے کہا۔

”بالکل۔ اس کی اپنے گھر میں موجودگی کنفرم ہے“..... کارپوس نے کہا۔

”ہونہہ۔ اس کے علاوہ کیا معلوم ہوا ہے“..... اسکاٹ نے پوچھا۔

”میرا دوست باقی معلومات نصف گھنٹہ تک فراہم کرے گا۔ تمہیں جلدی تو نہیں“..... کارپوس نے کہا۔

”جلدی تو ہے۔ بہر حال مزید نصف گھنٹہ انتظار کیا جاسکتا ہے۔ میں نو بجے باس کو رپورٹ دوں گا“..... اسکاٹ نے کہا تو کارپوس

نے سر ہلایا اور کریڈل دبانے ہی لگا تھا کہ ایک خیال کے تحت اس نے ہاتھ ہٹا لیا۔

”ہیلو اسکاٹ۔ کیا تم میکی کو روانہ کر رہے ہو“..... کارپوس نے کہا۔

”ہاں۔ وہ تیار ہو جائے تو میں اسے بھیجتا ہوں۔ نصف گھنٹے تک وہ یہاں سے روانہ ہو جائے گی“..... اسکاٹ نے کہا۔
 ”ٹھیک یو اسکاٹ۔ تم نے اسے بتا دیا ہے نا یہاں آنے کا۔“

کارپوس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔
 ”نہیں۔ پہلے بتانا تو پھر وہ ناراض ہو جاتی اور مجھ میں اس کی دلچسپی کم ہو جاتی“..... اسکاٹ نے ہنستے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کارپوس نے بھی مسکراتے ہوئے رسیور رکھا اور بے تابی سے میکی کا انتظار کرنے لگا۔

”اس کا مطلب ہے کہ آپ کو خاصا خرچ کرنا پڑا ہوگا۔“ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ سوپر فیاض کے دوست کے ریٹورنٹ سے لنچ کرایا ہے۔ باقی باتیں بعد میں پہلے فون نمبر والی ڈائری نکالو۔ مجھے فون کرنا ہے۔“..... عمران نے فون اٹھا کر اپنے سامنے رکھتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو سمجھ گیا کہ کوئی خاص معاملہ ہے۔ اس نے میز کی دراز کھول کر ایک ضخیم ڈائری نکالی اور عمران کے آگے رکھ دی۔ عمران نے ڈائری اٹھا کر ورق گردانی شروع کر دی۔ چند لمحوں بعد مطلوبہ نمبر دیکھ کر اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر پر پریس کرنے لگا۔

”ہیلو۔ مارٹی کلب“..... رابطہ ملتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”میں پاکیشیا سے پرنس آف نائٹ بات کر رہا ہوں“..... عمران نے لاؤڈر کا بٹن پریس کرتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار مسکرا دیا۔

”کیا۔ پرنس آف نائٹ“..... دوسری طرف سے لڑکی نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ہیں۔ مارٹی سے بات کراؤ“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کیا وہ آپ کو جانتے ہیں“..... لڑکی نے جلدی سے کہا۔

”ہائمنس۔ پوری دنیا پرنس آف نائٹ کو جانتی ہے“..... عمران

عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو احتراماً کھڑا ہو گیا۔ عمران نے حسب عادت اس کی خیریت پوچھی اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

”چائے لاؤں آپ کے لئے“..... بلیک زیرو نے اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”رہنے دو۔ ابھی جولیا، صفدر اور چوہان کے ساتھ لنچ کرنے کے بعد چائے پی کر آ رہا ہوں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کیا آپ نے انہیں مدعو کیا تھا“..... بلیک زیرو نے حیران ہو کر کہا۔

”ارے نہیں۔ وہ خود ہی۔ نابلے مہمان بن کر آ دھمکے تھے۔“

مجبوراً انہیں ریٹورنٹ میں لے جانا پڑا“..... عمران نے ہنستے ہوئے

کہا۔

نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”سوری سر۔ ایک حٹ ہولڈ کیجئے“..... دوسری طرف سے لڑی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر لائن پر خاموشی چھا گئی۔

”ہیلو۔ پرنس آف نائٹ۔ یاس سے بات کیجئے“..... چند لمحوں بعد لڑکی کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو پرنس۔ کیسے مزاج ہیں آپ کے“..... فوراً ہی ایک سخت سی آواز سنائی دی۔

”آل رائنٹ۔ سناؤ۔ تمہارے کلب کا موسم کیسا ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”پہلے سے کئی گنا اچھا جا رہا ہے۔ فرمائیے کیسے یاد کیا۔“ دوسری طرف سے مارٹی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تھوڑا سا کام ہے۔ اس کا معاوضہ شام تک تمہارے اکاؤنٹ میں پہنچ جائے گا“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”آپ کام بتائیے پرنس۔ معاوضہ کی مجھے فکر نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ میری توقع سے بڑھ کر معاوضہ دیتے ہیں۔“

مارٹی نے کہا۔

”سن شائن ہوٹل کے منیجر کو جانتے ہو“..... عمران نے پوچھا۔

”کاربوس نام ہے شاید اس منیجر کا“..... مارٹی نے چونکتے ہوئے کہا۔

”بالکل۔ اس نے پاکیشیا میں اپنے ایک دوست کو میرے

بارے میں معلومات فراہم کرنے کو کہا ہے۔ میں یہ جانتا چاہتا ہوں کہ ہوٹل کے علاوہ اس کا کیا بزنس ہے اور وہ میرے بارے میں کیوں اور کس لئے معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے“..... عمران نے کہا۔

”بہت بہتر۔ چونکہ سن شائن ہوٹل یہاں سے کافی فاصلے پر ہے اس لئے کچھ وقت لگے گا“..... مارٹی نے کہا۔

”کتنا وقت لو گے“..... عمران نے پوچھا تو مارٹی نے فوری طور پر کوئی جواب نہ دیا۔

”کم از کم چار گھنٹے“..... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد مارٹی نے کہا۔

”اوکے۔ میں جہیں ٹھیک چار گھنٹے بعد فون کروں گا لیکن معلومات حتیٰ ہوتی چاہئیں“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”آپ کو معلوم ہے کہ میں ہمیشہ فائل رپورٹ ہی دیتا ہوں۔“ مارٹی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ تمہارے اکاؤنٹ میں بیس ہزار ڈالر پہنچ جائیں گے۔ دیش آل“..... عمران نے کہا اور ریسور کریڈل پر رکھ دیا۔

”کیا معاملہ ہے عمران صاحب۔ یہ کاربوس کون ہے“..... بلیک زیرو نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا تو عمران نے جمال خان اور کاربوس کے بارے میں تفصیل سے بتا دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ کاربوس کسی انجینی کا آدمی ہے۔“ بلیک

زیرو نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کاربوس کا کسی انجنی سے ڈائریکٹ
 تعلق نہ ہو اور وہ محض کرایہ کا آدمی ہو“..... عمران نے کہا۔
 ”کیا آپ نے اپنے طور پر کچھ اندازہ لگایا ہے؟“..... بلیک
 زیرو نے پوچھا۔

”صرف اتنا کہ میں ان کے نامعلوم مشن یا پلان میں رکاوٹ
 بن سکتا ہوں اور وہ پاکیشیا میں میری موجودگی اسی لئے معلوم کرنا
 چاہتے ہیں کہ کہیں میری وجہ سے ان کا مشن ناکام نہ ہو جائے۔“
 عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یقیناً یہی بات ہوگی۔ لیکن مارٹی نے چار گھنٹے کا وقت لیا ہے
 اگر اس سے چند منٹ پہلے ہی کاربوس نے جمال خان سے جواب
 طلب کر لیا تو پھر“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”میں نے جمال خان کو ہدایت کر دی تھی کہ اس صورت میں وہ
 کاربوس سے مزید ایک آدھ گھنٹے کی مہلت لے لے۔ اب میں
 اسے دوبارہ سمجھا دیتا ہوں۔ تم ذرا چائے کا انتظام کرو“..... عمران نے
 فون کا ریور اٹھاتے ہوئے کہا اور نمبر پریس کرنے لگا جبکہ بلیک
 زیرو اٹھا اور آپریشن روم سے باہر چلا گیا۔ چند منٹ بعد وہ چائے
 لے آیا تو عمران آنکھیں بند کئے چوٹم چبا رہا تھا۔ یقیناً وہ کچھ
 سوچنے میں مصروف تھا لیکن بلیک زیرو نے چائے کا کپ اس
 کے سامنے میز پر رکھا تو عمران نے یکدم آنکھیں کھول دیں۔

”اوہ۔ تم کب آئے کالے صفر“..... عمران نے حیرت سے
 اچھلتے ہوئے کہا۔
 ”یہ آپ کا فلیٹ نہیں آپریشن روم ہے جناب“..... بلیک زیرو
 نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”سک۔ کیا۔ کیا میرا آپریشن ہونے والا ہے؟“..... عمران نے
 حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میرا مطلب ہے آپ اس وقت دانش منزل میں ہیں اور
 چائے پینے والے ہیں؟“..... بلیک زیرو نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے
 کہا۔

”اوہ۔ شاید میں خواب دیکھ رہا ہوں“..... عمران نے سر ہلاتے
 ہوئے کہا اور چائے کا کپ اٹھا لیا۔ چائے پینے کے دوران دونوں
 خاموش رہے۔

”کیا آپ اکیرمیسیا جائیں گے؟“..... بلیک زیرو نے چائے کا
 آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”شاید۔ بہر حال معاملے کی نوعیت کا اندازہ ہونے کے بعد ہی
 اس کا فیصلہ ہوگا کہ ہمیں وہاں جانا چاہئے یا نہیں۔ ویسے تم تمام
 ممبرز کو پابند کر دو کہ وہ شام کے وقت اپنے فلیٹس پر موجود رہیں۔“
 عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”بہتر۔ کیا آپ جا رہے ہیں؟“..... بلیک زیرو نے چونکتے
 ہوئے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”ظاہر ہے یہاں تین چار گھنٹے بیٹھ کر کیا کروں گا۔ اپنے فلیٹ جا کر کسی سے فون پر گپ شپ کروں گا۔ یہاں میرے کرنے کا کوئی کام ہے تو بتاؤ“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کام ضروری تو نہیں اور کیا گپ شپ بھی کوئی کام ہے۔“

بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

”کیوں نہیں۔ بیکار بیٹھے رہنے سے تو بہتر ہے۔ بقول کنفیوٹس، بیکار نہ بیٹھ کچھ کیا کر، اپنے ہی کپڑے اوھیز کر جیا کر“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی اور عمران دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”جیا نہیں، سیا کر“..... بلیک زیرو نے اونچی آواز میں کہا۔

”سوری۔ اتنا وقت ہوتا تو جولیا کو شادی کے لئے غرارہ سوٹ سی کر دیتا اس لئے جیا کر ہی درست ہے کیونکہ جیتا دنیا کا سب سے طویل کام ہے“..... عمران نے کمرے سے باہر آتے ہوئے کہا اور کپاؤٹ میں کھڑی اپنی سپورٹس کار کی طرف بڑھ گیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار سڑک پر دوڑ رہی تھی اور کار کا رخ عمران کے فلیٹ کی طرف تھا لیکن اس کا ذہن الجھا ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایکریمیا اور اسرائیل پاکیشیا کے خلاف کسی مشن کی تکمیل کے لئے براہ راست قدم اٹھانے کی بجائے ایجنٹیوں سے کام لیتے ہیں تاکہ خود کو بری الذمہ قرار دے سکیں۔ اس کے علاوہ انٹرنیشنل قسم کے جہازم پیشہ گروہوں سے بھی بھاری معاوضہ پر کام کراتے ہیں۔

ہوسکتا ہے اب بھی ایسا ہی ہو۔ کاربوس کے بارے میں عمران کا اندازہ تھا کہ وہ یہودی ہے اور ایکریمیا میں وہ اسرائیل کے لئے کام کر رہا ہے یا پھر کسی ایکریمین ایجنسی کا ممبر ہے۔ اپنے فلیٹ پہنچ کر بھی عمران یہی سوچتا رہا۔ پھر آٹھ بجتے ہی اس نے فون کا رسپورڈ اٹھایا اور مارٹی کے نمبر پر کال کر دی۔

”ہیلو۔ مارٹی کلب“..... رابطہ ہوتے ہی آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

”پرنس آف نائٹ بول رہا ہوں۔ مارٹی سے بات کراؤ۔“

عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ ہولڈ کریں“..... آپریٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور چند لمحوں بعد مارٹی سے رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہیلو پرنس۔ مارٹی بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے مارٹی کی آواز سنائی دی۔

”سناؤ مارٹی۔ کچھ معلوم ہوا ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”لیس پرنس۔ ہوٹل سن شائن کا یہودی منیجر کاربوس اسرائیل کا ایجنٹ ہے اور ایکریمیا میں گزشتہ دس برس سے کام کر رہا ہے۔ یہاں اس کے دوستوں میں سے ایک کا تعلق ایکریمیا کی کسی ایجنسی سے ہے۔ اس آدمی کا نام اسکارٹ ہے اور اسکارٹ نے ہی کاربوس سے کہا تھا کہ اسے علی عمران نامی پاکیشیائی ایجنٹ کے بارے میں معلومات چاہئیں۔ اگر کاربوس کا کوئی آدمی پاکیشیا میں

اپنا آدمی اس کے ہوٹل بھیجا جس نے شیلہ کا کمرہ لاک دیکھ کر کاؤنٹر کلرک سے اس کے بارے میں پوچھا تو کلرک نے بتایا کہ وہ دو مہینے کے لئے باہر گئی ہے۔ میرے آدمی کی کلرک سے پرانی شناسائی ہے۔ اس نے کلرک سے کاربوس کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو کلرک نے یہ انکشاف کیا کہ گزشتہ رات کاربوس نے اپنے ایک دوست اسکاٹ کے ہمراہ شیلہ کے کمرے میں کئی گھنٹے گزارے تھے۔ کاربوس نے اکثر کمروں میں خفیہ مائیک لگا رکھے ہیں تاکہ مسافروں کی گفتگو سے معلوم ہو جائے کہ وہ کسی ملک کے ایجنٹ تو نہیں ہیں۔ شیلہ کے کمرے میں بھی مائیک تھا اور اس کمرے میں ابمر نے والی آوازیں ریکارڈ ہوتی رہیں۔ چنانچہ کاؤنٹر کلرک کو بھاری معاوضہ دے کر اس ٹیپ کی آڈیو کیسٹ حاصل کی گئی اور اس کی کاپی کر کے کیسٹ واپس کر دی گئی۔ اس میں اسکاٹ اور کاربوس کی گفتگو سننے کے بعد اسکاٹ کا فون نمبر معلوم کیا گیا۔ یہ فون نمبر بھی کلرک نے بتایا۔ کاربوس کی ہوٹل میں غیر موجودگی کے دوران اس کی کالز کلرک ہی سنتا ہے“..... دوسری طرف سے مارٹی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”گڈ شو۔ اب وہ فون نمبر بھی بتا دو“..... عمران نے حسین آمیز لہجے میں کہا تو مارٹی نے فون نمبر بتا دیا۔

”تم نے اچھا کام کیا ہے مارٹی۔ اب صرف اتنا کام کر دو کہ اسکاٹ کے ایڈریس کے بارے میں معلوم کر کے بتا دو۔

کام کر رہا ہے تو کاربوس یہ کام اس کے ذمہ لگائے۔ اسکاٹ اور کاربوس ایک دوسرے کے ہم نوالہ وہم پیالہ ہیں اور ایک دوسرے کے بارے میں بھی جانتے ہیں۔ کاربوس بھی اسکاٹ سے اپنے مطلب کی معلومات حاصل کرتا رہتا ہے۔ گزشتہ رات اسکاٹ، کاربوس کی دعوت پر ہوٹل آیا جہاں کاربوس اور اسکاٹ نے مل کر ایک لڑکی کے ساتھ رات گزاری تھی اور اسی دوران اسکاٹ نے کاربوس سے علی عمران کے بارے میں بات کی تھی۔ وہ لڑکی ڈانسر ہے اور گزشتہ روز اس نے میرے کلب میں ڈانس کرنے کے لئے مجھ سے درخواست کی تھی۔ میں نے اسے دو دن انتظار کرنے کو کہا تو وہ چلی گئی۔ اس نے اپنے ہوٹل کا ایڈریس مجھے بتا دیا تھا جہاں وہ قیام پزیر تھی۔ اس لڑکی کا تعلق کافرستان سے ہے لیکن گریٹ لینڈ میں اپنے والدین کے ساتھ دس بارہ سال رہنے کے سبب خاصی آزاد خیال ہو گئی تھی۔ اب وہ کافرستان سے رقص سیکھ کر آئی تھی اور کاربوس نے اسے اپنے ہوٹل میں دیکھ کر اس کے لئے قیام و طعام فری کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی کاربوس نے اسے یہاں کے سب سے بڑے ٹائٹ کلب میں ڈانسر کی جاب دلانے کا وعدہ کر لیا۔ چنانچہ شیلہ نے کاربوس کی خواہش پوری کرنے سے انکار نہ کیا۔ آپ سے کاربوس کے ہوٹل کا نام سن کر مجھے شیلہ یاد آ گئی۔ میں نے اس سے ہوٹل کے فون نمبر پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی مگر آپ پٹر نے بتایا کہ وہ اپنے کمرے میں موجود نہیں ہے۔ میں نے

عمران نے پوچھا۔

”اس کا موڈ کچھ خراب لگ رہا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اس نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے یہ کام مجھے سونپا ہے ورنہ وہ دوسرے ذرائع سے بھی یہ معلومات حاصل کر سکتا تھا“..... جمال خان نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ اس کا فون نمبر نوٹ کیا ہے تم نے؟“..... عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ موبائل فون نمبر تھا جو میں نے نوٹ کر لیا ہے۔“ جمال خان نے کہا اور کارپوس کا نمبر بتا دیا۔

”اب اس کا فون آئے تو اسے بتانا کہ میں آج کل فارغ ہوں اور میرے والدین میری شادی کی تیاریوں میں مصروف ہیں اور ایک بچے کی پیدائش تک میرے والدین مجھے ملک سے باہر نہیں جانے دیں گے۔ یہ معلومات تمہیں تمہارے دوست سوپر فیاض سے حاصل ہوئی ہیں؟“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سمجھ گیا۔ آپ نے کارپوس کے بارے میں کچھ معلوم کیا ہے؟“..... جمال خان نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ میرے بارے میں معلومات اس کے ایک دوست کو درکار ہیں جو کسی خفیہ ایجنسی کا ممبر ہے جبکہ خود کارپوس یہودی ہے اور اسرائیل کا ایجنٹ ہے۔ اور ہاں۔ اس سے بات کرنے کے بعد مجھے مطلع کر دینا۔ اوکے“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی

فون نمبر عام ہے۔ فون ڈائریکٹری سے فوری ایڈریس مل سکتا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”ایڈریس میں نے معلوم کر لیا ہے پرنس۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ اس کے بارے میں کہیں گے“..... مارٹی نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اسکاٹ کے فلیٹ کا ایڈریس بتا دیا۔

”اوکے۔ ضرورت پڑی تو دوبارہ فون کروں گا“..... عمران نے کہا اور کریڈل دبا کر ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر نمبر پرنس کر دیئے۔

”ہیلو۔ جمال خان سیمینگ“..... رابطہ ہونے پر جمال خان کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ عمران صاحب آپ۔ کارپوس کا چند منٹ پہلے فون آیا تھا“..... جمال خان نے جلدی سے کہا۔

”اچھا۔ پھر تم نے کیا جواب دیا؟“..... عمران نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”میں نے اسے بتا دیا ہے کہ آپ اپنے فلیٹ پر موجود ہیں۔ دوسری معلومات کے لئے میں نے اس سے نصف گھنٹے کا وقت لیا ہے۔ اب وہ ساڑھے آٹھ بجے کے بعد فون کرے گا“..... جمال خان نے کہا۔

”تم نے اچھا کیا۔ تمہارے جواب پر اس کا کیا تاثر تھا۔“

رابطہ ختم کر دیا۔ اس نے چند لمحوں تک سوچا اور ایک بار پھر رسیور اٹھا کر نمبر پریس کرنے لگا۔

”ہیلو۔ براؤن سیکینگ“ رابطہ ہوتے ہی ایک آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں بلیک براؤن“ عمران نے کہا۔

”اوہ۔ السلام علیکم سر“ دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔ براؤن نے اس مرتبہ پاکیشائی زبان میں بات کی تھی۔ وہ اکیرمیا میں ایکسکو کا فارن ایجنٹ تھا اور وہاں براؤن کے نام سے مقیم تھا جبکہ اس کا اصل نام امداد تھا۔

”تمہاری آواز سے پتہ چل رہا ہے کہ تم بخیریت اور تندرست و توانا ہو اس لئے مزاج پوچھنے کا کام کسی دوسرے وقت پر کر لوں گا۔ فی الحال ایک فوری کام ہے تمہارے لئے“ عمران نے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا۔

”بہتر۔ حکم فرمائیے“ براؤن نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اسکارٹ نامی ایک شخص کا ایڈریس نوٹ کرو۔ اس کے بارے میں مجھے ایک گھنٹہ کے اندر اندر معلومات چاہئیں“ عمران نے کہا اور ایڈریس بتانے کے بعد مزید ہدایات دے دیں۔

”بہتر جناب۔ اور کوئی حکم“ براؤن نے کہا۔

”فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔ جواب چیف کو دینا۔ دیش آل“۔

عمران نے کہا اور کریڈل دبا کر رابطہ ختم کر دیا اور پھر ٹون آنے پر

وائس منول کے نمبر پریس کرنے لگا۔ جلدی ہی رابطہ ہو گیا۔

”ایکسکو“ دوسری طرف سے بلیک زیرو نے مخصوص آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں طاہر۔ اکیرمیا سے ایک گھنٹہ بعد براؤن تمہیں اسکارٹ کے بارے میں رپورٹ دے گا۔ اسے ٹیپ کر لیتا“ عمران نے کہا۔

”بہت بہتر جناب۔ ویسے اسکارٹ ہے کون“ بلیک زیرو نے پوچھا عمران نے اسے مارتی سے حاصل ہونے والی معلومات کے بارے میں بتا دیا۔

”بہت خوب۔ تو آپ کا اندازہ درست نکلا کہ کارپس یہودی ایجنٹ ہے“ بلیک زیرو نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن معاملے کا تعلق اکیرمیا سے ہے۔ اب براؤن کی رپورٹ آنے پر پتہ چلے گا کہ اسکارٹ کس ایجنسی کا آدمی ہے۔ تب ہی سلسلہ آگے چلے گا۔ تم اپنے طور پر براؤن کو مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے ہدایات دے دینا۔ اس کے علاوہ براؤن کو محتاط رہنے کا حکم دیتے ہوئے کارپس اور اسکارٹ کی نگرانی کی بھی تاکید کر دینا“ عمران نے کہا۔

”بہتر۔ کیا ممبرز سے بھی کچھ کہنا ہے۔ وہ لوگ اپنے اپنے فلیٹس میں موجود ہیں“ بلیک زیرو نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ فی الحال وہ باہر جا سکتے ہیں۔ براؤن کی رپورٹ

سن کر ہی آئندہ کا لائحہ عمل طے کیا جائے گا“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔

جب سے مارٹی نے بتایا تھا کہ کاربوس اسرائیلی ایجنٹ ہے اور اسکا رٹ کا تعلق ایکریمیا کی کسی خفیہ ایجنسی سے ہے عمران ذہنی طور پر اضطراب میں مبتلا ہو گیا تھا۔ ملکی سلامتی کے پیش نظر وہ جلد سے جلد یہ جاننے کے لئے بے تاب تھا کہ ایکریمیا میں پاکیشیا کے خلاف کیا پلان تیار کیا جا رہا ہے۔ اب اسے جمال خان کی کال کا انتظار تھا۔ اس نے سلیمان کو طلب کر کے چائے لانے کی ہدایت کی اور عمران کو سنجیدہ دیکھ کر سلیمان کوئی ناخوشگوار بات کئے بغیر خاموشی سے چائے بنا لایا۔ چائے پینے کے دوران وقت گزر گیا اور پونے نو بج گئے تو عمران نے فون کا رسیور اٹھا کر جمال خان کے نمبر پر پریس کر دیئے۔

”ہیلو۔ جمال خان سیکیٹنگ“..... رابطہ ہوتے ہی جمال خان کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں۔ سناؤ کاربوس سے بات ہوئی“۔ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ دو مرتبہ ہوئی ہے“..... جمال خان نے کہا۔

”دو مرتبہ“۔ کیوں“..... عمران نے جلدی سے کہا۔

”پندرہ منٹ پہلے اس نے فون کیا تو میں نے اسے وہی کچھ بتایا جو آپ نے کہا تھا۔ اس نے سننے کے بعد شکریہ ادا کر کے فون

بند کر دیا۔ اس کے صرف پانچ منٹ بعد اس کی دوبارہ کال آگئی۔ اس نے کہا کہ آپ کی کم از کم تین روز تک گھمرائی کا انتظام کروں۔ اس دوران آپ اگر پاکیشیا سے باہر روانہ ہونے لگیں تو میں اسے فوراً اطلاع دوں اور فلاح کا وقت اور نمبر بتاؤں۔ اس کام کے لئے وہ مجھے پچاس ہزار ڈالر دے گا جو دو گھنٹے بعد میرے اکاؤنٹ میں جمع کرا دیئے جائیں گے۔ اس نے مجھ سے میرے بینک کا نام اور اکاؤنٹ نمبر بھی پوچھا جو میں نے اس لئے بتا دیا تاکہ اسے کوئی شبہ نہ ہو۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ نے اب تک شادی نہیں کی اور نہ ہی آپ عورتوں میں دلچسپی لیتے ہیں حالانکہ زیرو لینڈ کی ایجنٹ تھریسا آپ کے عشق میں مبتلا ہے اور طویل عرصہ سے آپ کے ساتھ شادی کے لئے کوشاں ہے۔ اس کے علاوہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ایک ممبر جو لیا بھی آپ کو بے حد چاہتی ہے لیکن آپ کسی کو بھی گھاس نہیں ڈالتے۔ میں نے کاربوس سے پوچھا کہ یہ سب کچھ اسے کیسے معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ یہ باتیں اسے اس کے دوست نے بتائی ہیں جو کافی عرصہ سے آپ کو جانتا ہے۔“ جمال خان نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”تم نے اسے انکار تو نہیں کیا میرے گھمرائی کے سلسلے میں“۔

عمران نے پوچھا۔

”انکار کرنے سے پہلے ہی خیال آ گیا کہ جب وہ پچاس ہزار ڈالر مجھے دے سکتا ہے تو میرے انکار پر کسی کو ایک لاکھ ڈالر دے

زیرد الجینی کا چیف کرٹل جیک اپنے شاعر اور ساؤڈر پروف آفس میں ریوالوگ جیئر پر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے میز پر تین مختلف رنگوں کے ٹیلی فون سیٹ رکھے ہوئے تھے جبکہ وہ سگار منہ میں دبائے کچھ سوچ رہا تھا۔ ستر برس عمر ہونے کے باوجود کرٹل جیک صحت مند اور توانا نظر آتا تھا اور اس کا بھاری چہرہ بڑھاپے کی جھریوں سے عاری تھا۔ دفعتاً کمرے میں مترنم کھنٹی بج اُٹھی تو کرٹل جیک نے چونکتے ہوئے سفید رنگ کے ٹیلی فون سیٹ کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

”ہیں“..... کرٹل جیک نے بھاری لہجے میں کہا۔

”سر۔ کیپٹن اسکارٹ لائن پر موجود ہیں“..... دوسری طرف سے اس کی پرسنل سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”ہیں اسکارٹ۔ کیا رپورٹ ہے“..... کرٹل جیک نے کہا۔

کر جی کام لے سکتا ہے اور شاید وہ آدمی آپ کا شاسا نہ ہو اس لئے میں نے انکار کرنے کی بجائے کاربوس سے کہہ دیا کہ میں آپ کی نگرانی شروع کرا دیتا ہوں“..... جمال خان نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ یہ تم نے اچھا کیا۔ بہر حال آئندہ تم اسے میرے بارے میں ایسی اطلاعات دیتے رہنا جیسے میں واقعی شادی کی تیاریوں میں مصروف ہوں“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”مثال کے طور پر کیا کہوں“..... دوسری طرف سے جمال خان نے پوچھا۔

”ارے۔ شادی ہونے سے چند دن پہلے کی مصروفیات۔ مثلاً گھر کو سجا رہا ہوں۔ گہما گہمی ہے اور میں شاپنگ میں مصروف ہوں۔ وغیرہ وغیرہ“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بہتر۔ اب میں سمجھ گیا“..... جمال خان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”جیسے جب ضرورت ہوگی تو میں تمہیں فون کر کے حالات معلوم کر لوں گا۔ ادکے“..... عمران نے کہا اور ریسیور رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ یقیناً تین دن میں کچھ ہونے والا تھا اس لئے کاربوس یا اس کا دوست اسکارٹ عمران کی بیرون ملک روانگی سے باخبر رہنا چاہتے تھے۔ اب عمران کے لئے انگریزیا جانا ضروری ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ لباس تبدیل کر کے فوراً سفر کے سلسلے میں انتظامات کرنے کے لئے دانش منزل روانہ ہو گیا۔

”چیف۔ میں نے عمران کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں“..... اسکا رٹ نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ تفصیل بتاؤ“..... کرنل جیک نے چونکے ہوئے لہجے میں کہا تو دوسری طرف سے اسکا رٹ، عمران کے بارے میں بتانے لگا۔

”کیا یہ حتمی معلومات ہیں“..... کرنل جیل نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”ہیں چیف۔ کاربوس کے جس پاکیشائی دوست نے یہ سب کچھ بتایا ہے اس نے علی عمران کے والد سر عبدالرحمن کے ایک ماتحت سپرنٹنڈنٹ سوپر فیاض سے یہ باتیں معلوم کی ہیں اور سوپر فیاض کو عمران کی مصروفیات کا علم ہوتا ہے۔ آپ کی ہدایت کے مطابق کاربوس کے توسط سے اس کے دوست کو پچاس ہزار ڈالر کی پیشکش کر کے آمادہ کر لیا گیا ہے کہ وہ تین دن تک عمران کی نگرانی کرے اور اس کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے۔ اگر عمران بیرون ملک روانہ ہو تو ہمیں فوری مطلع کیا جائے“..... اسکا رٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ لیکن تین دن کی بجائے پانچ دن نگرانی ہونی چاہئے۔“ کرنل جیک نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”چیف۔ آپ نے مجھے تین دن ہی کہا تھا“..... اسکا رٹ نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ مجھے یاد ہے۔ لیکن ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ کام میں کچھ رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے اس لئے دو دن مزید لگ جائیں گے۔ چنانچہ تم کاربوس کو بتا دو تاکہ وہ اپنے پاکیشائی دوست کو ہدایت کر دے“..... کرنل جیک نے کہا۔

”رائٹ سر۔ اور کوئی حکم“..... دوسری طرف سے اسکا رٹ نے کہا۔

”تھوڑی دیر بعد مزید ہدایات دوں گا“..... کرنل جیک نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں تک سوچنے کے بعد اس نے سفید رنگ کے فون کا رسیور اٹھایا اور چند نمبر پریس کر دیئے۔

”ہیں سر۔ حکم فرمائیں“..... دوسری طرف سے اس کی پرسنل سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”جنرل لککارڈ سے بات کراؤ“..... کرنل جیک نے سخت لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تقریباً نصف منٹ بعد ہی سفید فون کی گھنٹی بج اٹھی تو کرنل جیک نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”ہیں“..... کرنل جیک نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”جنرل صاحب سے بات کیجئے سر“..... دوسری طرف سے سیکرٹری نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ہیلو سر۔ کرنل جیک بول رہا ہوں“..... کرنل جیک نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ہیں کرنل جیک“..... دوسری طرف سے کھر دے لہجے میں کہا۔

آپ کا پچاس برس کا تجربہ ہے۔ صدر صاحب نے بھی آپ کی تعریف کی تھی کیونکہ آپ نے ایراک میں بھی ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ کے طور پر شاندار خدمات انجام دی ہیں اور کویت کی جنگ میں بھی۔ البتہ زیرو ایجنسی کا چیف بننے کے بعد آپ کا کوئی کارنامہ سننے میں نہیں آیا..... جنرل کنکارڈ نے کہا۔

”ہیں سر۔ لیکن اب موقع آ گیا ہے اور آپ دیکھیں گے کہ زیرو ایجنسی پہلے کی نسبت کتنی تیز اور فعال ہو گئی ہے۔ میں نے زیرو ایجنسی کی سربراہی سنبھالنے کے بعد اس میں سے تمام ست اور کام چار ممبرز کو نکال دیا ہے اور دوسری ایجنسیوں سے ایسے خطرناک اور بہادر افراد کا انتخاب کیا ہے جنہوں نے اپنے اداروں میں شاندار کارنامے انجام دیے ہیں اور ان کی کارکردگی سے پوری دنیا واقف ہے..... کرنل جیک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آل رائٹ۔ مجھ سے رابطہ رکھنا۔ گڈ لک“..... جنرل کنکارڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا تو کرنل جیک نے رسیور رکھ دیا۔ لیکن اب وہ سوچ رہا تھا کہ جنرل کنکارڈ جیسا آدمی پاکیشیائی ایجنٹ علی عمران کی طرف سے مسلسل فکر مند ہے تو اسے عمران کو روکنے کے لئے صرف کیپٹن اسکارٹ پر انحصار نہیں کرنا چاہئے اور اس سلسلے میں مزید اقدامات کر کے اس امر کو یقینی بنانا چاہئے کہ عمران کسی طرح بھی جنرل کنکارڈ کے مشن کو سبوتاژ نہ کر سکے۔ چنانچہ اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے لگا۔

گیا۔

”سر۔ پاکیشیائی ایجنٹ علی عمران آج کل اپنی شادی کے سلسلے میں پاکیشیا میں ہی موجود ہے اور فوری طور پر اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ پاکیشیا کے رسم و رواج کے مطابق شادی کی ایک ہفتہ پہلے سے تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں اور شادی کے بعد دولہا دلہن کا ہفتی مون منانے اور دعوتیں اڑانے میں بھی ایک ڈیڑھ ہفتہ لگ جاتا ہے۔ چنانچہ اگر آپ کا مشن مزید چند دن لیٹ ہو جائے تو پھر بھی کوئی اندیشہ نہیں ہے..... کرنل جیک نے کہا۔

”ٹھیک ہے کرنل جیک۔ لیکن پھر بھی ہمیں مشن مکمل ہونے تک پاکیشیائی ایجنٹوں سے محتاط رہنا پڑے گا۔ علی عمران کے بارے میں، میں نے جو کچھ سنا ہے اس کے مد نظر یہ بات حیرت انگیز ہے کہ وہ اب تک ہمارے ارادوں سے بے خبر ہے۔ بہر حال ہم ایک فیصد بھی رسک لینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں..... جنرل کنکارڈ نے کھڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔

”رائٹ سو۔ میں اپنی طرف سے آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ عمران یا پاکیشیا سیکرٹ سروس نے اس دوران اپنے ملک سے جب بھی روانہ ہونے کی کوشش کی انہیں راستے میں ہی شتم کر دیا جائے گا.....“ کرنل جیک نے بڑے وثوق سے کہا۔

”گڈ۔ میں نے اسی لئے یہ ذمہ داری آپ کی ایجنسی کو سونپی ہے کہ آپ فرائض کے معاملے میں انتہائی ذمہ دار آفیسر ہیں اور

”بھٹو“..... کرل جیک نے سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیتے ہوئے نرم لہجے میں کہا تو وہ دونوں میز کے آگے موجود کرسیوں پر بیٹھ گئے اور کرل جیک کی طرف دیکھنے لگے۔

”حکم چیف“..... چاکلیٹی سوٹ والے نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”میجر ولسن۔ ایک انتہائی اہم اور خفیہ مشن کے سلسلے میں جنرل کنکارڈ نے ہماری ایجنسی کو ایک ذمہ داری سونپی ہے جس کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس اور اس کے لئے کام کرنے والے خطرناک شخص علی عمران سے ہے“..... کرل جیک نے کہا تو میجر ولسن اور اس کے ساتھ بیٹھا کرل مائیکل دونوں ہی چونک پڑے۔

”چیف۔ کیا یہ وہی پاکیشیائی ایجنٹ ہے جس سے زیرو لینڈ والے بھی پریشان رہتے ہیں“..... کرل مائیکل نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

”بالکل وہی۔ یقیناً تم اس سے واقفیت رکھتے ہو گے کرل مائیکل“..... کرل جیک نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”لیس چیف۔ عمران کے ساتھ ماضی میں میرا ٹکراؤ ہو چکا ہے جب میں بلیو ایجنسی میں تھا اور ایک مشن کے سلسلے میں پاکیشیا گیا تھا“..... کرل مائیکل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”چیف۔ میں بھی عمران سے ایک مرتبہ ٹکرا چکا ہوں۔ یہ زخم کا نشان اسی ٹکراؤ کی یادگار ہے“..... میجر ولسن نے مسکرا کر اپنی پیشانی

”لیس سر“..... دوسری طرف سے سیکرٹری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”میجر ولسن اور مائیکل جہاں بھی ہوں انہیں ٹریس کر کے میرے پاس بھجوا دو“..... کرل جیک نے تھکمانہ لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر اس نے نیا سگار سلگایا اور عمران کے بارے میں سوچنے لگا۔ تقریباً بیس منٹ بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو کرل جیک نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیس“..... کرل جیک نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”سر۔ میجر ولسن اور کرل مائیکل آ گئے ہیں“..... دوسری طرف سے سیکرٹری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ انہیں میرے کمرے میں بھجوا دو“..... کرل جیک نے کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلا اور دو افراد کمرے میں داخل ہوئے۔ دونوں ہی اڈیز عمر تھے۔ ان میں سے ایک کے جسم پر چاکلیٹی کلر کا سوٹ تھا اور کشادہ پیشانی پر کسی زخم کا مٹا مٹا سا نشان نظر آ رہا تھا۔ جسمانی طور پر وہ درمیانہ قامت اور ورزشی جسم کا آدمی تھا۔ اس کے ساتھ طویل قامت اور چوڑے کندھوں والا شخص تھا جس نے براؤن کلر کا سوٹ پہنا ہوا تھا اور اس کے داہنے کان کی لو کٹی ہوئی تھی۔ دونوں نے اندر آتے ہی کرل جیک کو مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔

کے پرانے زخم کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ اس کا مطلب ہے مجھے عمران کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا ہے تم لوگ اس سے کہیں زیادہ جانتے ہو اور اپنے دشمن کو یاد رکھے ہوئے ہو۔ اچھی بات ہے“..... کرنل جیک نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ییس چیف۔ آپ یہ فرمائیں کہ جنرل کنکارڈ نے کون سی ذمہ داری آپ کو سونپی ہے“..... کرنل مائیکل نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”وہ چاہتے ہیں کہ عمران اور اس کے ساتھی کم از کم چھ روز تک ایگریمیا میں داخل نہ ہوں اور اگر وہ ان چھ دنوں میں اس طرف آنے کے لئے پاکیشیا سے روانہ ہوں تو انہیں فوری طور پر ختم کر دیا جائے یا دوران سفر ان کے طیارے کو بلاسٹ کر دیا جائے“..... کرنل جیک نے سخت لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ تو کیا عمران اور اس کے ساتھیوں کا ایگریمیا میں آنے کا امکان ہے“..... میجر ولسن نے چوتھے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ کیونکہ جنرل کنکارڈ کو اندیشہ ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو کو ہمارے منصوبے کی ذرا سی بھی بجک مل گئی تو وہ کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران کو ایگریمیا بھیج دے گا اور یہ پاکیشیائی ایجنٹ ہمارے منصوبے کو ناکام بنانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے“..... کرنل جیک نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”جنرل کنکارڈ کس مشن پر کام کر رہے ہیں چیف“..... کرنل مائیکل نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

”فی الحال مجھے انہوں نے اتنا ہی بتایا ہے جو میں نے تمہیں بتا دیا ہے اور ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ عمران اور اس کے ساتھی یہاں نہ پہنچ سکیں اور اگر وہ ایگریمیا کے لئے روانہ ہوں تو انہیں پاکیشیا سے نکلنے ہی ختم کر دیا جائے“..... کرنل جیک نے انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

”ہمارے لئے کیا حکم ہے سر“..... میجر ولسن نے پوچھا۔

”فی الحال عمران پاکیشیا میں ہے۔ مجھے اسکا رٹ کی حاصل کردہ معلومات سے اتفاق نہیں ہے کہ عمران شادی کر رہا ہے۔ لہذا تم دونوں نے اپنے اپنے ماتحتوں کے ساتھ عمران کی آمد کو روکنا ہے۔ اس سلسلے میں تم کیا کر سکتے ہو یہ میں تم پر اس اعتماد کے ساتھ چھوڑتا ہوں کہ تم مجھے جنرل کنکارڈ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونے دو گے“..... کرنل جیک نے کہا۔

”رائٹ سر۔ یقیناً ہم اس مقصد کے لئے اپنی جان لڑا دیں گے مگر عمران کو ایگریمیا کے ایئر پورٹ سے باہر نہیں آنے دیں گے۔ آپ کے اعتماد پر ہم ہر حال میں پورا اتارنے کی کوشش کریں گے“..... میجر ولسن نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”ییس چیف۔ آپ بے فکر ہو جائیں۔ آپ عمران کو آج سے مردہ سمجھیں۔ عمران نے یہاں قدم رکھا تو ہم اسے دوسرا سانس نہیں

لینے دیں گے۔ البتہ میری ایک درخواست ہے“..... کرل مائیکل نے جذباتی لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ کیسی درخواست“..... کرل جیک نے چمکتے ہوئے پوچھا۔

”چیف۔ آپ جانتے ہیں کہ جب تک آدمی کو معاملہ کے متعلق مکمل طور پر علم نہ ہو تو اس سے کئی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں اور وہ اپنے فرائض درست طور پر انجام نہیں دے سکتا“..... کرل مائیکل نے کہا۔

”ہونہہ۔ تم کیا چاہتے ہو کرل“..... کرل جیک نے ہونٹ ہنپتے ہوئے پوچھا۔

”صرف یہ کہ جنرل کنکارڈ کس مشن یا پراجیکٹ پر کہاں کام کر رہے ہیں تو ہمیں اپنی ذمہ داری نبھانے میں نہ صرف آسانی رہے گی بلکہ ہم کسی ذہنی الجھن کا شکار ہوئے بغیر اپنے طور پر بہتر انداز میں کام کر سکیں گے“..... کرل مائیکل نے جواب دیتے ہوئے کہا تو کرل جیک کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ کرل مائیکل اور میجر ولسن اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہے تھے۔

”آل رائٹ۔ تمہاری بات درست ہے۔ لیکن چونکہ یہ معاملہ انتہائی حساس نوعیت کا ہے اور جنرل کنکارڈ کی جانب سے سختی کے ساتھ مجھے تاکید کی گئی ہے کہ اسے کسی صورت میں بھی لیک آؤٹ نہیں ہونا چاہئے اس لئے مجھے ان سے پہلے بات کر کے اجازت

لیتا ہو گی“..... کرل جیک نے کہا اور فون کا رسیور اٹھا کر نمبر پر لیس کرنے لگا۔

”لیس سر“..... دوسری طرف سے اس کی پرسنل سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”جنرل کنکارڈ سے بات کراؤ“..... کرل جیک نے حکمانہ لہجے میں کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

مشن کے بارے میں سمجھا دیا تھا اور اب وہ ایکسٹو کے مقامی ایجنٹ براؤن کے ٹھکانے پر جا رہے تھے جو ٹکنٹن کے جنوبی حصے میں رہتا تھا۔

ٹیکسی میں سفر کے دوران وہ دونوں مقامات رہے اور آپس میں بات چیت کرنے سے بھی گریز کیا۔ منزل کے قریب پہنچ کر صفدر نے ٹیکسی رکوائی اور بل ادا کر کے ٹیکسی چھوڑ دی۔ پھر وہ پیدل چلتے ہوئے تیس چالیس قدم کے فاصلے پر واقع اس عمارت میں پہنچے جس میں براؤن کا فلیٹ تھا۔ وہ دونوں لفٹ کے ذریعے تھرڈ فلور پر واقع فلیٹ نمبر سترہ کے دروازے پر پہنچے تو صفدر نے کال بیل کا بٹن پریس کیا اور جواب میں چند ہی لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا براؤن ہی تھا جسے صفدر پہلے بھی دو تین مرتبہ دیکھ چکا تھا لیکن براؤن انہیں میک اپ کے سبب فوری طور پر نہ پہچان سکا۔

”جی فرمائیے“..... براؤن نے صفدر کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”عالمًا آپ نے صرف ایک ابر دیکھا ہے“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا تو براؤن بے اختیار چونک پڑا کیونکہ اس کا اصل نام ابراہیم تھا۔

”اوہ۔ آئیے۔ آئیے۔ میں آپ ہی کا منتظر تھا“..... براؤن نے تیزی سے کہا اور پیچھے ہٹ گیا۔ صفدر اور جولیا اندر آ گئے تو

صفدر اور جولیا نے ایئر پورٹ سے باہر آ کر ٹیکسی انگیج کی اور اس میں بیٹھ کر شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ دونوں میک اپ میں تھے اور موجودہ شکلوں میں ایکریٹین لگ رہے تھے۔ ان کے پاس گرینٹ لینڈ کے پاسپورٹ تھے۔ انہیں گزشتہ رات ساڑھے نو بجے ایکسٹو کی طرف سے احکامات ملے تھے اور گیارہ بجے وہ ایئر پورٹ پہنچے تو جوزف وہاں ان کا منتظر تھا جس نے ان کے کاغذات اور کٹ ان کے حوالے کئے اور انہوں نے پاکیشیائی پاسپورٹوں پر گرینٹ لینڈ کے دارالحکومت تک سفر کیا۔ وہاں انہوں نے ایکسٹو کے مقامی ایجنٹ کے فلیٹ پر پہنچ کر گرینٹ لینڈ کے پاسپورٹس کے مطابق نئے میک اپ کئے۔ مقامی ایجنٹ نے ان کے لئے پہلے ہی ایکریٹین ایئر لائنز کی فلائٹ کے کٹ لے رکھے تھے۔ چنانچہ وہاں سے دو گھنٹے بعد وہ ایکریٹینا روانہ ہو گئے۔ ایکسٹو نے انہیں ان کے

براؤن نے دروازہ لاک کیا اور چند لمحوں بعد وہ تینوں ڈرائیونگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

”مجھے چیف نے آپ دونوں کی آمد کی اطلاع دے دی تھی۔

البتہ آپ کا حلیہ نہیں بتایا تھا“..... براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہم نے یہ میک اپ سفر کے دوران کیا ہے اور اب ہمیں

مقامی میک اپ کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ ہمیں لباس بھی چاہئیں۔“

صفر نے کہا تو براؤن اٹھ کھڑا ہوا۔

”سب انتظام کر رکھا ہے میں نے۔ پہلے آپ لُنج کر لیں۔“

براؤن نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ

صفر اور جولیا کے لئے چند سوٹ لے آیا۔ غالباً ایکسٹو نے ہی

اسے صفر اور جولیا کے لئے تمام انتظامات کرنے کا حکم دیا تھا۔

صفر اور جولیا نے جب وہ سوٹ پہننے تو وہ بالکل فٹ تھے۔ لُنج کے

بعد صفر اور جولیا نے اپنی شکلوں میں تبدیلی کی اور میک اپ کرنے

کے بعد انکریبین رکھائی دینے لگے۔

”یہ بتاؤ کہ اسکارٹ کے بارے میں مزید کیا معلومات حاصل

ہوئی ہیں“..... صفر نے براؤن سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”کیپٹن اسکارٹ کا تعلق زیرو ایجنسی سے ہے۔ یہ ایجنسی صرف

انکریبیا کے صدر کو جواب دہ ہے اور صدر کے احکامات کی پابند

ہے۔ اس ایجنسی کو انتہائی حساس معاملات کے لئے استعمال کیا جاتا

ہے۔ ایجنسی کا سربراہ کرنل جیک ہے جو پچاس برس تک دوسری

سرکاری ایجنسیوں میں خدمات انجام دیتا رہا ہے۔ زیرو ایجنسی میں

دوسرے خفیہ اداروں کے ایسے افراد کو شامل کیا گیا ہے جو انتہائی

تجربہ کار اور نامور ہیں۔ حکومت کا کوئی ادارہ یا بڑے سے بڑا

عہدیدار بھی صدر کی اجازت اور منظوری کے بغیر زیرو ایجنسی سے

کام نہیں لے سکتا۔ زیرو ایجنسی کے ہیڈ کوارٹر کا علم بھی صرف ایجنسی

کے ممبران کو ہے۔ دوسری ایجنسیوں کو زیرو ایجنسی کے معاملات میں

داخلی لینے اور دخل اندازی کرنے کی اجازت نہیں ہے“..... براؤن

نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا تو صفر نے اثبات میں سر

ہلا دیا۔

”کارپس کی مگرانی سے کوئی نئی بات سامنے آئی ہے“..... جولیا

نے پوچھا۔

”نہیں مس جولیا۔ گزشتہ رات سے وہ اب تک ہوٹل سے باہر

نہیں گیا۔ اس کی رہائش بھی ہوٹل میں ہی ہے۔ گزشتہ رات ایک

بچے کے قریب ایک لڑکی اس کے کمرے سے رخصت ہوئی تھی جس

کا اسکارٹ کے قایت تک تعاقب کیا گیا۔ اس لڑکی کا نام میکی ہے

اور وہ بھی زیرو ایجنسی کی ممبر ہے۔ اس نے بقیہ رات اسکارٹ کے

قلبت میں گزاری تھی۔ صبح ناشتے کے بعد وہ اپنے قلیت پر چلی گئی

اور اب تک وہیں ہے“..... براؤن نے مودبانہ لہجے میں کہا کیونکہ

اسے جولیا کی حیثیت کا علم تھا کہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ڈپٹی

چیف ہے۔

”صفدر۔ تم چیف سے رابطہ قائم کر کے بات کر لو“..... جولیا نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”زیرو فور ٹرانسمیٹر لاؤ“..... صفدر نے براؤن سے مخاطب ہو کر کہا تو وہ اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا اور چند لمحوں بعد وہ لاگ ریج ٹرانسمیٹر لے آیا۔ صفدر نے ٹرانسمیٹر پر ایکسٹو کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو چیف۔ صفدر کالنگ۔ اور“..... صفدر نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”ہیس۔ ایکسٹو انڈنگ یو۔ اور“..... دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی تو صفدر نے ایکسٹو کو اپنے یہاں پہنچنے اور براؤن سے حاصل ہونے والی معلومات کے بارے میں بتا دیا اور پھر ایکسٹو نے اسے چند ہدایات دیں۔

”یہ ذہن میں رکھنا کہ تمہیں ہر حال میں آج شام تک مجھے فائل رپورٹ دینی ہے کیونکہ وقت کم ہے اور صرف دو دن باقی ہیں اور ان دو دنوں میں ہی ہم نے زیرو ایجنسی کے پلان کو نارگٹ بنانا ہے۔ اور“..... ایکسٹو نے سخت لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ اللہ نے چاہا تو شام تک ہم مطلوبہ معلومات حاصل کر لیں گے۔ اور“..... صفدر نے پر عزم لہجے میں کہا۔

”مگڈ۔ مجھے یقین ہے کہ جولیا اور تم اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاؤ گے اور اپنی حفاظت بھی بخوبی کرو گے۔ تمہاری

رپورٹ ملتے ہی بقیہ ٹیم ایکشن کے لئے وہاں پہنچ جائے گی۔ اور اینڈ آل“..... ایکسٹو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صفدر نے بھی ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”مسٹر براؤن۔ گاڑی کا انتظام ہے تمہارے پاس“..... صفدر نے براؤن سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”جی ہاں۔ بلڈنگ کے باہر فٹ پاتھ کے ساتھ نئے ماڈل کی گاڑی کھڑی ہے“..... براؤن نے جب سے کار کی چابی نکالتے ہوئے کہا اور پھر چابی صفدر کی طرف بڑھا دی۔ ساتھ ہی اس نے کار کا نمبر، ماڈل اور رنگ بھی بتا دیا۔

”دو ریوالور بھی لا دو۔ اگر ان پر سائیکلر فٹ ہو تو بہتر ہے۔“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا تو براؤن دوسرے کمرے سے دو ریوالور لے آیا۔ جب صفدر اور جولیا اٹھے اور دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ دو منٹ بعد وہ دونوں سفید رنگ کی کپڑا لاک میں سڑ کر رہے تھے۔ جولیا عقبی سیٹ پر تھی اور صفدر ڈرائیونگ سیٹ پر تھا۔ دس منٹ بعد وہ شہر کے وسطی حصے میں پہنچے اور چند سڑکوں پر گھومنے کے بعد آرچر روڈ پر پہنچ گئے۔ اسی سڑک پر زیرو ایجنسی کی ممبر میگی کا فلیٹ تھا۔ چند لمحوں بعد صفدر نے گیارہ منزلہ عمارت کے گیٹ کے باہر پارکنگ میں کار روکی اور انجن بند کر دیا۔ پھر وہ جولیا کے ساتھ کار سے اتر کر بلڈنگ میں داخل ہو گیا جس کے گراؤنڈ فلور پر شاہیں تھیں۔

جھک کر نیچے والا فلیٹ ہمارا ہے“..... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا تو
مکی چوک پڑی اور جولیا کو غور سے دیکھنے لگی۔

”آئیے“..... مکی نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا تو صفدر اور جولیا
اندھ آ گئے اور مکی نے دروازہ بند کر دیا اور پھر وہ انہیں پیچھے آنے
کا اشارہ کرتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ تین کمروں کا
فلیٹ تھا۔ مکی پہلے کمرے میں داخل ہوئی جو ڈرائنگ روم کے
انداز میں سجا ہوا تھا۔ اندھ آ کر مکی نے صفدر اور جولیا کی طرف
دیکھتے ہوئے صوفوں کی طرف اشارہ کیا۔

”آپ لوگ بیٹھیں میں ڈریس چینج کر کے آتی ہوں“..... مکی
نے مسکراتے ہوئے کہا تو صفدر اور جولیا آٹے سانسے صوفوں پر بیٹھ
گئے اور مکی ڈرائنگ روم سے نکل گئی۔ جولیا اس کی آنکھوں سے
اندازہ لگا چکی تھی کہ وہ کسی الجھن کا شکار ہے۔ ظاہر ہے مکی کا
تعلق ایک سیکرٹ ایجنسی سے تھا اور سیکرٹ ایجنٹ اجنبیوں کے اس
طرح آٹے سے فوری طور پر مطمئن نہیں ہوتے۔ چنانچہ مکی کے
باہر نکلنے ہی جولیا، صفدر کو مخصوص اشارہ کرتے ہوئے اٹھی اور تیزی
سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ دروازے میں آ کر اس نے
بائیں جانب جھانکا تو تیسرے کمرے کا دروازہ بند تھا جبکہ اندر
آتے وقت جولیا نے اس دروازے کو کھلا دیکھا تھا۔ جولیا باہر آئی
اور دبے پاؤں اس کمرے کی طرف بڑھنے لگی جس کے سامنے
والے کمرے کا دروازہ پہلے کی طرح کھلا ہوا تھا۔ قریب آ کر اس

مکی کا فلیٹ ساتویں منزل پر تھا اس لئے انہیں لفٹ استعمال
کرنا پڑی۔ چند لمحوں بعد لفٹ ساتویں فلور پر رکی تو وہ دونوں باہر آ
گئے۔ راہداری میں دو افراد بائیں جانب سے دائیں جانب بڑھ
رہے تھے۔ ان کے علاوہ وہاں کوئی اور نہ تھا۔ جولیا اور صفدر بائیں
جانب فلیٹوں کے نمبر دیکھتے ہوئے چلنے لگے۔ وہ دونوں افراد
راہداری کے اختتام پر واقع میز میاں اترنے لگے تو صفدر اور جولیا
واپس چلے اور دائیں ہاتھ کے تیسرے فلیٹ کے دروازے پر پہنچ
گئے۔ براؤن کے بتائے ہوئے نمبر کے مطابق وہ مکی کا ہی فلیٹ
تھا جس میں وہ رہتا تھا۔ مکی جبکہ اس کے والدین کا گھر ناراک میں
تھا۔ فلیٹ کا دروازہ بند تھا۔ صفدر نے کال بیل کا بٹن پریس کیا تو
چند لمحوں بعد ہی دروازے کی دوسری جانب سے قدموں کی آہٹیں
اُبھرنے لگیں۔

”کون ہے“..... جلد ہی اندر سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔
”فلورا ہوں مکی“..... جولیا نے انکریٹین لہجے میں کہا تو دروازہ
کھل گیا۔ اندر ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی مختصر لباس پہنے کھڑی
تھی۔ اس نے صفدر اور جولیا کو حیرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔
”ہیلو مس مکی“..... جولیا نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے
ہوئے مسکرا کر کہا تو لڑکی نے جولیا سے ہاتھ ملایا۔

”آپ دونوں کون ہیں“..... لڑکی نے پوچھا جو مکی ہی تھی۔
”میں فلورا ہوں اور یہ میرے بھائی راہٹ ہیں۔ آپ کے

نے پہلے کھلے دروازے کی سائیڈ میں رکتے ہوئے چہرہ آگے بڑھا کر اندر جھانکا۔ وہ بیڈ روم تھا لیکن اس میں کوئی نہ تھا۔ تب جولیا دبے پاؤں دوسرے کمرے کے بند دروازے کے پاس آئی جو لاک نہیں تھا اور اس میں باریک سی جھری تھی۔ جولیا نے جھک کر کی ہول سے آنکھ لگائی تو سامنے کپڑوں کی الماری کے پاس کھڑی میگی لباس تبدیل کر چکی تھی اور شرٹ کے بٹن بند کر رہی تھی۔ پھر اس نے الماری کی سائیڈ میں رکھی میز پر موجود ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پر پریس کرنے لگی۔ اس کے انداز میں تیزی نمایاں تھی۔ جولیا کو یقین ہو گیا کہ وہ کسی کو ان دونوں کے بارے میں فون کر رہی ہے۔ چنانچہ جولیا نے پھرتی سے اپنے پرس میں رکھا ریوالور نکالا اور تیزی سے دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو گئی تو میگی نے جلدی سے پلٹ پر جولیا کی طرف دیکھا اور بے اختیار اچھل پڑی۔ جولیا کے ریوالور کا رخ اسی کی جانب تھا۔

”اوہ۔ کیا مطلب“..... میگی نے رسیور کان سے ہٹاتے ہوئے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”رسیور کریڈل پر رکھ دو ورنہ سینے میں سوراخ کر دوں گی۔“ جولیا نے انتہائی سرد لہجے میں کہا اور اس کی آواز میں پوشیدہ سفاکی محسوس کر کے میگی نے فوراً رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ جولیا قدم بڑھا کر اس کے قریب آ گئی۔

”میں سمجھی نہیں۔ کیا چاہتی ہو تم“..... میگی نے خود کو سنبھالتے

ہوئے غصے سے پوچھا۔

”پہلے ہاتھ بلند کر لو پھر سمجھا دوں گی“..... جولیا نے سخت لہجے میں کہا تو میگی نے ہونٹ چباتے ہوئے ہاتھ بلند کر لئے۔

”تم کے فون کر رہی تھیں“..... جولیا نے سخت لہجے میں پوچھا۔
”قریبی ریسٹورنٹ کو اپنے اور تمہارے لئے کھانے کا آرڈر دے رہی تھی۔ میں گھر میں کچھ نہیں بناتی“..... میگی نے منہ بنا کر کہا۔

”تھینک یو۔ ہمیں کسی چیز کی طلب نہیں۔ سوائے تمہارے۔“ جولیا نے خشک لہجے میں کہا اور اسی لمحے صفدر ہاتھ میں ریوالور لئے اندر آ گیا۔ اسے دیکھ کر میگی ایک مرتبہ پھر خوفزدہ نظر آنے لگی۔ صفدر نے قریب آ کر میگی پر ریوالور تان لیا۔

”راہٹ۔ میگی ہمارے لئے ریسٹورنٹ سے کھانا منگوا رہی تھی لیکن میں نے فون بند کر دیا“..... جولیا نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا تو صفدر نے میز کے قریب آ کر فون کا رسیور اٹھایا تو سکرین پر ڈائلڈ نمبر نمودار ہو گئے۔ صفدر وہ نمبر دیکھ کر مسکرایا اور رسیور رکھ کر میگی کی طرف دیکھنے لگا۔

”مس میگی اچھی میزبان ہے کہ ہم سے پوچھے بغیر ہی ریسٹورنٹ کو آرڈر دینے لگی تھی“..... صفدر نے میگی کو گھورتے ہوئے کہا۔

”تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو“..... میگی نے خوفزدہ لہجے

”اسکارٹ نے کس کے حکم پر کارپس کے ذریعے پاکیشیائی ایجنٹ عمران کے بارے میں معلومات حاصل کیں“..... صفدر نے ایک قدم پیچھے ہٹے ہوئے پوچھا تو میگی نے چوتھے ہوئے صفدر کی طرف دیکھا۔

”نک۔ کیا تم پاکیشیائی ہو“..... میگی نے دہشت زدہ لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ لیکن تم صرف میرے سوالوں کا جواب دو“..... صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اس کے لئے اسکارٹ کو چیف نے حکم دیا تھا“..... میگی نے سر جھکا کر آہستہ سے کہا۔

”کیوں۔ چیف کو کیا ضرورت تھی“..... جولیا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”چیف نے اسے وجہ نہیں بتائی اس لئے اسکارٹ نے مجھے بھی نہیں بتایا“..... میگی نے جواب دیا۔

”ہو سکتا ہے اسکارٹ نے دانستہ تمہیں نہ بتایا ہو“..... جولیا نے کہا۔

”شاید۔ بہر حال مجھے علم نہیں ہے۔ میں کل سے چھٹی پر ہوں۔“ میگی نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”زیرو ایجنسی کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے“..... صفدر نے پوچھا۔

”ہیڈ کوارٹر کا علم صرف سینئر ممبرز کو ہے۔ جونیئرز کو سینئرز ذیل

میں پوچھا۔
”پہلے یہ بتاؤ کہ تم کیپٹن اسکارٹ کو کیوں فون کر رہی تھیں۔“

صفدر نے سخت لہجے میں پوچھا تو میگی بے اختیار اچھل پڑی۔
”کون اسکارٹ۔ میں تو ریسٹورنٹ“..... میگی نے سنبھل کر کہا۔

”شٹ اپ۔ تم نے رات کیپٹن اسکارٹ کے پاس مزاری ہے پھر بھی کیپٹن اسکارٹ سے انجان بننے کی کوشش کر رہی ہو“۔ صفدر نے غراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تم۔ تم کون ہو۔ تمہیں کس نے بتایا ہے“..... میگی نے حیرت مبرے لہجے میں پوچھا۔

”اور نو بجے سے بارہ بجے کا وقت تم نے کارپس کے پاس گزارا تھا“..... جولیا نے اسے گھورتے ہوئے طعنے لہجے میں کہا تو

میگی کا چہرہ خوف سے زرد پڑ گیا۔

”ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ تم زیرو ایجنسی کی ممبر ہو۔ لہذا تمہاری غلط بیانی تمہاری جان لے سکتی ہے اس لئے تم سے جو کچھ پوچھا

جائے اس کا درست جواب دو۔ سائیکس کے بارے میں تمہیں یقیناً علم ہو گا کہ اس سے فائر کی آواز پیدا نہیں ہوتی اس لئے تمہارے

مرنے کا بالکل پتہ بھی نہیں چلے گا“..... صفدر نے ریوالور کی نال میگی کے سر سے لگاتے ہوئے کہا۔

”ت۔ ت۔ ت۔ تم۔ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو“..... میگی نے خوف سے ہٹکتاتے ہوئے کہا۔

کرتے ہیں اور ان کا رابطہ ہیڈ کوارٹر سے صرف فون پر رہتا ہے۔ میں بھی جوئیر ہوں اور مجھے کیپٹن اسکارٹ کے توسط سے احکامات ملتے ہیں..... میگی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جسٹ مت بولو میگی۔ اگر ہیڈ کوارٹر میں تمہارا آنا جانا نہیں ہے تو پھر بھی یہ ممکن نہیں کہ تم اس کے ایڈریس سے بھی بے خبر ہو گی۔ کیپٹن اسکارٹ کے ساتھ تمہارے خفیہ تعلقات ہیں اور تم نے اسے اپنے حسن کا دیوانہ بنا رکھا ہے تو یقیناً تم نے اس سے ہیڈ کوارٹر کا ایڈریس معلوم کیا ہو گا“..... جولیا نے زہریلے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن مجھے کبھی ضرورت ہی نہیں پڑی کہ اس سے ہیڈ کوارٹر کا ایڈریس پوچھوں“..... میگی نے جولیا کو گھورتے ہوئے کہا۔

”تم نے ابھی اسکارٹ کو فون کیا تھا۔ کیا وہ اپنے فلیٹ پر موجود ہے“..... جولیا نے پوچھا۔

”معلوم نہیں۔ ابھی اسکارٹ نے رسیور نہیں اٹھایا تھا کہ تم نے فون بند کر دیا“..... میگی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اگر اسکارٹ اپنے فلیٹ پر موجود ہے تو تم اسے دوبارہ کال کرو“..... صفدر نے کہا۔

”شاید وہ وہاں نہیں ہے ورنہ میرے فون بند کر دینے کے بعد اسکرین پر میرا نمبر دیکھ کر وہ مجھے ضرور فون کرتا کہ میں نے اسے

فون کیوں کیا تھا“..... میگی نے کہا۔

”آخری بات بتاؤ کہ تمہارے چیف نے صرف اسکارٹ کو کیوں علی عمران کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ کیا اسکارٹ سے زیادہ سینئر ممبرز ایجنسی میں موجود نہیں ہیں“..... صفدر نے پوچھا۔

”مجھے معلوم نہیں کہ چیف نے ایسا کیوں کیا جبکہ ایجنسی میں اسکارٹ سے زیادہ اہم اور تجربہ کار ممبرز موجود ہیں“..... میگی نے جواب دیا۔

”چند ایک کے نام بتاؤ جنہیں تمہارا چیف زیادہ اہمیت دیتا ہے“..... صفدر نے کہا۔

”کرنل مائیکل اور میجر ولسن کے بارے میں مجھے اسکارٹ نے بتایا تھا کہ چیف انتہائی اہم کاموں کے لئے ان کا انتخاب کرتا ہے اور انہیں دوسرے ممبرز پر ترجیح دیتا ہے۔ وہ دونوں چیف کے ہمراہ پہلے دوسری ایجنسی میں کام کرتے رہے ہیں“..... میگی نے جواب دیا۔

”اسکارٹ کے موبائل فون کا نمبر بتاؤ۔ میں اس سے بات کرتا ہوں“..... صفدر نے اپنی جیب سے موبائل فون نکالتے ہوئے کہا تو میگی نے اسے موبائل نمبر بتا دیا اور ٹھیک اسی لمبے میز پر رکھے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ تینوں چونک پڑے۔ صفدر نے میز کے قریب جا کر سکرین پر نگاہ ڈالی تو اسکارٹ کے نمبر سے ہی کال آ رہی

تھی۔

”اسکارٹ کا فون ہے۔ انڈ کرو لیکن تم نے اسے ہمارے بارے میں بتانے یا خطرے کا سگنل دینے کی کوشش کی تو کھوپڑی میں سوراخ کر ڈالوں گا“..... صفدر نے درندگی آمیز لہجے میں کہا۔

”ظہرو۔ میں بات کرتی ہوں۔ تم میگی کو کنٹرول کرو“..... جولیا نے جلدی سے کہا اور آگے بڑھ کر فون کا رسیور اٹھا لیا۔

”ہیلو۔ میگی بول رہی ہو“..... جولیا نے میگی کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”کیا بات ہے سوئی۔ تم نے فون کیا تھا۔ خیریت تو ہے۔“

دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”ہاں ڈیئر۔ تم نے کال انڈ نہیں کی تو میں نے فون بند کر دیا۔ کہیں گئے ہوئے تھے کیا“..... جولیا نے پوچھا۔

”ہیڈ کوارٹر گیا ہوا تھا۔ ابھی واپس آیا ہوں“..... دوسری طرف سے اسکارٹ نے کہا تو جولیا چونک پڑی۔

”اوہ۔ خیریت تھی“..... جولیا نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

”تمہیں معلوم ہے چیف ہمیشہ کسی خاص وجہ سے ہی طلب کرتا ہے ورنہ فون پر ہی ہدایات دے دیتا ہے“..... اسکارٹ نے ہنستے ہوئے کہا تو جولیا نے صفدر کی طرف دیکھا تو صفدر نے اسے آئی کڈ میں اشارہ کر دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم مصروف ہو چکے ہو حالانکہ میں سوچ

رہی تھی کہ تمہارے ساتھ لُچ کروں گی۔ اسی لئے تمہیں فون کیا تھا۔ کیا تم نے لُچ کر لیا ہے“..... جولیا نے پوچھا۔ میگی اسے اپنی آواز میں بات کرتے دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔

”نہیں۔ امیر جی جانا پڑا تھا اس لئے لُچ کئے بغیر ہی چلا گیا۔ بہر حال تم آ جاؤ۔ میں دو گھنٹے کے لئے فارغ ہوں“..... دوسری طرف سے اسکارٹ نے ہنستے ہوئے کہا۔

”آل رائٹ۔ میں آ رہی ہوں“..... جولیا نے کہا اور فوراً ہی رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

”تم۔ تم کون ہو“..... میگی نے جولیا کی طرف دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا تو جولیا نے جواب دینے کی بجائے ریوالور کا رخ اس کے سینے کی طرف کر کے صفدر کو مخصوص اشارہ کر دیا۔ صفدر نے فوراً ہی میگی کے سر سے ریوالور کی نال ہٹا لی اور اس کے سر پر ریوالور کا دستہ مار دیا۔ میگی کراہتی ہوئی لڑکھائی اور فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ اس کے بیس منٹ بعد صفدر اور جولیا اپنی کار میں بیٹھے اسکارٹ کے فلیٹ کی طرف جا رہے تھے۔ جولیا عقبی سیٹ پر بیٹھی تھی لیکن اب وہ میگی کے میک اپ میں تھی اور اس کے جسم پر میگی کا لباس موجود تھا۔ وقت کی کمی کے سبب انہوں نے میگی کی گاڑی کی تلاش کرنے میں وقت ضائع نہیں کیا تھا جس کی چابی میگی کے بیڈ کے سرہانے پڑی تھی۔ اسکارٹ کا فلیٹ بہرنگ اسٹریٹ پر تھا جس کا ایڈریس انہیں براؤن نے بتایا تھا۔

دس منٹ بعد جولیا اور صفدر اسکارٹ کے فلیٹ پر پہنچ گئے جو ایک عمارت کے تھڑے فلور پر تھا۔ صفدر قریبی فلیٹ کے دروازے کے پاس کھڑا ہو گیا جبکہ جولیا نے اسکارٹ کے فلیٹ کے دروازے پر رک کر کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ چند لمحوں بعد اندر سے قدموں کی آہٹیں سنائی دیں تو جولیا نے صفدر کو اشارہ کیا اور وہ جیب میں ہاتھ ڈالے قریب آ کر دروازے کی سائینڈ سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا ایک دروازہ قامت شخص تھا۔ اس کی عمر چالیس کے لگ بھگ تھی اور اس نے صرف ایک پتلون پہن رکھی تھی۔ جولیا نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ براؤن کے بتائے ہوئے حلیے کے مطابق وہ اسکارٹ ہی تھا۔

”اوہ۔ بڑی دیر لگا دی آنے میں۔ آؤ.....“ اسکارٹ نے مسکراتے ہوئے کہا اور پیچھے ہٹ گیا تو جولیا اندر آئی اور اسی لمحے صفدر نے جلدی سے بڑھ کر اسکارٹ کے سینے پر ریوالور کی نال رکھ دی اور اسکارٹ بے اختیار اچھل پڑا۔

”پیچھے ہٹو.....“ صفدر نے سرد لہجے میں کہا اور ریوالور کی نال سے اسے پیچھے دھکیلتا ہوا اندر آ گیا۔ جولیا، اسکارٹ کے عقب میں پہنچ چکی تھی۔

”ہاتھ بلند کر لو ورنہ سینے میں گولی اتار دوں گا“..... صفدر نے غراتے ہوئے کہا اور دوسرا ہاتھ پیچھے کر کے دروازہ بند کر دیا۔

”اوہ۔ یہ کون ہے مگی.....“ اسکارٹ نے سنبھل کر ہاتھ بلند

کرتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور پلٹ کر پیچھے دیکھا تو اسے حیرت کا دوسرا جھٹکا لگا۔ جولیا کے ہاتھ میں بھی ریوالور نظر آ رہا تھا جس کا رخ اسکارٹ کی طرف تھا۔

”اسی سے پوچھو ورنہ گولی سے سمجھ اڑا دوں گی“..... جولیا نے غراتے ہوئے کہا اور اس کی آواز سن کر اسکارٹ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ جولیا نے اپنے اصل لہجے میں بات کی تھی۔

”تم۔ تم مگی نہیں ہو“..... اسکارٹ نے بوکھلاہٹ آمیز لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ مگر تم اندر چلو۔ بیٹھ کر باتیں کریں گے“..... جولیا نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا تو اسکارٹ نے جولیا کو غصے سے گھورا اور کمر کی طرف چل دیا۔ یہ چار پانچ کمرؤں کا فلیٹ تھا اور بائیں جانب کے پہلے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ صفدر، اسکارٹ کے پیچھے تھا جبکہ جولیا، اسکارٹ کے بائیں جانب چل رہی تھی۔ اسکارٹ دونوں کے ریوالوروں کی زد میں چلتا ہوا پہلے کمرے میں داخل ہو گیا۔ یہ ایک شاندار ڈرائینگ روم تھا۔ اسکارٹ صوفوں کے پاس پہنچ کر رکا اور مرکز صفدر کی طرف دیکھنے لگا۔

”مگی کہاں ہے۔ کیا فون پر تم نے بات کی تھی“..... اسکارٹ نے جولیا کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ مگی نے کی تھی۔ مگر میرے حکم پر“..... جولیا نے سخت لہجے میں کہا۔

”مگر کیوں۔ تم دونوں کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟“..... اسکاٹ نے جولیا کو گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

”کیپٹن اسکاٹ۔ میگی اور تم سے ہمیں کچھ معلومات درکار ہیں۔ میگی نے بتانے سے انکار کر دیا جس کے نتیجے میں وہ لاش میں تبدیل ہو گئی ہے۔ اب اگر تم بھی انکار کرو گے تو تمہیں ختم کر کے ہمیں کرنل مائیکل یا میجر ولسن تک پہنچنا پڑے گا۔ اب تم بتاؤ۔ کیا تم میرے سوالوں کے جواب دینے کے لئے تیار ہو؟“..... صفدر نے اسکاٹ کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہا۔

”کیا۔ کیا تم نے میگی کو قتل کر دیا ہے؟“..... اسکاٹ نے حیرت سے منہ پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ صرف اس کی پیشانی میں بے آواز ریوالور سے سوراخ کیا تھا۔ باقی کام گولی نے ہی کیا تھا“..... صفدر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟“..... اسکاٹ نے بے بسی سے دانت پیستے ہوئے پوچھا۔

”تمہیں تمہارے چیف نے کیوں اور کس مقصد کے لئے ہیڈ کوارٹر طلب کیا تھا؟“..... صفدر نے پوچھا۔

”کون سا چیف اور کون سا ہیڈ کوارٹر۔ میں کچھ نہیں جانتا۔“ اسکاٹ نے سر جھٹکتے ہوئے جواب دیا۔

”زیردہ ایجنسی کا ہیڈ کوارٹر جس کا چیف کرنل جیک ہے؟“..... صفدر

نے سخت لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ تمہیں کسی نے غلط بتایا ہے کہ میرا زیردہ ایجنسی سے کوئی تعلق ہے؟“..... اسکاٹ نے چمکتے ہوئے کہا۔

”انجان بننے کی کوشش مت کرو کیپٹن اسکاٹ۔ میرے پاس صرف چند منٹ ہیں۔ میرے سوالوں کا جواب دینے سے تمہارے چیف کو پتہ بھی نہیں چلے گا کیونکہ ہمارے پاس اور ذرائع بھی ہیں جن سے ہم مطلوبہ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ البتہ تم نے تعاون نہ کیا تو تمہیں زندگی سے محروم ہونا پڑے گا“..... صفدر نے سخت لہجے میں کہا۔

”تم باہر کا دروازہ لاک کر آؤ“..... صفدر نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا تو وہ پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ ٹھیک اسی لمحے اسکاٹ کا دایاں پاؤں حرکت میں آیا اس کی ٹھوک صفدر کے ریوالور پر پڑی اور صفدر کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور جا گرا۔ اس کے ساتھ ہی اسکاٹ نے صفدر پر چھلانگ لگا دی۔ صفدر کو اسکاٹ سے اس حملے کی توقع نہیں تھی۔ وہ لٹکڑاتا ہوا پشت کے بل قالین پر گرا اور اسکاٹ اس کے سینے پر چڑھ گیا لیکن صفدر نے فوراً ہی کروٹ لی اور اسکاٹ اس کے سینے سے لڑھک کر نیچے گر گیا۔ صفدر اچھل کر کھڑا ہوا اور اسکاٹ بھی پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

صفدر نے تیزی سے بڑھ کر اسکاٹ کے منہ پر زور دار مکا مارا تو اسکاٹ لٹکڑاتا ہوا عقب سے یوار سے جا لکرایا۔ صفدر نے بجلی

چیتے ہوئے کہا تو صفدر کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے جولیہ کے ریوالور کا رخ اسکاٹ کی طرف دیکھ کر فرش پر ایک جانب پڑا اپنا ریوالور اٹھا لیا۔ اسکاٹ کے خون آلود چہرے پر کرب آمیز تاثرات تھے اور وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ صفدر نے اپنے ریوالور کا رخ اسکاٹ کی طرف کیا اور اس سے مطلوبہ معلومات حاصل کرنے لگا۔

کی سی تیزی سے آگے بڑھ کر اسکاٹ کے پیٹ میں ٹھوکر ماری تو اسکاٹ کراہتا ہوا پیٹ پر ہاتھ رکھے فرش پر بیٹھتا چلا گیا۔ اسی لمحے جولیہ واپس اندر آئی اور اس نے اسکاٹ کی طرف ریوالور کا رخ کیا ہی تھا کہ صفدر نے پلٹ کر جولیہ کی طرف دیکھا اور اس کی توجہ بہتے ہی اسکاٹ نے بیٹھے بیٹھے صفدر پر چٹانگ لگا دی۔ صفدر پیچھے کی جانب لڑکھڑایا لیکن اس نے فوراً ہی خود کو سنبھالا اور پھرتی سے اسکاٹ کے چہرے پر فلانگ لگ کر ماری۔ اسکاٹ کے منہ سے تیز کراہ نکلی اور اس نے پیچھے بہتے ہوئے اپنے جیزے پر ہاتھ رکھ لیا۔

صفدر نے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر اسکاٹ کے پیٹ میں لات ماری اور اسکاٹ پیٹ پر ہاتھ رکھے جھکا ہی تھا کہ صفدر نے اپنے دائیں پاؤں کو حرکت دی اور ٹھوکر اسکاٹ کی غوڑی پر پڑی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ صفدر نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسکاٹ کا بازو گرفت میں لیا اور مخصوص انداز میں جھکا دیا تو اسکاٹ کے حلق سے دبی دبی سی کر بناک چیخ نکلی اور وہ اپنا ہاتھ مے فرش پر بیٹھتا چلا گیا۔ اس کا بازو شانے سے اتر گیا تھا۔

”اے...“ کہہ کر دو۔ دیر ہو رہی ہے“... صفدر نے جولیہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تھہرو۔ تھہرو۔ بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں“... اسکاٹ نے یکدم

عمران اس وقت انگریزوں کے سابقہ دارالحکومت ناراک میں موجود تھا۔ ونگٹن سے ایکسٹو کے مقامی ایجنٹ براؤن کی رپورٹ ملنے ہی وہ دانش منزل پہنچا تھا۔ وہاں سے اس نے ایکسٹو کی حیثیت سے صدر اور جولیا کو فون پر روانگی اور ان کے مشن کے سلسلے میں ہدایات دی تھیں اور ان دونوں کی روانگی کے صرف ایک گھنٹہ بعد وہ چوہان، صدیقی اور تنویر کے ساتھ گلف ایئر لائن کی فلائٹ سے عرب امارات کے دارالحکومت سے روانہ ہو گیا تھا۔

اب عمران اپنے رہائشی ہوٹل کے کمرے میں بیٹھا جولیا اور صدر کی رپورٹ کا انتظار کر رہا تھا۔ کمرے میں تنویر، چوہان اور صدیقی موجود تھے جو بچ کے بعد عمران کے بلانے پر اس کے کمرے میں آ گئے تھے۔ جولیا اور صدر کو تنہا بھیجے کا فیصلہ عمران کو اس لئے کرنا پڑا کہ زیرو ایجنسی عمران کی ونگٹن میں آمد روکنا چاہتی تھی اور عمران

جانتا تھا کہ انہوں نے ایئر پورٹ پر اسے ٹریس کرنے کے لئے نہ صرف بے شمار افراد کو تعینات کر رکھا ہو گا بلکہ ایسے ایسے حساس آلات بھی وہاں نصب کئے گئے ہوں گے کہ اسے کسی نہ کسی طرح چیک کر لیا جاتا۔ خاص طور پر جولیا اور دوسرے ممبرز کے ساتھ عمران کا وہاں جانا ان کی فوری پہچان کا سبب بن سکتا تھا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ زیرو ایجنسی کے سلسلے میں معلومات کے حصول میں اسکارٹ کی ساتھی میگی ان کے لئے کارآمد ثابت ہو سکتی تھی اور ضرورت پڑنے پر جولیا، میگی کا کردار ادا کر سکتی تھی۔ جولیا اور صدر کو یہ کام سونپا گیا تھا کہ وہ دونوں میگی اور اسکارٹ کو قابو کر کے ان سے زیرو ایجنسی کے اس مشن کے بارے میں معلومات حاصل کریں جسے عمران سے خطرہ تھا۔ عمران کا ناراک میں آنے کا مقصد یہ تھا کہ صدر کی رپورٹ ملنے پر وہ مختصر سفر کر کے ونگٹن میں پہنچ سکتا تھا۔ اس طرح وقت کی بچت ہوتی اور اگر جتن کی بجائے انگریزوں کے کسی دوسرے علاقے میں جانا پڑے تو ناراک سے ہی اس طرف کا سفر کرنا آسان تھا۔ ایک گھنٹہ پہلے جبکہ عمران کمرے میں اکیلا تھا تو لائٹ ریج ٹرانسمیٹر پر اسے صدر کی کال وصول ہوئی تھی جس نے براؤن سے اسکارٹ اور میگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے بتایا تھا اور عمران نے ایکسٹو کی آواز میں اسے ہدایات دی تھیں۔

”عمران صاحب۔ چائے تو منگوا لیں“..... چوہان نے کہا تو

اسی خطرے کے باعث وہ ایئر پورٹ سے اس ہوٹل تک بھی الگ الگ ٹیکسیوں میں آئے تھے۔ عمران ابھی ان سب باتوں پر غور کر رہا تھا کہ دفعتاً کمرے میں زیرو فائیو ٹرانسمیٹر کی مخصوص آواز ابھرنے لگی تو عمران نے جلدی سے اٹھ کر بیک سے ٹرانسمیٹر نکالا اور آن کر دیا۔

”ہیلو چیف۔ صفدر کالنگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

”لیس۔ ایکسٹو انڈنگ یو۔ اوور“..... عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

”رپورٹ سر۔ اوور“..... صفدر نے کہا اور پھر وہ رپورٹ دینے لگا۔ رپورٹ سن کر عمران کو حیرت ہوئی۔

”ہونہ۔ تو معاملہ اس قدر خطرناک ہے کہ کرٹل جیک اپنے ماتحتوں سے بھی چھپا رہا ہے۔ اوور“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”لیس چیف۔ کیپٹن اسکارٹ کے بیان کے مطابق اس کے چیف کرٹل جیک نے میجر ولسن اور کرٹل مائیکل کو پاکیشیائی ایجنٹوں سے نمٹنے کی ذمہ داری سونپی ہے اور اسکارٹ کو اس نے پاکیشیا جانے اور آپ پر نظر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اسکارٹ کو سفر کی تیاری کے لئے صرف دو گھنٹے کا وقت دیا گیا ہے۔ کیونکہ کرٹل جیک کو یقین ہے کہ کاربوس نے جمال خان کے ذریعے عمران صاحب کی پاکیشیا

عمران مسکرانے لگا۔

”ایسا کر دو کہ تم تینوں نیچے ہال میں جا کر چائے پی آؤ۔ ویٹر ہمیں یہاں اکٹھے دیکھ کر شک کرے گا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا آپ چائے نہیں پیتے گے“..... صدیقی نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ مجھے ڈاکٹر نے منع کیا ہے۔ لہذا تمہارے آنے تک میں قیلولہ کر لوں گا“..... عمران نے کہا تو صدیقی اور چوہان بے اختیار مسکرانے لگے جبکہ تنویر نے منہ ہٹا لیا۔

”پہلے تو تم نے کبھی یہ بات نہیں بتائی۔ کیا سفر کے دوران کوئی ڈاکٹر مل گیا تھا“..... تنویر نے ناگوار لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔ یونہی کوئی مل گیا تھا۔ کیا تمہیں بھی اس ڈاکٹر سے ملوؤں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جی نہیں۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے“..... تنویر نے سر جھٹک کر کہا اور کرسی سے اٹھ گیا اور پھر وہ تینوں کمرے سے باہر نکل گئے تو عمران دروازہ بند کر کے کرسی پر بیٹھ گیا۔ موجودہ میک اپ میں انہوں نے ایک ہی فلائٹ میں الگ الگ سفر کیا تھا اور اس ہوٹل میں بھی ایک ایک کر کے پہنچے تھے۔ عمران جانتا تھا کہ پاکیشیائی ایجنٹوں کی آمد کے خطرے کے باعث ناراک میں بھی ہائی الارٹ ہوگا اس لئے ان کا اکٹھے رہنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا اور

”تو تمہارا کیا خیال ہے کہ میں عالم بالا سے بات کر رہا ہوں۔“
عمران نے کہا۔

”سوری سر۔ دراصل آپ کی پہلے سے کوئی اطلاع نہیں تھی اس لئے حیرت ہو رہی ہے“..... شاکر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ حیران ہی ہوتے رہو گے یا کوئی کام بھی کرو گے۔“
عمران نے ناگوار لہجے میں کہا۔

”حکم فرمائیے جناب۔ کیا خدمت کروں“..... شاکر نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”خدمت کرانے کا وقت نہیں ہے۔ میں نے قین افراد کے ساتھ ٹکٹن جانا ہے۔ قریب ترین فلائٹ سے ہمارے لئے ٹکٹیں بک کر کے مجھے اطلاع دو“..... عمران نے کہا۔

”رائٹ سر۔ نام بتا دیجئے“..... شاکر نے کہا تو عمران نے پاسپورٹوں کے مطابق نام بتانے کے علاوہ مزید چند ہدایات دے کر رسیور رکھ دیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد تنویر، چوہان اور صدیقی بھی واپس آ گئے تو عمران نے انہیں اپنی روانگی کے پروگرام سے مطلع کر دیا۔

”کیا ہم فلائٹ سے جائیں گے“..... تنویر نے پوچھا۔
”مجبوری ہے۔ یہاں گدھا گاڑیاں نہیں ہوتیں اور نہ ہی تم تین آدمیوں کا بوجھ کھینچ سکتے ہو“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”یکومت“..... تنویر نے غراتے ہوئے کہا۔

میں مصروفیات کے متعلق جو معلومات اسکاٹ کو مہیا کی ہیں وہ غلط ہیں اور کٹرل جیک کو یقین نہیں ہے کہ عمران صاحب کی شادی ہو رہی ہے۔ اور“..... دوسری طرف سے صفدر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ عمران، چوہان، صدیقی اور تنویر کے ساتھ تاراک پہنچ چکا ہے۔ میں اسے ہدایات دیتا ہوں۔ وہ شام تک ٹکٹن پہنچ جائیں گے۔ اب تم اسی سے رابطہ رکھنا اور عمران ہی تم سب کو لیڈ کرے گا۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”رائٹ سر۔ اب اسکاٹ کا کیا کرنا ہے۔ اور“..... صفدر نے پوچھا۔

”وہی جو مسکی کا کیا تھا۔ اس کے بعد میجر ولسن اور کٹرل مائیکل کی نگرانی کرو۔ اور اینڈ آل“..... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے واپس بیک میں رکھا اور فون کا رسیور اٹھا کر تاراک میں ایکسٹو کے فارن ایجنٹ کے نمبر پر ریس کرنے لگا۔

”ہیلو۔ شاکر سٹیٹنگ“..... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”پنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ آپ سر۔ کیا بیہوشی سے بات کر رہے ہیں“..... شاکر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ بھی، مجبوری ہے کیونکہ تم ہمیشہ الٹا سوال کرتے ہو۔ ہم یہاں بتایاں دیکھنے نہیں آئے کہ کوچ یا ٹرین میں سفر کریں اور راستے میں حسینوں کے جلوے دیکھیں“..... عمران نے کہا تو چوہان اور صدیقی ہنسنے لگے۔ پھر تقریباً نصف گھنٹہ بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ چونک کر فون کی طرف دیکھنے لگے۔

”نہیں“..... عمران نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے اکیمریمین لہجے میں کہا۔

”شاکر بول رہا ہوں جناب“..... دوسری طرف سے شاکر کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ کیا ہوا۔ کام ہو گیا ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں سر۔ ڈیزل گھنٹہ بعد فلائٹ کی روانگی ہے۔ میں نے ٹکٹ لے لئے ہیں۔ فریج ایئر فلائٹ ہے“..... شاکر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ ہم نصف گھنٹہ پہلے ایئر پورٹ پہنچیں گے۔ تم ٹکٹ یہاں بھجوا دو“..... عمران نے کہا اور ہوٹل کا نام اور کمرے کا نمبر بتا کر فون آف کر دیا۔ تنویر، چوہان اور صدیقی اس دوران خاموش رہے تھے۔

”تم لوگ اپنے کمروں میں جاؤ اور تیاری کرو۔ ہم یہاں سے چالیس منٹ بعد روانہ ہوں گے۔ فلائٹ میں ابھی ڈیزل گھنٹہ باقی ہے۔ ہم پہلے کی طرح الگ الگ ٹیکسی میں جائیں گے۔ یہاں سے دو

دو منٹ کے وقفہ سے ٹکٹنا ہوگا“..... عمران نے اپنے ساتھیوں کو ہدایات دیتے ہوئے کہا تو وہ تینوں اٹھ کر باری باری کمرے سے باہر نکل گئے۔ تقریباً بیس منٹ بعد دروازے پر دستک ہوئی تو عمران سمجھ گیا کہ شاکر کا آدمی ہوگا۔ چنانچہ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو باہر ایک مقامی نوجوان کھڑا تھا جس نے عمران کو دیکھ کر سر کے اشارے سے سلام کیا۔

”پرنس“..... نوجوان نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تب اس نوجوان نے اپنی جیب سے ایک لفافہ نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ شاکر صاحب نے بھیجا ہے“..... نوجوان نے مودبانہ لہجے میں کہا تو عمران نے لفافہ لے لیا جس میں یقیناً ان کے ہوائی ٹکٹ تھے۔

”اوکے۔ اب تم جا سکتے ہو“..... عمران نے نرم لہجے میں کہا تو نوجوان پلٹ کر لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے دروازہ بند کیا اور واپس آ کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور حیزی سے نمبر پر پریس کرنے لگا۔

”ہیلو۔ براؤن سٹیٹنگ“..... چند لمحوں بعد براؤن کی آواز سنائی دی۔

”میں بلیک اینڈ وائٹ بات کر رہا ہوں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یس عمران صاحب“..... دوسری طرف سے براؤن نے چونکتے ہوئے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”میں تین ممبرز کے ساتھ ایک گھنٹہ بعد فریج ایئر لائن کی فلائٹ سے ٹکٹن آ رہا ہوں۔ ایئر پورٹ کی کیا صورت حال ہے اور موسم کتنا خوشگوار ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”موسم تو انتہائی خطرناک ہے جناب۔ ایئر پورٹ پر آپ لوگوں کو ٹریس کرنے کے لئے زیرو انجینی نے خصوصی انتظامات کر رکھے ہیں۔ میرے آدمی نے سادہ لباس والوں کو وہاں لیئر کیمرے بھی نصب کرتے دیکھا تھا اور کئی ٹیکسیوں کے ڈرائیورز بھی بالکل نئے ہیں جنہیں پرانے ٹیکسی ڈرائیور بالکل نہیں جانتے۔ اسی طرح تمام بڑے ہوٹلوں کے نمائندے بھی تبدیل کر دیئے گئے ہیں جو ایئر پورٹ سے مسافروں کو اپنے ہوٹل میں ٹھہرنے کی ترغیب دیتے ہیں“..... براؤن نے دوسری طرف سے جواب دیا۔

”پرواہ مت کرو۔ تم ایک ٹیکسی ڈرائیور کے روپ میں وہاں موجود رہنا۔ ویسے میرے اندازے کے مطابق خفیہ ڈرائیورز کی زیادہ توجہ پاکیشیا، بنگلہ دیش اور کافرستان سے آنے والی فلائٹوں پر مرکوز ہوگی“..... عمران نے کہا اور پھر چند ہدایات دینے کے بعد فون بند کر دیا۔ اس کے ٹھیک دو گھنٹے بعد عمران اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ فریج ایئر لائنز کے طیارے میں سفر کر رہا تھا اور ان کی منزل ٹکٹن تھی۔

کرل جیک اپنے آفس میں بیٹھا سگار کے کش لیتا ہوا کچھ سوچ رہا تھا کہ اچانک فون کی منہم گھنٹی بج اٹھی تو اس نے چونک کر فون کی طرف دیکھا۔

”یس“..... کرل جیک نے رسیور اٹھا کر مخصوص لہجے میں کہا۔
 ”کیپٹن راجر آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں سر“..... دوسری طرف سے اس کی پرسنل سیکرٹری کی مودبانہ آواز سنائی دی۔
 ”بات کراؤ“..... کرل جیک نے کہا۔

”ہیلو چیف۔ راجر بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد کیپٹن راجر کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

”یس کیپٹن۔ خیریت“..... کرل جیک نے سخت لہجے میں کہا۔
 ”بڑا غصہ ہو گیا ہے چیف۔ مگی اور کیپٹن اسکاٹ کو قتل کر دیا گیا ہے“..... کیپٹن راجر نے کہا تو کرل جیک بے اختیار اچھل

”یقیناً دونوں کے قاتل ایک ہی ہیں۔ اسکاٹ نے دو گھنٹے پہلے ایک مشن پر پاکیشیا جانا تھا اور میں سمجھ رہا تھا کہ اس وقت وہ سفر کر رہا ہو گا لیکن شاید اسے سفر سے روکنے کے لئے قتل کیا گیا ہے“..... کرنل جیک نے غضبناک لہجے میں کہا۔

”لیکن چیف۔ میگی نے بھی کیا اسکاٹ کے ساتھ جانا تھا۔ اسے تو غالباً اسکاٹ کے قتل سے ایک گھنٹہ پہلے ہلاک کیا گیا تھا اور اس کے فلیٹ میں ہنگامے کے بھی کوئی آثار مجھے نظر نہیں آئے“..... راجہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ میگی کو تو اسکاٹ کے پاکیشیا جانے کے پروگرام کا علم نہیں تھا۔ میں نے اسکاٹ کو خاص طور پر تاکید کی تھی کہ وہ میگی یا کسی اور کو اپنی روانگی کے بارے میں نہ بتائے“..... کرنل جیک نے کہا۔

”چیف۔ اسکاٹ کو پاکیشیا جانے سے روکنے کے لئے قتل کرنے والے کون ہو سکتے ہیں“..... راجہ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”یہ معلوم کرنا تمہارا کام ہے کیپٹن۔ تم پولیس کو اطلاع دینے سے پہلے میگی اور اسکاٹ کے فلیٹوں سے اگلیوں کے نشانات حاصل کرو اور ایسا کلیو تلاش کرنے کی کوشش کرو جس سے قاتلوں اور ان کے مقاصد کا علم ہو سکے۔ مجھے شبہ ہے کہ قاتل پاکیشیائی ہیں یا پاکیشیا کے لئے کام کرنے والے مقامی یا غیر ملکی ہیں۔“ کرنل

”اوہ۔ انہیں کس نے قتل کیا ہے۔ تمہیں کیسے پتہ چلا“..... کرنل جیک نے بے چمن سے لہجے میں کہا۔

”چیف۔ نصف گھنٹہ پہلے میں میگی کے فلیٹ کے پاس سے گزر رہا تھا کہ خیال آیا کہ اس کی خیریت معلوم کرنا چلوں۔ میں اس کے فلیٹ کے دروازے پر پہنچا اور کال نبل بجانے پر کوئی جواب نہ پا کر دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ اندر سے لاک نہیں تھا۔ میں نے اندر جا کر دیکھا تو بیڈ روم میں میگی کی لاش پڑی تھی۔ اسے سر میں گولی ماری گئی تھی۔ میں نے اس کے بارے میں کیپٹن اسکاٹ کو فون کیا تو رابطہ قائم نہ ہوا اور پھر میں نے اس کے موبائل فون پر ٹرائی کیا تو اس کا موبائل فون آف تھا۔ تب مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید اس کے ساتھ بھی کوئی حادثہ پیش آیا ہو گا۔ چنانچہ میں فوراً اس کے فلیٹ پر پہنچا تو ڈرائیونگ روم میں اسکاٹ کی لاش پڑی تھی۔ اسے بھی سر میں گولی ماری گئی تھی۔ جسے ہوئے خون سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو تین چار گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اسکاٹ کا چہرہ بھی زخمی ہے اور کمرے کی حالت سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں لڑائی ہوتی رہی ہے“..... کیپٹن راجہ نے مسلسل بات کرتے ہوئے کہا۔

”ہونہد۔ کیا تم اس وقت وہیں ہو“..... کرنل جیک نے حیرتی سے پوچھا۔

”یس چیف۔ سب سے پہلے میں نے آپ کو اطلاع دی ہے۔“

مورس..... کرتل جیک نے اطلاع دینے والے انداز میں کہا۔
 ”اوہ۔ کب۔ کیوں سر“..... دوسری طرف سے مورس نے
 انتہائی دکھ بھرے لہجے میں کہا۔
 ”معلوم نہیں۔ پانچ منٹ پہلے کیپٹن راجر نے مجھے فون پر
 اطلاع دی ہے۔ تفصیلات کا بعد میں پتہ چل جائے گا۔ البتہ میرا
 اندازہ ہے کہ قاتل پاکیشائی ہے کیونکہ ایک اہم کام کے لئے
 اسکاٹ نے دو گھنٹے قبل پاکیشیا جانا تھا“..... کرتل جیک نے کہا۔
 ”سر۔ کیا پاکیشیائی ایجنٹ یہاں پہنچ چکے ہیں“..... مورس نے
 چوہکتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ عمران اور اس کے ساتھی ابھی یہاں نہیں آئے۔ یہ
 واردات پاکیشیا کے مقامی ایجنٹوں کی معلوم ہوتی ہے۔ بہر حال تم
 فوری طور پر سن شائن ہوٹل کے منیجر کاربوس کو چیک کرو۔ اس نے
 اسکاٹ کو عمران کے بارے میں معلومات دی تھیں۔ ہو سکتا ہے
 اسکاٹ کے قاتل کاربوس کے ذریعے منگی اور اسکاٹ تک پہنچے
 ہوں۔ مجھے اسکاٹ نے بتایا تھا کہ کاربوس کا اسرائیل کی کسی
 ایجنسی سے تعلق ہے۔ اس کے علاوہ شہر کے تمام ہوٹلوں میں ٹھہرے
 ہوئے غیر ملکی مسافروں کو چیک کرو اور جو بھی مشتبہ ہو اسے گرفتار کر
 لو“..... کرتل جیک نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ میں ابھی روانہ ہو رہا ہوں“..... مورس نے کہا تو
 کرتل جیک نے کریڈل دہایا اور ٹون آنے پر دوبارہ سیکرٹری کے نمبر

جیک نے کہا۔
 ”رائٹ سر۔ میں ابھی اپنے ماتحتوں کو طلب کر کے منیجر پرنس
 اٹھواتا ہوں“..... راجر نے جلدی سے کہا۔
 ”منیجر پرنس لینے کے بعد پرنٹ سیکشن سے چیک کراؤ اور مجھے
 رزلٹ سے مطلع کرو“..... کرتل جیک نے حکمانہ لہجے میں کہا اور
 فون کا کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر چند نمبر پریس کرنے لگا۔
 ”لیس سر“..... چند لمحوں بعد اس کی فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز
 سنائی دی۔

”کیپٹن مورس کو ٹریس کر کے مجھ سے بات کراؤ۔ ہری اپ“۔
 کرتل جیک نے کہا اور رسیور رکھ دیا اور پھر اس نے سگار سلگایا اور
 مضطربانہ انداز میں کش لیتا ہوا منگی اور اسکاٹ کے قتل کے بارے
 میں سوچنے لگا۔ تقریباً چار منٹ بعد فون کی مزیم گھنٹی بج اٹھی۔
 ”لیس“..... کرتل جیک نے رسیور اٹھا کر مخصوص لہجے میں کہا۔
 ”سر۔ کیپٹن مورس سے بات کیجئے“..... دوسری طرف سے اس
 کی سیکرٹری نے ادب سے کہا۔

”ہیلو مورس“..... کرتل جیک نے مورس کو مخاطب کرتے ہوئے
 کہا۔

”لیس چیف۔ حکم فرمائیں“..... مورس کی انتہائی مؤدبانہ آواز
 سنائی دی۔

”تمہارے دوست کیپٹن اسکاٹ اور منگی کو قتل کر دیا گیا ہے

پر لیں کر دیئے۔

”میں سر“..... کنڈ بعد ایک نوانی آواز سنائی دی۔

”میجر ولسن سے ہا۔ کراؤ“..... کرنل جیک نے تھکسانہ لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر اس نے ایک سگار سلگایا اور ابھی اس نے ایک دوکس ہی لئے تھے کہ فون کی کھنٹی بج اٹھی۔ کرنل جیک نے فوراً رسیور اٹھا لیا۔

”میں۔ کیا میجر ولسن سے رابطہ قائم ہو گیا ہے“..... کرنل جیک نے تیزی سے پوچھا۔

”میں سر۔ میجر ولسن لائن پر موجود ہیں“..... دوسری طرف سے مودبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”ہیلو چیف۔ ولسن بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد میجر ولسن کی آواز سنائی دی۔

”میں ولسن۔ تم نے پاکیشیائی ایجنٹوں کے سلسلے میں کیا اقدامات کئے ہیں“..... کرنل جیک نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”چیف۔ میں نے ایئر پورٹ پر خصوصی انتظامات کئے ہیں“..... دوسری طرف سے ولسن نے کہا اور تفصیل بتانے لگا۔

”گڈ۔ لیکن چند گھنٹے پہلے کیپٹن اسکارٹ اور میگی کو ان کے فلیٹوں میں قتل کر دیا گیا ہے“..... کرنل جیک نے کہا۔

”اوہ۔ انہیں کس نے قتل کیا ہے چیف“..... ولسن کی حیرت بھری آواز سنائی دی تو جواب میں کرنل جیک نے مختصراً کیپٹن راجر

سے ملنے والی اطلاع کے بارے میں بتایا۔

”یقیناً پاکیشیا کے لئے کام کرنے والے ایجنٹوں نے کاربوس کے ہوٹل سے اسکارٹ کو فریٹ کیا ہو گا یا پھر کاربوس نے ڈبل گیٹ کی ہے چیف اور پاکیشیا کے مقامی ایجنٹوں کو اسکارٹ کے بارے میں اطلاع دے کر پیسہ کمایا ہے“..... میجر ولسن نے کہا۔

”شاید۔ بہر حال میں نے راجر کو حکم دے دیا ہے کہ وہ کاربوس کو چیک کرے۔ تمہیں اس لئے کال کیا ہے کہ تم اور تمہارے تحت آنکھیں کھلی رکھیں اور کسی بھی ناگہانی حملے سے ہوشیار رہیں۔“..... کرنل جیک نے سخت لہجے میں کہا۔

”چیف۔ کیا آپ کے خیال میں ابھی پاکیشیا جنرل کنکارڈ کے پلان سے لاعلم ہے۔ کیا قاتلوں نے اسکارٹ کو قتل کرنے سے پہلے اس سے معلومات حاصل کر کے پاکیشیا کو خبردار نہیں کر دیا ہو گا۔“..... ولسن نے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

”اسکارٹ کو جنرل کنکارڈ کے پلان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا تھا۔ اسے صرف اتنا پتہ ہے کہ پاکیشیا سے علی عمران اور اس کے ساتھیوں کی آمد کو روکنا ہے اور بس۔ اس لئے قاتلوں کو اس سے اصل معاملے کا پتہ نہیں چلا ہو گا۔ البتہ یہ خدشہ ضرور ہے کہ پاکیشیا میں علی عمران کو خبر کر دی گئی ہو اور پاکیشیا سیکرٹ سروس آج کل میں اپنے ممبرز کو یہاں بھیج دے۔ بقول جنرل کنکارڈ اس پلان کو سب سے زیادہ خطرہ عمران اور ایکسٹو سے ہے ورنہ پاکیشیائی

حکمران تو اکیرمیا کے اتحادی ہیں اور ہماری حکومت کی امداد سے ہی وہ ملک چل رہا ہے۔۔۔۔۔ کرنل جیک نے انتہائی غرور بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ بات تو ہے سر کیونکہ اس پلان کا براہ راست پاکیشیا سے تعلق بھی نہیں ہے۔ اس لحاظ سے بھی پاکیشیا حکومت اس میں مداخلت کی جرأت نہیں کرے گی۔۔۔۔۔“ ولسن نے دوسری جانب سے کہا۔

”لیکن مجھے ایک اور اندیشہ بھی ہے۔ اسکارٹ کو علم ہے کہ میں نے کرنل مائیکل اور تمہیں پاکیشیائی ایجنٹوں کی آمد کے سلسلے میں احکامات دیئے تھے۔ ہو سکتا ہے اسکارٹ نے قاتکوں کو یہ بات بتا دی ہو لہذا دشمن تم تک پہنچنے اور پلان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ چنانچہ تم لوگ اپنی سیکورٹی کا بھی خاص خیال رکھو۔ بہتر ہے کہ میک اپ میں رہو تا کہ اسکارٹ کے قاتل تمہیں پہچان نہ سکیں۔“ کرنل جیک نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ آپ بے فکر رہیں۔ ہم غافل نہیں ہیں۔“ ولسن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اوکے۔ مجھے برابر رپورٹ دیتے رہنا۔ ایمرجنسی راولپنڈی کے لئے تم مجھے موبائل فون نمبر پر کال کر سکتے ہو۔“ کرنل جیک نے آخر میں کہا اور رسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

شیفرڈ اسٹریٹ پر سڑک کے دونوں جانب بنگلے تھے۔ یہ علاقہ شہر کی گنجائش اور بلند و بالا عمارتوں سے ہٹ کر تھا۔ صفدر نے ہائیں ہاتھ پر واقع بنگلہ نمبر اکیادہ کے سامنے سے گزرتے ہوئے سرسری انداز میں بنگلے کے گیٹ کی طرف دیکھا۔ گیٹ بند تھا اور گیٹ کی سائیڈ دیوار پر ایک بورڈ نصب تھا جس پر کارگروہوں کا نام لکھا تھا۔ لیکن اصل میں وہ زبردستی اجنبی کے ایک اہم ممبر کرنل مائیکل کا آفس تھا۔ اسکارٹ سے حاصل ہونے والی معلومات کے مطابق زیرو اجنبی کے چند سیکشن تھے جن کے الگ الگ عمارتوں میں آفس تھے۔

کرنل مائیکل کلنگ سیکشن کا انچارج تھا اور اس کا آفس اسی بنگلے میں تھا جبکہ میجر ولسن کا آفس شہر کے گنجائش حصے میں تھا اس لئے صفدر نے پہلے کرنل مائیکل کو چیک کرنا مناسب سمجھا تھا۔ اسکارٹ

کے فلیٹ پر ایکسٹرو کورٹنسمیٹر پر رپورٹ دینے کے بعد وہ جولیا کے ساتھ واپس براؤن کے فلیٹ پہنچا تھا۔ وہاں انہوں نے نئے میک اپ اور نئے لباس پہن کر شام ہونے کا انتظار کیا تھا جبکہ صفدر کی ہدایت پر برادرن نے اپنا ایک ورکر اسکارٹ کے فلیٹ کی طرف بھیج دیا تھا لیکن شام چھ بجے تک پولیس اسکارٹ کے فلیٹ نہیں پہنچی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ ابھی تک اسکارٹ کے قتل کا کسی کو علم نہیں ہوا تھا۔ پھر شام کے سات بجے صفدر اور جولیا اس طرف روانہ ہوئے تھے اور انہیں یہاں پہنچنے میں پندرہ منٹ لگے تھے۔ صفدر نے چند قدم آگے آ کر ایک کھلی کے پاس کار روکی اور انجین بند کر دیا۔ پھر وہ دونوں کار سے اترے اور پیدل ہی واپس چل دیئے۔ کارگو سروس والے بنگلے کے گیٹ پر پہنچ کر صفدر نے کال بیل کا بٹن پریس کیا۔ چند لمحوں بعد گیٹ کھل گیا۔ کھولنے والا ایک مسلح گارڈ تھا جس کے دونوں ہولسٹرون میں ریوولور نظر آ رہے تھے۔

”جی فرمائیے“..... گارڈ نے صفدر اور جولیا کو تیز لگا ہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”یہ کارڈ کنٹرول مانیٹل کو پہنچا دو“..... صفدر نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر گارڈ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”کیا آپ ملاقات کرنے آئے ہیں“..... گارڈ نے کارڈ پڑھنے کے بعد پوچھا۔

”نہیں۔ سرکاری کام ہے۔ جو تمہیں نہیں بتایا جاسکتا“..... صفدر

نے سخت لہجے میں کہا تو گارڈ نے سر ہلایا اور گیٹ بند کر دیا۔ صفدر موجودہ میک اپ میں ایک اچیڑ عمر لگ رہا تھا جبکہ جولیا ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی کے میک اپ میں تھی۔ صفدر نے گارڈ کو جو کارڈ دیا تھا اس پر کنٹرول سائنس لکھا تھا اور یہ کارڈ صفدر کو اسکارٹ کے فلیٹ کی تلاشی کے دوران ڈرنیک ٹیمیل کی دراز سے ملا تھا۔ اسکارٹ نے بتایا تھا کہ کنٹرول سائنس اس کا چچا ہے اور وزارت دفاع سے دو برس قبل ریٹائرڈ ہو چکا تھا۔ آج کل وہ میامی میں اپنے ذاتی پولٹری فارم چلا رہا تھا۔ وزینگ کارڈ پر اس کے پولٹری فارم کا نام اور ایڈریس بھی لکھا ہوا تھا۔ تقریباً نصف منٹ بعد گیٹ دوبارہ کھلا اور گارڈ نے صفدر کی طرف دیکھ کر اسے اندر آنے کا اشارہ کیا تو وہ دونوں اندر آ گئے۔ اندر وسیع کھاؤ خانہ میں ایک جانب پارکنگ میں چند گاڑیاں کھڑی تھیں۔ سامنے پندرہ سولہ قدم کے فاصلے پر عمارت کا برآمدہ تھا۔ گیٹ کے پاس ہی ایک اور آدمی کھڑا تھا۔ وہ بھی گارڈ کی وردی میں تھا جبکہ برآمدے کے باہر کھڑا ایک غیر مسلح نوجوان شخص اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”آپ کیپٹن صاحب کے پاس جائیں۔ وہ آپ کو پاس کے کمرے تک پہنچا دیں گے“..... گارڈ نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا اور ساتھ ہی برآمدے کے باہر کھڑے شخص کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا تو صفدر اور جولیا برآمدے کی طرف بڑھنے لگے۔ وہاں کھڑا کیپٹن نامی شخص غور سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

میز کے سامنے چند کرسیاں رکھی تھیں۔ دائیں بائیں کی دیواروں پر دو سکرینیں نصب تھیں۔ ایک سکرین پر بنگلے کے کپاؤٹ اور گیٹ کا منظر اور دوسرے پر راہداری کا منظر نظر آ رہا تھا۔ صفدر اور جولیا فوراً سمجھ گئے کہ وہی کرنل مائیکل ہے۔ اس نے ان دونوں کی طرف دیکھا اور کھڑا ہو گیا۔

”ہیلو مسٹر مائیکل“..... صفدر نے آگے بڑھتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا اور قریب آ کر معافہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ مائیکل نے صفدر کی طرف اچھی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے معافہ کیا۔

”اگرچہ ہماری یہ پہلی ملاقات ہے لیکن پھر بھی آپ سے مل کر خوشی محسوس ہو رہی ہے کرنل سائمن“..... کرنل مائیکل نے مسکرا کر کہا۔

”میری بیٹی مارگریٹ سے مل کر آپ کو زیادہ خوشی ہو گی۔“ صفدر نے جولیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ گڈ۔ تو یہ آپ کی بیٹی ہے“..... کرنل مائیکل نے جولیا کی طرف دیکھ کر چہ خنچتے ہوئے کہا۔

”یس کرنل۔ کیا آپ کو کوئی شبہ ہے“..... صفدر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو مائیکل بے اختیار ہنس پڑا۔

”نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ بیٹھیں“..... کرنل مائیکل نے کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو صفدر اور جولیا اس کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ کیپٹن ڈیوڈ دروازے کے پاس کھڑا

”ہیلو مسٹر کیپٹن۔ مجھے کرنل سائمن کہتے ہیں“..... صفدر نے قریب پہنچ کر کیپٹن کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”میرا نام ڈیوڈ ہے سر“..... کیپٹن نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا مگر اس کی تیز نگاہیں صفدر کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

”یہ میری بیٹی مارگریٹ ہے“..... صفدر نے جولیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”آئیے سر“..... کیپٹن ڈیوڈ نے جولیا کی طرف دیکھ کر سر کو جنبش دیتے ہوئے صفدر سے کہا اور پلٹ کر برآمدے میں داخل ہو گیا۔

صفدر اور جولیا اس کے پیچھے چل دیے۔ عمارت میں کئی کمرے تھے لیکن سب کے دروازے بند تھے۔ غالباً تمام کمرے ساؤتھ پروف

تھے۔ کیپٹن ڈیوڈ، صفدر اور جولیا کے آگے چلتا ہوا بائیں جانب کی راہداری میں تیسرے کمرے کے دروازے پر رکا اور اس نے

دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔

”کم ان“..... اندر سے ایک غراہٹ آمیز آواز سنائی دی تو کیپٹن ڈیوڈ نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

صفدر اور جولیا بھی اندر آ گئے۔ یہ ایک شاندار آفس روم تھا جس میں اے سی کی ٹھنڈک پھیلی ہوئی تھی۔ ان دونوں کے اندر آتے ہی

کیپٹن ڈیوڈ نے دروازہ بند کر دیا۔ سامنے ایک میز کے عقب میں دیوالوگ چیمبر پر ایک بھاری چہرے والا شخص بیٹھا تھا۔ اس کے آگے میز پر مختلف رنگوں کے دو ٹیلی فون سیٹ رکھے ہوئے تھے جبکہ

”تم جا سکتے ہو ڈیوڈ۔ اور ہاں۔ ان کے پینے کے لئے کچھ بھجوا دو۔“ کرنل مائیکل نے اپنی کرسی پر بیٹھے ہوئے کہا۔
 ”رائٹ باس“ کیپٹن ڈیوڈ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

”کرنل سائمن۔ آپ لوگوں نے کیسے زحمت کی اور مجھے کیسے جانتے ہیں۔“ دروازہ بند ہونے پر کرنل مائیکل نے پوچھا۔
 ”دیکھیے مسٹر مائیکل۔ اگرچہ میں ریٹائرڈ کرنل ہوں لیکن ریٹائرمنٹ سے پہلے میں چند برس ڈیفنس مشنری میں گزار چکا ہوں اور دو برس سے پولٹری فارم چلا رہا ہوں لیکن میرے اپنے دوستوں اور محکمہ کے لوگوں کے ساتھ اب بھی رابطے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کیپٹن اسکارٹ میرا بھتیجا ہے اور اسی نے ایک مرتبہ آپ کا غائبانہ تعارف کرتے ہوئے اپنے چند افسروں کا ذکر کیا تھا۔ ان میں سے ایک آپ ہیں اور ایک میجر ولسن ہیں۔“ صفدر نے کہا۔
 ”اوہ۔ کیپٹن اسکارٹ آپ کا بھتیجا ہے۔“ کرنل مائیکل نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”بھتیجا نہ ہوتا تو آپ کی ذہانت اور دلیری کی تعریف کیوں کرتا۔“ صفدر نے ہنس کر کہا اور ٹھیک اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی اور پھر دروازہ کھول کر ایک آدمی اندر آ گیا۔ اس کے جسم پر گارڈ کی یونیفارم تھی اور اس نے ایک ٹرے میں کولڈ ڈرنک

کی دو بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ گارڈ نے جولیاء اور صفدر کو بوتلیں پیش کیں اور خالی ٹرے لے کر واپس باہر چلا گیا۔ صفدر اور جولیاء بوتلیں میز پر رکھ دی تھیں۔

”آپ کس کام سے آئے ہیں۔ گارڈ نے بتایا تھا کہ آپ کسی سرکاری کام کے سلسلے میں آئے ہیں۔“ وٹر کے جانے کے بعد کرنل مائیکل نے میز سے سگریٹ کا پکٹ اٹھاتے ہوئے کہا لیکن اس سے پہلے کہ صفدر جواب دیتا فون کی ٹھنٹی بج اٹھی تو کرنل مائیکل نے چونک کر فون کی طرف دیکھا۔

”ہیلو۔ مائیکل سیپلنگ۔“ کرنل مائیکل نے رسیور اٹھا کر سخت لہجے میں کہا اور پھر دوسری طرف سے بات سن کر کرنل مائیکل نے چونک کر صفدر کی طرف دیکھا۔ صفدر کی نگاہیں اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات کا جائزہ لے رہی تھیں۔

”اوکے۔ تم فوراً یہاں آ جاؤ۔“ کرنل مائیکل نے جلدی سے کہا اور فون کا رسیور رکھ دیا۔

”ہاں تو کرنل سائمن۔ آپ کسی سرکاری کام کے بارے میں بتا رہے تھے۔“ کرنل مائیکل نے صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”سرکاری کام تو آپ سے ملاقات کرنے کا ایک بہانہ تھا۔“ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔“ کرنل مائیکل نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ دراصل مارگریٹ کا ایک ذاتی کام ہے۔ اس کے لئے آپ کی مدد چاہئے۔ بہت خفیہ معاملہ ہے۔ مارگریٹ۔ ذرا اپنے پرس سے تصویریں نکال کر مسٹر مائیکل کو دکھاؤ“..... صفدر نے کہا تو جولیا نے کرسی سے اٹھتے ہوئے اپنے پرس میں ہاتھ ڈالا مگر دوسرے ہی لمحے ریوالور نکال کر کرنل مائیکل پر تان لیا۔ صفدر نے بھی ریوالور نکال کر کرنل مائیکل پر تان لیا۔

”خبردار۔ کوئی آواز مت نکالنا ورنہ حلق میں سوراخ کر دوں گا“..... صفدر نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو کرنل مائیکل کا حیرت کے سبب کھلا منہ یکدم بند ہو گیا اور وہ ہونٹ بھیج کر غضبناک لگا ہوں سے صفدر کو کھور نے لگا۔ صفدر میز کے گرد گھوم کر کرنل مائیکل کے قریب آیا اور اس کے سر سے ریوالور کی نال لگا دی۔ اسی لمحے جولیا تیزی سے پلٹ کر دروازے کی طرف لپکی اور دروازے کے پاس دیوار سے پشت لگا کر کھڑی ہو گئی۔

”ڈیوڈ کے آنے تک ذرا بھی حرکت مت کرنا ورنہ بے آواز گولی تمہارے پیچھے میں اتر جائے گی“..... صفدر نے تھکمانہ لہجے میں کہا اور اسی لمحے دروازہ کھلا اور کیپٹن ڈیوڈ کمرے میں داخل ہوا لیکن کرنل مائیکل اور صفدر کی پوزیشن دیکھ کر وہ یکدم اچھل پڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ منہ سے کوئی لفظ نکالتا جولیا نے جلدی سے قدم بڑھا کر اس کے پہلو سے ریوالور کی نال لگا دی۔

”خبردار۔ کوئی حرکت مت کرنا کیپٹن ڈیوڈ“..... جولیا نے

غراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی بائیں ہاتھ سے دروازہ بند کر دیا۔ کیپٹن ڈیوڈ نے گردن گھما کر جولیا کی طرف دیکھا اور پھر وہ خوفزدہ لگا ہوں سے صفدر کی طرف دیکھنے لگا۔

”ہاتھ بلند کر لو کیپٹن۔ کوئی حرکت کی تو فائر کھول دوں گی۔“ جولیا نے تھکمانہ لہجے میں کہا تو کیپٹن ڈیوڈ نے ہاتھ بلند کر لئے۔ ”تم نے اتنی دیر لگا دی اسحق آدمی“..... کرنل مائیکل نے کیپٹن ڈیوڈ کو گھورتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

”سوری ہاں۔ دراصل میں گارڈز کو خبردار کرنے چلا گیا تھا تاکہ وہ انہیں باہر نہ جانے دیں“..... کیپٹن ڈیوڈ نے آہستہ سے کہا۔

”شٹ اپ۔ اگر تم فوراً آ جاتے تو انہیں حرکت کرنے کا موقع نہ ملتا“..... کرنل مائیکل نے غراتے ہوئے کہا۔

”کیپٹن ڈیوڈ نے تمہیں فون پر ہمارے بارے میں کیا بتایا تھا“۔ صفدر نے ریوالور کی نال کرنل مائیکل کی کھوپڑی سے لگاتے ہوئے پوچھا۔

”یہی کہ تم میک اپ میں ہو اور میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں کہ ہتھیار پھینک دو۔ تم دونوں یہاں سے کسی طرح بھی بچ کر نہیں جا سکو“..... کرنل مائیکل نے غراتے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ۔ ہم جانے کے لئے نہیں بلکہ اس بنگلے پر قبضہ کرنے کے لئے آئے ہیں“..... صفدر نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

تم نے کسی کو اپنی پوزیشن اور ہمارے بارے میں بتانے یا کوئی اشارہ کرنے کی کوشش کی تو تمہاری کھوپڑی اڑ جائے گی اور مارگریٹ تمہارے دل میں سوراخ کر دے گی۔ جلدی کرو۔ مگر سنو۔ اپنا لہجہ نازل رکھنا“..... صفدر نے کرنل مائیکل کو وارننگ دیتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”ہیلو۔ مائیکل سیپکنگ“..... کرنل مائیکل نے رسیور اٹھا کر لاؤڈر کا بٹن پریس کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”وٹن بول رہا ہوں۔ کیا ہو رہا ہے؟“..... لاؤڈر سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”کچھ بھی نہیں میجر۔ تم بتاؤ“..... کرنل مائیکل نے جواب دیا مگر اس کی نگاہیں جولیا کے ریوالور پر مرکوز تھیں۔

”ابھی ایئر پورٹ سے واپس آیا ہوں۔ کیا چیف نے تمہیں چند منٹ پہلے کوئی اطلاع دی ہے؟“..... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”نہیں۔ کیا کوئی خاص اطلاع ہے؟“..... کرنل مائیکل نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ کیپٹن اسکاٹ اور اس کی محبوبہ منگی کو ان کے فلیٹوں میں قتل کر دیا گیا ہے“..... میجر وٹن نے کہا۔

”اوہ۔ ویری ہیڈ۔ کس نے قتل کیا ہے؟“..... کرنل مائیکل نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”معلوم نہیں۔ انہیں سر میں گولی مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔ تین

”اوہ۔ تم ہو کون“..... کرنل مائیکل نے پوچھا۔

”کرنل سامن۔ چیف آف سٹگ آرگنائزیشن“..... صفدر نے سخت لہجے میں کہا اور ساتھ ہی جولیا کو مخصوص اشارہ کر دیا۔ جولیا نے ریوالور کی ٹال کیپٹن ڈیوڈ کی کمر سے لگا رکھی تھی۔ صفدر کا اشارہ پاتے ہی اس نے کیپٹن ڈیوڈ کی پھولی ہوئی جب میں ہاتھ ڈالا اور ریوالور نکال لیا۔ کیپٹن ڈیوڈ نے پیچھے دیکھنے کی کوشش کی۔

”سیدھے کھڑے رہو ورنہ ٹریگر دبا دوں گی“..... جولیا نے غراتے ہوئے کہا تو کیپٹن ڈیوڈ یکدم ساکت ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے جولیا نے پوری قوت سے کیپٹن ڈیوڈ کے سر پر ریوالور کا دستہ مار دیا۔ کیپٹن ڈیوڈ کے حلق سے کراہ نکلی اور وہ لڑکھڑا کر فرش پر آ رہا۔ کرنل مائیکل کے چہرے پر شدید غصے اور بے بسی کے تاثرات تھے لیکن سر پر کئی صفدر کے سائیکلر لگے ریوالور کی ٹال نے اسے حرکت کرنے کی جرأت نہ کرنے دی۔ وہ جڑے بھیجتا ہوا جولیا کو گھور رہا تھا۔ جولیا نے پلٹ کر دروازے کا بولٹ چڑھایا اور کرنل مائیکل کے سامنے آ کر اس پر ریوالور تان لیا۔ ٹھیک اسی لمحے میز پر رکھے سرخ رنگ کے فون کی کھنٹی بج اٹھی۔

”کس کا فون ہے؟“..... صفدر نے سخت لہجے میں کرنل مائیکل

سے پوچھا۔

”مجھے کیا معلوم“..... کرنل مائیکل نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

”اوکے۔ رسیور اٹھاؤ اور لاؤڈر کا بٹن آن کر کے کال سنو۔ اگر

چار گھنٹے بعد اتفاقاً کیپٹن راجر، میکی کے فلیٹ پہنچا تو وہاں میکی کی لاش دیکھ کر اس نے اسکارٹ سے فون پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تو رابطہ قائم نہ ہونے پر وہ فوراً اسکارٹ کے فلیٹ پہنچا مگر وہاں اسے اسکارٹ کی لاش ملی۔ تب اس نے چیف کو اطلاع دی اور چیف نے مجھے ہوشیار رہنے کا حکم دیا۔ چیف کے خیال میں قاتل پاکیشیائی ایجنٹ تھے اور انہوں نے اسکارٹ کو روکنے کے لئے اسے قتل کیا جسے چیف نے پاکیشیا جانے اور عمران پر نظر رکھنے کا حکم دیا تھا۔۔۔۔۔ میجر ولسن نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو کرنل مائیکل بے اختیار چونک پڑا جبکہ صفدر، جولیا کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تمام ترکوشوں کے باوجود پاکیشیائی ایجنٹ ٹکنن پہنچنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔۔۔۔۔ کرنل مائیکل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ میں نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو چیک کرنے کے ایسے انتظامات کر رکھے ہیں کہ وہ چاہے کسی عرب ملک کی طرف سے آئیں یا کافرستان کی جانب سے، دن دے پر اترتے ہی ان کو گرفتار کر لیا جائے گا اور ابھی تک وہ کسی فلاح سے نہیں آئے۔ اسکارٹ اور میکی کے قاتل پاکیشیا کے مقامی ایجنٹ ہی ہو سکتے ہیں۔ یقیناً پاکیشیا سیکرٹ سروس کو جہز ل ککارڈ کے پلان کی سن گمن مل چکی ہے اور اس نے یہاں اپنے مقامی ایجنٹوں کو متحرک کر دیا تاکہ وہ اسکارٹ سے اس پلان کے بارے میں معلومات حاصل

کریں۔ مگر انہیں جب یہ پتہ چلا کہ اسکارٹ اس سلسلے میں پاکیشیا جانے والا ہے تو انہوں نے اسکارٹ کو ختم کرا دیا۔ اسی لئے چیف نے مجھے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی ہے کہ کہیں پاکیشیائی ایجنٹ ہمیں بھی ختم کرنے کی کوشش نہ کریں کیونکہ چیف نے اسکارٹ کو جہز ل ککارڈ یا اس کے پلان کے بارے میں ذرا بھی نہیں بتایا البتہ اسکارٹ کو یہ معلوم تھا کہ چیف نے ہم دونوں کو پاکیشیائی ایجنٹوں کو روکنے کی ذمہ داری سونپی ہے اس لئے خدشہ ہے کہ اسکارٹ نے اپنے قاتلوں کو ہمارے بارے میں ضرور بتایا ہو گا۔۔۔۔۔ میجر ولسن نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو کرنل مائیکل کے چہرے پر خوف کی زد دی پھیل گئی۔

”پھر تم نے کیا کیا۔۔۔۔۔ کرنل مائیکل نے پوچھا۔

”کرنا کیا ہے۔ پاکیشیائی ایجنٹ مجھ تک نہیں پہنچ سکتے اور پہنچ بھی گئے تو زندہ بچ کر نہیں جاسکیں گے۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے میجر ولسن نے ہنستے ہوئے کہا۔

”کیا اسکارٹ کے قاتلوں کو تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔۔۔۔۔ کرنل مائیکل نے پوچھا۔

”چیف کے حکم پر کیپٹن راجر اپنی پوری ٹیم کے ساتھ ان کی تلاش میں مصروف ہے۔ اس سلسلے میں چیف کو شبہ ہے کہ اسکارٹ کا دوست اور سن شائن ہوٹل کا منیجر کاربوس ملوث ہے۔ کیپٹن راجر اسے چیک کر رہا ہے۔ چیف نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ ہم دونوں

میک اپ میں رہیں تاکہ پاکستانی ایجنٹ ہمیں پہچان کر اچانک حملہ نہ کر سکیں۔ چنانچہ تم بھی میک اپ کر لو اور اپنی مخصوص گاڑی کی بجائے کوئی دوسری گاڑی استعمال کرو۔۔۔۔۔ میجر ولسن نے کہا تو صفدر نے کرنل مائیکل کو بات ختم کرنے کا اشارہ کر دیا۔ اسے خدشہ تھا کہ کہیں اس دوران کرنل مائیکل کا کوئی ماتحت نہ آ چکے۔

”آل رائٹ۔ اور کوئی بات۔ کیا تم نے میک اپ کر لیا ہے۔“

کرنل مائیکل نے کہا۔

”اب میک اپ کر کے ڈنر کرنے جاؤں گا۔ تم بھی میک اپ کر کے پکاڈلی ریسٹورنٹ آ جانا۔ اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ میں نو بجے ہوٹل پہنچ جاؤں گا۔ اوکے۔۔۔۔۔ میجر ولسن نے کہا تو صفدر نے فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر کریڈل وبادیا۔ ٹھیک اسی لمحے کرنل مائیکل نے میز کے کنارے نصب ایک مین پریس کرنے کی کوشش کی لیکن صفدر کی نگاہ پہلے ہی اس کے دوسرے ہاتھ پر مرکوز تھی۔ اس نے فوراً ہی کرنل مائیکل کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے ہٹایا تو ایک لمحہ کے لئے اس کے ریوالور کی ٹال کرنل مائیکل کے سر سے بہت گئی اور کرنل مائیکل نے بجلی کی سی تیزی سے ریسیور ہاتھ سے چھوڑتے ہوئے صفدر کے پیٹ میں زور سے کہنی مار دی۔ ضرب شدید تھی۔ صفدر نے کراہتے ہوئے اس کا ہاتھ چھوڑا اور اسی ہاتھ کا مکا کرنل مائیکل کی ناک پر مار دیا۔ کرنل مائیکل کراہتا ہوا کرسی سمیت پیچھے جا گرا۔ صفدر نے فوراً ہی ریوالور کا رخ اس کے چہرے کی طرف کر دیا۔

”اٹھو کرنل۔ اب تم نے ذرا بھی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو تمہارا انجام اسکاٹ اور میگی سے مختلف نہ ہوگا۔۔۔۔۔ صفدر نے تنہائی سرد لہجے میں کہا تو کرنل مائیکل کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔ اس کی ناک سے خون بہنے لگا تھا۔ صفدر کے کئے نے اس کی ناک کا بانسہ چٹخا دیا تھا۔ وہ ایک ہاتھ سے ناک دبائے آہستہ آہستہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے گردتے ہی جولیا بھی تیزی سے بڑھ کر میز کے عقب میں آ گئی تھی۔ اب کرنل مائیکل دونوں جانب سے ریوالور کی زد میں تھا۔

”ہاتھ بلند کر کے دیوار سے لگ جاؤ۔۔۔۔۔ صفدر نے حکمانہ لہجے میں کہا تو کرنل مائیکل نے ایک ہاتھ بلند کیا اور دیوار سے پشت لگا لی۔

”تم۔ تم کیا چاہتے ہو۔۔۔۔۔ کرنل مائیکل نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

”تمہیں میجر ولسن کی باتوں سے اندازہ ہو چکا ہے کہ ہم کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ صفدر نے غراتے ہوئے کہا۔

”تو۔ تو کیا اسکاٹ اور میگی کو تم نے ہی قتل کیا ہے۔۔۔۔۔ کرنل مائیکل نے بوکھلا کر کہا۔

”ہاں۔ اور اسکاٹ نے ہی ہمیں میجر ولسن اور تمہارے بارے میں بتایا تھا کہ تم دونوں سینئر ممبرز ہو اور چیف نے تمہیں سب کچھ بتایا ہوا ہے۔ ہم وہی سب کچھ تم سے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔“ صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ میجر ولسن کو بتایا ہو گا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں.....“ کرنل مائیکل نے آہستہ سے کہا تو صفدر کا ہاتھ حرکت میں آیا اور اس کے گھونٹنے سے کرنل مائیکل کا جیڑا ہلا کر رکھ دیا۔ کرنل مائیکل کے حلق سے کر بناک کراہ نکلی اور وہ گرتے گرتے پچھا۔

”بولو۔ جنرل کنکارڈ کس پلان پر کام کر رہا ہے“ صفدر نے درندگی آمیز لہجے میں پوچھا۔

”اگر اس بار بھی یہ جواب نہ دے تو اسے ختم کر کے میجر ولسن کی طرف چلو..... جولیا نے مائیکل کو گھورتے ہوئے کہا تو صفدر نے ہاتھ بڑھا کر ریوالور کی نال کرنل مائیکل کی کینٹی سے لگا دی۔

”بب۔ بب۔ بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں“ کرنل مائیکل نے ہکلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے جو کچھ بتایا وہ صفدر اور جولیا کے لئے انتہائی غیر متوقع ثابت ہوا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ صفدر مزید کوئی سوال پوچھتا اچانک دروازے پر دستک ہونے لگی تو صفدر نے چوہکتے ہوئے بائیں جانب دیوار پر نصب سکرین کی طرف دیکھا تو اس پر کمرے کے باہر کا منظر دیکھ کر اس کے جسم میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی کیونکہ راہداری میں دروازے کے پاس تین گارڈز اور ایک سادہ لباس والا شخص کھڑا تھا۔ ان چاروں کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ کیپٹن ڈیوڈ کے بیان کے مطابق وہ گارڈز کو خبردار کر کے آیا تھا کہ وہ ان دونوں کو باہر نہ جانے دیں۔ شاید اب تک گارڈز نے انتظار کرنے کے بعد اس آدمی کو صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا

جوان کے ساتھ باہر کھڑا تھا۔

”کرنل۔ اپنے آدمیوں سے بات کرو اور انہیں واپس جانے کا حکم دو۔ انہیں مطمئن کرو ورنہ تمہیں قتل کر کے ہم خود ان سے منٹ لیں گے۔ انہیں شبہ نہ ہونے پائے“..... صفدر نے تھکمانہ لہجے میں کرنل مائیکل سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیا بات ہے جم“..... کرنل مائیکل نے بلند آواز میں کہا۔

”باس۔ کیپٹن ڈیوڈ نے گارڈز کو حکم دیا تھا کہ آپ کے مہمان مشتبہ ہیں اور اگر وہ فرار ہونے کی کوشش کریں تو انہیں باہر نہ جانے دیا جائے۔ چندرہ منٹ ہو چکے ہیں۔ نہ آپ کے مہمان باہر آئے اور نہ کیپٹن ڈیوڈ“..... باہر کھڑے سادہ لباس والے شخص نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”نائنس۔ ڈیوڈ کا شبہ غلط تھا۔ ڈیوڈ میرے پاس موجود ہے اور ہم ضروری میٹنگ کر رہے ہیں۔ تم لوگ اپنی ڈیوٹی پر جاؤ۔ ضرورت پڑی تو میں خود تمہیں طلب کر لوں گا“..... کرنل مائیکل نے غصیلے لہجے میں کہا تو سکرین پر نظر آنے والے جم نامی شخص نے گارڈز کو اشارہ کیا اور وہ چاروں برآمدے کی طرف بڑھتے ہوئے سکرین سے غائب ہو گئے۔ اس دوران صفدر کے ریوالور کی نال مائیکل کی کینٹی سے گئی رہی تھی۔

صفدر نے مزید چند سوالات کئے اور پھر اچانک ہی اس نے کرنل مائیکل کی کینٹی پر ریوالور کا دستہ مار دیا۔ کرنل مائیکل کے حلق

سے تیز کراہ نکلی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اسے بے ہوش کر کے صفدر نے جولیا کو دروازے پر پہنچنے کی ہدایت کی اور پھر دو قدم پیچھے ہٹ کر اس نے فرش پر پڑے کرل مائیکل کے سر کا نشانہ لے کر فائر کر دیا اور بے آواز گولی کرل مائیکل کے سر میں لگی اور وہ یکدم ترپ کر ہمیشہ ہمیش کے لئے ساکت ہو گیا۔ اس کے بعد صفدر نے کیپٹن ڈیوڈ کی کینٹی کا نشانہ لیا اور ایک گولی اس کے سر میں اتار دی اور پھر اس نے سکرین کا جائزہ لیا۔ سکرین پر ایک راہداری نظر آ رہی تھی جبکہ دوسری سکرین پر تینوں گاڑوں نظر آ رہے تھے۔ ان میں سے دو گیٹ کے پاس کھڑے تھے جبکہ تیسرا برآمدے کے باہر ٹہل رہا تھا۔

”پہلے آپ باہر جائیں مس جولیا۔ میں آپ کے برآمدے میں داخل ہوتے ہی باہر نکل آؤں گا“..... صفدر نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا تو جولیا نے ریوالور پرس میں رکھا اور بولٹ گرا کر آہستہ سے دروازہ کھولا۔ وہ کمرے سے نکلی اور برآمدے کی طرف بڑھنے لگی۔ صفدر دروازے میں کھڑا دیکھتا رہا۔ جونہی جولیا برآمدے میں داخل ہوئی صفدر کمرے سے باہر آ گیا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور برآمدے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کا ایک ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا جس میں ریوالور موجود تھا لیکن جونہی وہ برآمدے میں مڑنے لگا اسے عقب میں ہلکی سی آہٹ محسوس ہوئی اور اس نے جلدی سے پلٹ کر دیکھا مگر اسے دیر ہو چکی تھی۔ راہداری کے پہلے کمرے کا

دروازہ کھلا تھا اور دو افراد ہاتھوں میں مشین پھل لئے ان کی طرف بڑھ رہے تھے اور ان میں سے ایک وہی جم نامی شخص تھا جو گاڑوں کے ساتھ کرل مائیکل کے کمرے کے دروازے کے باہر موجود تھا جبکہ دوسرا آدی اویڈ عمر اور سرے سے گنجا تھا۔

”خبردار۔ ہاتھ بلند کر لو کرل سائمن ورنہ چھلنی کر دیئے جاؤ گے“..... جم نے تھمسانہ لہجے میں کہا تو صفدر نے فوراً ہی ہاتھ بلند کر لئے کیونکہ اس کے ریوالور نکالتے نکالتے ان میں سے کسی کے مشین پھل کی گولیاں اسے لگ سکتی تھیں۔

”اوہ۔ میں سمجھا نہیں مسٹر جم۔ کیا تمہیں تمہارے پاس نے ہمارے بارے میں نہیں بتایا تھا“..... صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”ہاں۔ لیکن میں مطمئن نہیں ہوا تھا۔ میں نے سکرین پر تمہیں اور تمہاری ساتھی لڑکی کو کمرے سے نکل کر جس مشکوک انداز میں باہر آتے دیکھا ہے اس سے میرے شبہ کی تصدیق ہو گئی ہے۔“ جم نے صفدر کو گھورتے ہوئے کہا۔

”اجتماعت ہو تم۔ میں ابھی کرل مائیکل سے تمہاری شکایت کرتا ہوں۔“ صفدر نے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔

”تم زحمت مت کرو۔ اپنی جگہ سے حرکت کی تو چھلنی کر ڈالوں گا۔ روڑ۔ تم پاس کو دیکھو“..... جم نے اپنے ساتھی کو ہدایات دیتے ہوئے کہا تو وہ پلٹ کر کرل مائیکل کے کمرے کی طرف بڑھ گیا اور جم قدم بڑھا کر صفدر کے قریب آ گیا۔ لیکن جونہی روڑ نے کرل

عمارت میں خطرے کا سائرن بج اٹھا۔ صفدر نے فوراً ہی اس دروازے کی طرف جھپ لگائی جس سے روڑ اور جم باہر آئے تھے۔ دروازہ ابھی تک کھلا ہوا تھا۔ صفدر نے اندر جھانک کر دیکھا تو کمرے کے ایک کونے میں کرسی پر ایک آدمی نظر کا چشمہ لگائے بیٹھا دیوار پر نصب سکرین کی طرف دیکھ رہا تھا جس میں راہداری کا منظر روشن تھا۔ اس کے سامنے میز پر دونوں جانب کمپیوٹر سیٹ رکھے تھے اور اس آدمی نے سر پر ہیڈفون لگا رکھا تھا۔ یقیناً اس نے سائرن آن کیا تھا۔ صفدر نے اندر گھستے ہی مشین پمپل سے اس پر فائر کر دیا اور وہ شخص چیختا ہوا کرسی سے گر گیا اور سائرن بھی بند ہو گیا کیونکہ مشین پمپل کی کئی گولیوں نے میز پر نصب کنٹرول پنل کے کئی بٹن بھی اڑا دیئے تھے اور کمپیوٹروں سے بھی چنگاریاں نکل رہی تھیں۔

جولیا ستون کی آڑ میں کھڑی گیٹ کے پاس کھڑے دونوں گارڈز کی طرف دیکھ رہی تھی جو اپنے ساتھی گارڈ کے گرنے پر ہاتھوں میں ریوالور سنبالے برآمدے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر مشین پمپل چلنے کا شور سن کر وہ دونوں تیزی سے برآمدے کی طرف بڑھنے لگے۔ جوہنی وہ برآمدے کے قریب پہنچے جولیا نے ایک گارڈ کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ گارڈ کے سینے میں سوراخ ہو گیا اور وہ چیخ کر گر گیا جبکہ دوسرے گارڈ نے تیزی سے فرش پر گر کر جولیا کی طرف فائر کر دیا لیکن گولی جولیا کے بائیں جانب سے گزر کر دیوار سے جا ٹکرائی۔ برآمدہ کپاؤنڈ کے فرش سے تقریباً تین

مائیکل کے کمرے کا دروازہ کھولا اس کے حلق سے بے ساختہ چیخ نکلی اور اس کے ہاتھ سے مشین پمپل گر گیا۔ اس نے بائیں شانے پر ہاتھ رکھ لیا جس سے خون بہنے لگا تھا۔

روڑ کی چیخ سن کر جم نے بے اختیار پلٹ کر اس کی طرف دیکھا اور اسی لمحے صفدر نے ایک ہاتھ سے اس کے مشین پمپل پر جھپٹا مارتے ہوئے دوسرے ہاتھ کا گھونسا اس کے جہزے پر مار دیا۔ پمپل صفدر کے ہاتھ میں آ گیا اور جم کہتا ہوا لڑکھڑانے لگا۔ ٹھیک اسی لمحے جولیا نے برآمدے کی آڑ سے نکل کر جم پر فائر کر دیا۔ بے آواز ریوالور کی گولی جم کے سینے میں لگی اور وہ کربناک چیخ مار کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ جولیا نے برآمدے میں جم اور صفدر کی آوازیں سن لی تھیں اور اس نے دیوار کی آڑ سے پہلے روڑ کو نشانہ بنایا تھا۔ جم کے گرتے ہی جولیا نے فوراً پلٹ کر اس گارڈ پر فائر کر دیا جو روڑ کی چیخ سن کر ریوالور نکالے تیزی سے برآمدے میں آ چکا تھا۔ نتیجے میں وہ سر میں سوراخ لئے کئے ہوئے ہتھیر کی مانند منہ کے بل فرش پر آ رہا اور جولیا نے جلدی سے بڑھ کر برآمدے کے ایک ستون کی آڑ لے لی۔

زخمی شانے والے روڑ نے جم کو گرتے دیکھا تو تیزی سے سنبھل کر فرش سے اپنا مشین پمپل اٹھانے کے لئے جھکا ہی تھا کہ صفدر نے مشین پمپل کا رخ اس کی طرف کر کے فائر کر دیا۔ گولیوں کی تڑتڑاہٹ کے ساتھ ہی روڑ چھلٹی ہو کر گر پڑا۔ اسی لمحے

فٹ بلند تھا اور وہ گاڑی برآمدے کی سیڑھیوں کے پاس سینے کے بل دراز تھا۔ جولیا کو اس کے صرف پاؤں دکھائی دے رہے تھے۔ گاڑی نے دوسرا فائر کیا تو اس مرتبہ گولی ستون سے ٹکرائی اور جولیا چیخ کر ستون کی آڑ میں بیٹھ گئی۔ گاڑی نے اس کی چیخ سن کر تیزی سے سر اٹھا کر دیکھا اور پھر کھڑا ہو گیا۔

صفر راہداری کی دیوار کی آڑ لئے کھڑا تھا۔ جونہی گاڑی کھڑا ہوا صفر نے اس پر مشین پھل سے فائر کر دیا جس کے نتیجے میں وہ گاڑی پھٹتی ہو کر گر گیا۔ جولیا اٹھ کھڑی ہوئی۔ صفر دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا۔ باہر اور کوئی ذی روح موجود نہ تھا۔ چنانچہ وہ دونوں برآمدے سے نکل کر گیٹ کی طرف دوڑ پڑے۔ صفر نے قریب پہنچ کر گیٹ کھولا اور باہر کا جائزہ لیتے ہوئے مشین پھل جیب میں ڈال کر جولیا کے ساتھ باہر آ گیا۔ اسی لمحے فضا میں پولیس گاڑیوں کے سائرن گونجنے لگے۔ سائرن وائیں جانب سے سنائی دے رہے تھے اور کافی فاصلے سے آواز آ رہی تھی۔ چنانچہ صفر اور جولیا تیزی سے بائیں جانب واقع گلی کے پاس کھڑی اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ کار کے پاس پہنچ کر صفر نے دروازہ کھولتے ہوئے پیچھے دیکھا تو تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر پولیس کی گاڑیاں آ رہی تھیں۔ جولیا نے عقبی سیٹ سنبھالی اور صفر نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر انجن شارٹ کر دیا اور پھر کار آگے بڑھاتے ہوئے ایکسیلیٹر پر اس کے پاؤں کا دباؤ بڑھاتا چلا گیا۔

عمران، تنویر، چہان اور صدیقی ایکسٹو کے مقامی ایجنٹ براؤن کے فلیٹ پر جولیا اور صفر کے ساتھ ڈرائیونگ روم میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ براؤن ٹیکسی ڈرائیور کے روپ میں عمران اور اس کے تین ساتھیوں کو لینے ایئر پورٹ گیا تھا۔ اگرچہ ایئر پورٹ پر سادہ لباس والے کئی افراد موجود تھے جو مسافروں کا باریک بینی سے جائزہ لے رہے تھے اور دن وے سے لے کر ایئر پورٹ کے خارجی راستے پر جگہ جگہ خفیہ لیزر کیمرے نصب تھے جو مسافروں کی اصل شکل کنٹرول روم میں سکرین تک پہنچا رہے تھے اور یہ کنٹرول روم زیرِ آبجی کے ایجنٹ میجر لسن کے آفس میں تھا لیکن ایک تو ابجی کے ممبرز صرف بیرونی ممالک سے آنے والے مسافروں کو چیک کر رہے تھے دوسرا ڈومیسٹک پروازوں کے لئے الگ ٹرمینل تھا اور تاراک سے آنے والا طیارہ بھی اسی ٹرمینل پر اترا تھا اس لئے

وہ لوگ کسی رکاوٹ کے بغیر ایئر پورٹ کی حدود سے نکل آئے تھے جبکہ لیزر کیمرے صرف سنگل میک اپ چیک کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے اور وہ لوگ دوہرے میک اپ میں تھے۔ صفر، عمران کو کزنل مائیکل سے حاصل ہونے والی معلومات بتا رہا تھا اور عمران، توہر، چوہان اور صدیقی ایکریمیا اور اسرائیل کی بمیامک سازش پر حیران ہو رہے تھے جس کا نشانہ بگاریہ تھا۔

طویل عرصہ سے ایکریمیا، بگاریہ کو ایٹمی طاقت بننے سے روکنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا لیکن بگاریہ عکرم ان اپنے جوہری پروگرام کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ ان کے پروگرام سے اصل خطرہ ایکریمیا کو نہیں بلکہ اسرائیل کو تھا کہ اگر اسرائیل نے کسی اسلامی یا عرب ملک پر حملہ کیا تو بگاریہ اپنے مسلمان برادر ملک کو بچانے کے لئے اپنے ایٹمی ہتھیار اسرائیل کے خلاف استعمال کرنے سے گریز نہیں کرے گا اور بگاریہ کی مدد حاصل ہونے پر مشرق وسطیٰ کے تمام عرب ممالک مل کر اسرائیل کا وجود دنیا کے نقشے سے مٹا ڈالیں گے۔ بگاریہ نے اپنے پروگرام سے دستبرداری کے لئے تمام عالمی طاقتوں اور سلامتی کونسل کی طرف سے دباؤ قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور گزشتہ ماہ اس نے چند نئے میزائلوں کے کامیاب تجربات کئے تھے جن سے ایک مرتبہ پھر اسرائیل کو اپنی سلامتی خطرے میں نظر آ رہی تھی۔

چنانچہ اس خطرے کے سدباب کے لئے ایکریمیا نے ایک

خونخاک پلان بنایا تھا۔ اس پلان کے تحت ایک خصوصی مصنوعی سیارہ تیار کیا جا رہا تھا جسے مکمل ہونے پر خلاء میں بھیج دیا جاتا۔ اس سیارے کو ایسے جدید آلات سے مزین کیا جا رہا تھا جو بگاریہ کے ایٹمی مراکز اور پرائیکٹس کی واضح تصاویر زمینی کنٹرول سنٹر کی سکرین پر منتقل کرتے اور سیارہ سے نظر نہ آنے والی تباہ کن شعاعیں فائر کر کے ایٹمی مراکز کو تباہ کر دیا جاتا۔ اس سیارہ کو دنیا کی کوئی رصدگاہ نہیں دیکھ سکتی تھی کیونکہ سیارے کے خلاء میں داخل ہوتے ہی سیارے میں موجود خاص قسم کی شعاعیں سیارے کو اپنے حصار میں لے لیتیں اور وہ محض غلائی دھول کی طرح نظر آتا۔ اس طرح کسی کو بھی پتہ نہ چلتا کہ بگاریہ کی ایٹمی تنصیبات اور مراکز کیسے تباہ ہوئے۔

کزنل مائیکل کے مطابق اس مشن کا انچارج ایکریمیا کے ایک سابق آرمی کمانڈر انچیف جنرل کنکارڈ کو بنایا گیا تھا اور اسرائیلی پرائم فسر کے سوا اسرائیل کے تمام اعلیٰ حکام کو اس منصوبے سے بے خبر رکھا گیا تھا تاکہ بگاریہ یا دوسرے کسی اسلامی ملک کے کسی ایجنٹ کو اسرائیل کے اس پلان کا علم نہ ہو سکے۔ جنرل کنکارڈ نے ریٹائرمنٹ کے بعد ایکریمیا کی ملٹری انٹیلی جنس کے چیف کی حیثیت سے بھی کچھ عرصہ تک خدمات انجام دی تھیں اور اس دوران اسے پاکیشیا سیکرٹ سروس کی طاقت کا اندازہ ہو گیا تھا اس لئے جنرل کنکارڈ کو سب سے زیادہ خطرہ عمران اور اس کے ساتھیوں سے

پاکیشیا واحد پاور ہے جو عربوں کی حمایت میں اسرائیل کا مخالف ہے اور اسلامی ملک اسرائیل کی جارحیت پر ہمیشہ پاکیشیا کی طرف دیکھتے ہیں۔ چنانچہ بگاریہ کو تباہ کرنے کے بعد انگریزوں کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ پاکیشیا کو بھی نشانہ بنائے..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”لیکن پاکیشیا تو انگریزوں کا اتحادی ہے“..... صدیقی نے کہا۔
 ”ہاں۔ لیکن یہ اتحاد دہشت گردی کے خاتمے کے لئے ہے۔ جب بگاریہ کے عوام انگریزوں کے اس ظالمانہ اقدام پر انتقامی کارروائیاں کریں گے تو انگریزوں کو دہشت گرد کا نام دے کر پاکیشیا کی سرزمین سے ان کو کھینچنے کی کوشش کرے گا اور پاکیشیا انگریزوں کو ایسا قدم اٹھانے کی ہرگز اجازت نہیں دے گا۔ نتیجہ میں پاکیشیا کو بگاریہ دہشت گردوں کی حمایت اور پشت پناہی کے الزام میں سزا دینے کی کوشش کی جائے گی“..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ یہ تو ہے۔ ایک مروجہ اس کا بگاریہ پر تجربہ کامیاب ہو گیا تو پھر وہ اسرائیلی سرحدوں کو محفوظ کرنے اور سرحدوں کو توسیع دینے کے لئے اسرائیل کے آس پاس واقع اسلامی ممالک کو بھی تباہ کر ڈالے گا“..... چوہان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”لیکن ہماری زندگی میں اس کا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا“..... عمران نے کہا۔

تھا کہ اگر انہیں اس پلان کے بارے میں علم ہو گیا تو وہ سیارہ خلاء میں چھوڑے جانے سے پہلے ہی انگریزوں کو اس پر ایکٹ کو تباہ کر دیں گے جہاں سیارے کی تیاریاں آخری مراحل میں تھیں۔ اس نے انگریزین صدر سے اس اندیشے کا اظہار کیا اور انگریزین صدر کی اجازت سے زیرو ایجنسی کے سربراہ کرنل جیک کو یہ ذمہ داری سونپ دی گئی کہ سیارے کی روانگی تک عمران اور اس کے ساتھیوں کو کسی طرح بھی لٹائن میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ ساتھ ہی جنرل نکارڈ نے کرنل جیک کو یہ بھی سختی سے تاکید کر دی کہ اس پلان کا اس کے ماتحتوں کو علم نہ ہونے پائے اس لئے کرنل جیک نے کسی ممبر کو اس سلسلے میں کچھ نہ بتایا۔ لیکن جب میجر ولسن اور کرنل مائیکل نے اصرار کیا تو کرنل جیک نے پہلے جنرل نکارڈ سے رجوع کیا اور اس سے اجازت لینے کے بعد میجر ولسن اور کرنل مائیکل کو اس مشن کی تفصیلات سے آگاہ کر دیا تھا۔

”بگاریہ کے خلاف انتہائی خطرناک پلان بنایا گیا ہے“..... تنویر نے صندھ کے خاموش ہونے پر غصیلے لہجے میں کہا۔

”بگاریہ کے خلاف نہیں۔ یہ تو پورے اسلامی ہلاک کے خلاف سیکرٹ مشن ہے“..... عمران نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا تو تنویر سمیت سب ساسی چومک کر عمران کی طرف دیکھنے لگے۔

”اس خلائی سیارے سے انگریزوں، بگاریہ کی جوہری تصنیعات کو تباہ کرے گا تو اس کے بعد پاکیشیا کو بھی نہیں چھوڑے گا کیونکہ

”اوہ۔ جزل کنکارڈ۔ براؤن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 ”ہاں۔ ہاں۔ جزل کنکارڈ۔ کنکارڈ طیارے کا نہیں پوچھ رہا۔“
 عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”اس کا بچہ کچھ عرصہ پہلے ڈیفنس فیرسکینڈ میں تھا۔ اس وقت وہ ملٹری انٹیلی جنس کا سربراہ تھا۔ آج کل اس کی پوسٹ پر کرنل ٹیڈ ہے۔ شاید جزل کنکارڈ کہیں اور شفٹ ہو گیا ہے“..... براؤن نے جواب دیا۔

”فورا معلوم کر کے مجھے بتاؤ۔ نصف گھنٹے کے اندر اندر۔“
 عمران نے کہا تو براؤن خاموشی سے کمرے سے نکل گیا اور عمران نے میز پر رکھے ہوئے فون کا لمبیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے لگا۔

”ہیلو۔ مارٹی کلب“..... چند لمحوں بعد آپریٹر کی آواز سنائی دی تو عمران نے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔
 ”پرنس آف ٹائٹ بول رہا ہوں۔ مارٹی سے بات کراؤ۔“
 عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو اس کے ساتھی بے اختیار مسکرانے لگے۔

”رائٹ سر۔ ہولڈ کیجئے“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر چند لمحوں بعد مارٹی سے رابطہ قائم ہو گیا۔
 ”میں پرنس۔ میرے اکاؤنٹ میں رقم پہنچ چکی ہے۔ تھینک یو۔“
 دوسری طرف سے مارٹی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کیوں“..... جولیا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
 ”اس لئے کہ ایکریمیا کا تباہ کن سیارہ ابھی مکمل نہیں ہوا اور ایکسٹو کے پانچ سیارے یہاں پہنچ چکے ہیں۔ تم میں سے ہر ایک سیارہ اصلی بھی ہے اور ایکریمیا کے مصنوعی سیارے سے سو گنا زیادہ پاورفل بھی“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”پانچ نہیں عمران صاحب۔ چھ کہیں“..... صدیقی نے جلدی سے کہا۔

”نہیں۔ پانچ ہی ہیں۔ جولیا سیارہ نہیں بلکہ سیارچی ہے۔“
 عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جولیا غصے سے اسے گھورنے لگی جبکہ صفدر، چوہان اور صدیقی بے اختیار مسکرانے لگے۔
 ”جب تک یہ پتہ نہ چلے کہ وہ کیشل سیارہ کس خلائی مرکز میں تیار ہو رہا ہے ہم کیا کر سکتے ہیں“..... چوہان نے کہا۔
 ”تم بہت کچھ کر سکتے ہو۔ تمہیں چوہے پکانے کے لئے چیف نے میرے ساتھ نہیں بھیجا۔ یہ کام تم کرو گے اور آج ہی کرو گے کیونکہ وقت کم ہے اور کام زیادہ“..... عمران نے کہا اور اسی لمحے براؤن کمرے میں داخل ہوا۔

”عمران صاحب۔ آپ لوگ کھانا کس وقت کھائیں گے۔“
 براؤن نے قریب آ کر عمران سے پوچھا۔
 ”جب تم یہ بتاؤ گے کہ جزل کنکارڈ کی رہائش کہاں ہے۔“
 عمران نے کہا۔

منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ہونہ۔ اس کا مطلب ہے تم پرنس آف ٹائٹ ہو“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ کیا میں نے غلط کہا ہے“..... جولیا نے اسے گھورتے

ہوئے پوچھا۔

”اور کیا۔ جب زیرو ایجنسی کو اس جگہ کا علم نہیں ہے تو مارٹی کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے“..... عمران نے کہا تو اس کی تائید میں دوسرے ساٹھی بھی سر ہلانے لگے۔

”عمران صاحب۔ آپ مارٹی کو بیس ہزار ڈالرز کہاں سے دیں گے“..... صدیقی نے پوچھا۔

”چونکہ میں یہ رقم تم لوگوں کے مشن میں آسانی کی خاطر خرچ کر رہا ہوں اس لئے تمہاری تنخواہوں سے ادائیگی کی جائے گی۔“ عمران نے کہا تو اس کے ساتھیوں کے منہ حیرت سے کھلے کھلے رہ گئے اور وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

”کیا تم اس میں مزید اضافہ کرنا چاہتے ہو یا بیس ہزار ڈالر کسی دوسرے کو دے دیئے جائیں“..... عمران نے کہا۔

”کیوں نہیں جناب۔ آپ کام بتائیں“..... مارٹی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ایک کام تو یہ ہے کہ تم منہ بند کر لو۔ تمہارے وائٹ میل ہیں“..... عمران نے سخت لہجے میں کہا تو مارٹی کی ہنسی تیز ہو گئی۔

”پھر بات کیسے کر سکوں گا پرنس“..... مارٹی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”مجھے ایک ریسیا کی ایسی رصدگاہوں اور خلائی سنٹرز کی فہرست چاہئے جنہیں عوام کی نگاہوں سے خفیہ رکھا گیا ہو“..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”بہتر۔ ایک گھنٹے بعد بتا سکوں گا جناب“..... مارٹی نے کہا۔

”اوکے۔ میں ایک گھنٹے بعد دوبارہ فون کروں گا“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

”تم واقعی احمق ہو“..... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”اوہ۔ تمہیں کیسے پتہ چلا“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس لئے کہ تم نے مارٹی سے رصدگاہوں کی پوری فہرست مانگی ہے جبکہ تمہیں صرف اس خلائی مرکز کا پوچھنا چاہئے تھا جہاں جنرل کنکارڈ کی نگرانی میں پیشل سیارہ تیار کیا جا رہا ہے“..... جولیا نے

”ہیلو چیف۔ راجر بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد کیپٹن راجر کی آواز سنائی دی۔

”ہیس۔ کیا رپورٹ ہے“..... کرنل جیک نے سخت لہجے میں پوچھا۔
 ”چیف۔ میں نے کاربوس سے پوچھ گچھ کی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ اس نے کسی شخص سے اسکارٹ اور میگی کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ اس نے اسکارٹ کی خواہش پر پاکیشیا میں اپنے ایک دوست سے پانچ ہزار ڈالر معاوضہ پر علی عمران کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں اور اسکارٹ کو بتائی تھیں۔ اس کے علاوہ کاربوس کا اس معاملے میں کوئی کردار نہیں ہے اور نہ ہی اسکارٹ نے آج دن بھر میں کاربوس سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اسکارٹ سے اس کی فون پر آخری بات چیت گزشتہ رات دس بجے ہوئی تھی۔“
 کیپٹن راجر نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”کیا کاربوس کی نگرانی کی جا رہی ہے“..... کرنل جیک نے پوچھا۔
 ”ہیس سر۔ میرا ایک ماتحت وہاں موجود ہے۔ ابھی تک وہاں کے عملہ کے سوا کسی نے کاربوس سے ملاقات نہیں کی اور نہ ہی وہاں کوئی مشتبہ شخص دکھائی دیا ہے“..... کیپٹن راجر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ہونہ۔ کرنل مائیکل کے آفس میں بھی ہنگامہ ہوا ہے۔ کرنل مائیکل، اس کے دو ماتحتوں اور تین گارڈز کو قتل کر دیا گیا ہے جو اس وقت عمارت میں موجود تھے“..... کرنل جیک نے تشویش آمیز لہجے

کرنل مائیکل اور اس کے دو ماتحتوں کے علاوہ تین گارڈز کا قتل زبردستی کیے کے لئے معمولی بات نہیں تھی۔ زبردستی کیے کا چیف کرنل جیک غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ اسے چند منٹ پہلے کرنل مائیکل کے قتل کی خبر ملی تھی۔ اسکارٹ اور میگی کے بعد اسٹے پانچ افراد کی ہلاکت نے کرنل جیک پر دیوانگی سی طاری کر دی تھی اور وہ اپنے آفس روم میں ٹھہرتا ہوا کچھ سوچ رہا تھا کہ دفعتاً فون کی کھنٹی بج اٹھی تو کرنل جیک نے سامنے رکھے سفید فون کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ہیس“..... کرنل جیک نے غراتے ہوئے کہا۔

”کیپٹن راجر لائن پر موجود ہیں اور آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں سر“..... دوسری طرف سے مودبانہ لہجے میں کہا گیا۔
 ”ہونہ۔ کراؤ بات“..... کرنل جیک نے سخت لہجے میں کہا۔

میں کہا۔

”اوہ۔ کیا انہیں بھی پاکیشیائی ایجنٹوں نے ہلاک کیا ہے سر۔“
کیپٹن راجر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
”یقیناً۔ لیکن ابھی تفصیل معلوم نہیں ہوئی۔ فائرنگ کی اطلاع ملنے پر پولیس وہاں پہنچی تو قاتل فرار ہو چکے تھے۔ ایک گارڈ نے آخری سانسون میں بمشکل بتایا کہ ایک بوڑھا ریٹائرڈ کرٹل اور اس کی بیٹی کرٹل مائیکل سے ملے آئے تھے اور انہوں نے ہی اسے گولی ماری تھی۔ سارجنٹ ریٹائرڈ وہاں پہنچ چکا ہے۔ تم کارپوس سے اس کے پاکیشیائی دوست کا ایڈریس اور فون نمبر معلوم کرو جس نے اسے عمران کی شادی کی اطلاع دی تھی“..... کرٹل جیک نے آخر میں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ میں چند منٹ بعد آپ کو اطلاع دیتا ہوں۔“
کیپٹن راجر نے کہا تو کرٹل جیک نے کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر میجر ولسن کے موبائل فون کے نمبر پر پس کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہیلو۔ میجر ولسن سپیکنگ“..... دوسری طرف سے آواز سنائی دی مگر ساتھ ہی ہلکی ہلکی دوسری آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔
”جیک بول رہا ہوں میجر۔ یہ شور کیسا ہے“..... کرٹل جیک نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”چیف۔ میں ہوٹل میں کھانا کھا رہا ہوں“..... میجر ولسن نے

نتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ہونہ۔ تم کھانا کھا رہے ہو اور اسکاٹ کے قاتلوں نے کرٹل مائیکل سمیت اس کے پانچ آنٹوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے“..... کرٹل جیک نے غراتے ہوئے کہا۔
”اوہ۔ کب سر۔ میں تو کرٹل مائیکل کا یہاں انتظار کر رہا تھا۔“
دوسری طرف سے میجر ولسن نے چونکتے ہوئے کہا۔

”پندرہ منٹ پہلے ایک عورت اور مرد کرٹل مائیکل سے ملاقات کرنے اس کے آفس گئے تھے اور سب کو چھپائی کر کے فرار ہو گئے۔ مگر تم کیوں کرٹل مائیکل کا انتظار کر رہے تھے“..... کرٹل جیک نے غصے سے پوچھا۔

”میں نے اسے فون پر کہا تھا کہ اگر اس نے ابھی تک ڈز نہیں کیا تو وہ ہوٹل آ جائے۔ مل کر کھانا کھائیں گے اور اس نے آنے کا وقت بھی طے کر لیا تھا“..... میجر ولسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جبکہ جیمز ایئر پورٹ پر موجود ہونا چاہتے تھا“..... کرٹل جیک نے غراتے ہوئے کہا۔

”سڈری سر۔ لیکن وہاں میرے ماتحت موجود ہیں اور تمام فلائٹس کو چیک کر رہے ہیں“..... میجر ولسن نے کہا۔

”لیکن مجھے لگتا ہے کہ کرٹل مائیکل کو قتل کرنے والے پاکیشیائی ایجنٹ عمران اور جولیا ہیں“..... کرٹل جیک نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

ہے کیونکہ موجودہ معاملے میں اور اتنی تیزی سے ہمارے آدمیوں تک پہنچے اور انہیں قتل کرنے والے صرف پاکیشیائی ایجنٹ ہی ہو سکتے ہیں اس لئے تم جلدی کھانے سے فارغ ہو کر وکٹن کا چپہ چپہ جہان مارو..... کرنل جیک نے تمکھانہ لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ میں ابھی کرنل مائیکل کے آفس جا کر دیکھتا ہوں کہ اس کے قاتل کون ہیں..... میجر ولسن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا قاتل وہاں تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔“ کرنل جیک نے غراتے ہوئے کہا۔

”چیف۔ شاید آپ کو علم نہیں کہ کرنل مائیکل نے اپنے آفس میں خفیہ کیمرے نصب کر رکھے ہیں جو کمرے میں آنے جانے والوں کی ویڈیو بناتے رہتے ہیں..... میجر ولسن نے کہا تو کرنل جیک بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ ویری گڈ۔ تم فوراً وہاں پہنچو اور چیک کرو۔ یقیناً کرنل مائیکل اور اس سے ملاقات کرنے والے قاتلوں کا ویڈیو سے پتہ چل جائے گا کہ وہ کون ہیں اور کرنل مائیکل سے ان کی کیا بات چیت ہوئی ہے.....“ کرنل جیک نے چیخے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ آپ نے وہاں کسی کو بھیجا تھا.....“ میجر ولسن نے دوسری طرف سے پوچھا۔

”ہاں۔ سارجنٹ ریٹلڈ اس وقت وہاں ہے۔ مجھے فوری رپورٹ

”اوہ۔ کیا یہ کفر ہو چکا ہے چیف.....“ میجر ولسن نے حیرت مبرے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ لیکن اسکاٹ اور مینکی کے فلیشوں سے اٹھائے گئے فنگر پرنٹس کی رپورٹ سے پتہ چلا ہے کہ انہیں بھی ایک عورت اور ایک مرد نے ہی قتل کیا ہے۔ مرد ایشیائی ہے اور عورت کے فنگر پرنٹس اسے سوکس ظاہر کرتے ہیں جبکہ جولیا بھی سوکس نژاد ہے۔ اس سے بھی اعزازہ ہوتا ہے کہ مرد عمران ہی ہے.....“ کرنل جیک نے حکما لہجے میں کہا۔

”آپ کا اعزازہ درست ہوگا سر۔ لیکن آخر وہ دونوں وکٹن مٹا کیے داخل ہو گئے۔ ایئر پورٹ پر لیزر کیمروں نے انہیں چیک کیوں نہیں کیا.....“ میجر ولسن نے تشویش مبرے لہجے میں کہا۔

”میجر۔ عمران دنیا کا شاطر ترین آدمی ہے۔ وہ شیطانی دماغ کا مالک ہے۔ یقیناً اس نے لیزر کیمروں سے بچنے کی کوئی ترکیب نکال لی ہوگی اس لئے کیمروں کو دوش دینے کی بجائے یہ سوچو کہ تم اسے کیسے تلاش کر سکتے ہو.....“ کرنل جیک نے طنزیہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”سمجھ گیا ہوں چیف۔ اگر وہ عمران ہی ہے تو میں اسے زمو کی تہہ سے بھی نکال لوں گا.....“ میجر ولسن نے جو شیلے اعزازہ مہ کہا۔

”اور آؤ وہ عمران نہیں بھی ہے تو بھی اس کا تعلق پاکیشیا

مت اٹھانے دینا۔ اور ہاں۔ کولڈ ڈرنکس کی بوتلوں سے فنگر پرنس حاصل کرنے کے لئے پرنس سیکشن کو فوراً بھجوا دو تاکہ پتہ چل جائے کہ قاتل وہی ہیں جنہوں نے اسکاٹ اور میکی کو قتل کیا تھا۔ کرنل جیک نے جلدی سے کہا۔

”رائٹ سر۔ میں فنگر پرنٹ والوں کو ہدایات کرتا ہوں۔“
دوسری طرف سے ریٹائلڈ نے کہا۔

”آس پاس کے بنگلوں کے گارڈز سے بھی ضرور پوچھ گچھ کرنا۔ یقیناً قاتل کسی گاڑی میں وہاں آئے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے ان بنگلوں کے کسی مکین نے اس گاڑی کو وہاں دیکھا ہو۔“ کرنل جیک نے مزید ہدایات دیتے ہوئے کہا اور ریسور رکھ دیا۔ پھر وہ مضطربانہ انداز میں سگار کے کش لیتا ہوا پاکیشٹائی اینجنوں کے بارے میں سوچنے لگا۔

دینا۔ اوکے۔“ کرنل جیک نے کہا اور ریسور رکھ دیا۔ پھر اس نے ایک سگار سلگایا ہی تھا کہ سفید فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”لیں۔“ کرنل جیک نے ریسور اٹھا کر جلدی سے کہا۔

”سارجنٹ ریٹائلڈ بات کرنا چاہتا ہے سر۔“ دوسری طرف سے اس کی سیکرٹری نے کہا۔

”بات کراؤ۔“ کرنل جیک نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”ہیلو چیف۔ کرنل مائیکل کے کمرے میں ہنگامہ آرائی کے شواہد ملے ہیں۔ کرنل مائیکل کی ناک اور جیزا زخمی ہے۔ انہیں سائیکلنر لگے ریوالور سے گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا جبکہ کمپیوٹر روم میں آپریٹر پر مشین پستل سے فائرنگ کی گئی جس سے وہ ہلاک ہوا اور کمپیوٹر بھی ناکارہ ہو گئے۔ کرنل مائیکل کے کمرے میں میز پر کولڈ ڈرنکس کی دو خالی بوتلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتلوں کی پہلے تو واضح کی گئی تھی۔ میز پر فون سیٹ کے نیچے دبا ہوا ایک وزینگ کارڈ ملا ہے جس پر کسی ریٹائرڈ کرنل سائنن اور میای میں اس کے پلٹری فارم کا نام و پتہ درج ہے اور میرے علم کے مطابق کرنل سائنن، کیپٹن اسکاٹ کا چچا تھا جو گزشتہ دو سال سے میای میں ہے۔“
سارجنٹ ریٹائلڈ نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو کرنل جیک کو حیرت ہوئی۔

”ٹھیک ہے۔ میجر ولسن کے آنے تک تم مزید تحقیقات کرو۔ وہ چند منٹ تک وہاں بیٹھے گا۔ اس کے آنے سے پہلے پولیس کو لاشیں

”دوسری انجنئر میں۔

”عمران صاحب۔ کچھ اعزازہ ہوا“..... عمران کے فارغ ہونے پر صدیقی نے پوچھا۔

”نہیں۔ یہ خلائی مراکز اتنے خفیہ نہیں کلتے کہ ہم ان تک نہ پہنچ سکیں“..... عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ان میں کوئی ایسا مرکز نہیں جہاں وہ مصنوعی سیارہ تیار کیا جا رہا ہے“..... چوہان نے چمکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میرا اعزازہ یہی ہے۔ ایکریمیا اچھی طرح جانتا ہے کہ

پاکیشیا اور بلغاریہ میں کتنے مضبوط اور ناقابلِ ممکن سماجی، مذہبی اور

برادرانہ تعلقات ہیں اور اگر بلغاریہ کو کاٹنا بھی چھتا ہے تو پاکیشیا

ترپ اٹھتا ہے۔ دوسرا وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی صلاحیتوں سے بھی

واقف ہے کہ جو کام پوری دنیا کے ایجنٹوں کے لئے ناممکن ہوتا

ہے۔ ہم اسے ممکن بنا دیا کرتے ہیں۔ اسی لئے وہ اپنے پلان اور

سیلائٹ پراجیکٹ کو ہم سے چھپانے کے لئے پہلے سے موجود کسی

خلائی مرکز کو استعمال نہیں کر سکتا۔ یقیناً اس نے سیلائٹ کی تیاری

کے لئے کسی نئے مقام کا انتخاب کیا ہوگا“..... عمران نے کہا تو

تمام ممبرز اس کی تائید میں سر ہلانے لگے۔

”تو پھر آپ کیسے مطلوبہ مرکز کا کھوج لگائیں گے“..... چوہان

نے کہا۔

”سر کے بل کھڑے ہو کر“..... عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا تو

رات کے بارہ بج چکے تھے۔ براؤن کے فلیٹ پر عمران اور اس کے ساتھی بیٹھے باتیں کر رہے تھے جبکہ عمران ٹیبل پر ایکریمیا کا نقشہ پھیلائے پنسل سے کچھ مقامات پر نشان لگا رہا تھا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا جس پر ان مقامات کے نام لکھے ہوئے تھے۔ یہ فہرست اس نے مارٹی سے ایکریمیا کی خفیہ سیلائٹ مراکز کے بارے میں سن کر بنائی تھی جن کی تعداد سات تھی اور یہ ایکریمیا کے مختلف شہروں میں واقع تھے لیکن اب یہ اعزازہ لگانا دشوار تھا کہ بلغاریہ کے خلاف استعمال کیا جانے والا مصنوعی سیارہ کسی خلائی مرکز میں تیار کیا جا رہا تھا۔ براؤن نے عمران کے حکم پر جزل کنکارڈ کے بارے میں بتایا تھا بلکہ میں اس کا بیٹا اور بھورچے ہیں اور بیٹا بھی آری میں میجر ہے جبکہ اس کی دو بیٹیاں بھی ہیں جن میں سے ایک اپنے شوہر کے ساتھ شکاگو میں رہتی ہے اور

عمران کے سوا باقی تمام ساتھی ہنس پڑے۔

”تم بات کرتے کرتے پڑی سے کیوں اتر جاتے ہو“..... تنویر نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

”تاکہ میری جگہ تم پڑی پر چڑھ سکو۔ چنانچہ تم صدیقی کے ساتھ ڈینس کی طرف روانہ ہو جاؤ“..... عمران نے مسکرا کر کہا۔

”اوہ۔ جنرل کنکارڈ کے بنگلے کی طرف“..... صدیقی نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ وہیں سے پتہ چل سکے گا کہ جنرل کنکارڈ آج کل کہاں ہے“..... عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ اور ہم لوگ کیا کریں گے“..... چوہان نے پوچھا۔

”تم بھالو بن جانا، صفدر اور جولیا بندر اور میں ڈگنڈی بجاؤں گا“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو صفدر کا منہ بن گیا۔

”بکو مت۔ تم خود بندر بن جانا“..... جولیا نے غراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ مجھے مزہ نہیں آئے گا۔ بندریا کے بغیر میں لنڈورا سمجھا جاؤں گا اور تماشہ دیکھنے والے مذاق بھی اڑائیں گے“..... عمران نے کہا تو صدیقی اور چوہان ہنسنے لگے اور پھر تقریباً بیس منٹ بعد صدیقی اور تنویر ایک کار میں بیٹھے ڈینس و یو کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ یہ کار براؤن کی تھی جس کے پاس مختلف ناموں پر رجسٹرڈ چھ گاڑیاں اور چار ٹیکسیاں تھیں۔ براؤن سے پوچھ کر عمران

نے تنویر اور صدیقی کو جنرل کنکارڈ کے بنگلے کا ایڈریس اور محل وقوع سمجھا دیا تھا۔ چنانچہ دس منٹ بعد وہ ڈینس و یو پہنچ گئے جو شہری آبادی سے ذرا ہٹ کر کالونی تھی اور یہاں چونکہ اعلیٰ افسران کے بنگلے تھے اس لئے اس کالونی کے داخلی گیٹ پر چیک پوسٹ بنائی گئی تھی جہاں سیکورٹی گارڈ دن رات پہرہ دیتے تھے اور آنے جانے والوں سے پوچھ گچھ کی جاتی تھی اور ان کا ریکارڈ رکھا جاتا تھا جبکہ ملاقاتیوں کے آنے جانے کا باقاعدہ اندراج کیا جاتا تھا اور میزبان سے اجازت لے کر ہی مہمان کو اندر جانے دیا جاتا تھا۔

اس کے علاوہ کالونی کے گرد قائم چار دیواری سے چھ گز کے فاصلے پر خاردار تاروں کی قد آدم باز بھی لگائی تھی تھی تاکہ کوئی دشمن یا چور چار دیواری تک نہ پہنچ سکے۔ رات کے اوقات میں سیکورٹی فورس کی دو گاڑیاں کالونی کی سڑکوں پر گشت کرتی رہتی تھیں۔ کالونی کی عینی جانب عام آبادی تھی جس میں آمد و رفت کے الگ راستے تھے۔

تنویر نے کالونی کے گیٹ سے تقریباً پچاس قدم پیچھے کار روکی اور عقب میں آتی اس ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا جسے اس نے پچھلے چوراسے سے اوروٹک کیا تھا۔ اس ٹیکسی میں انہیں ایک ادیبز عمر مسافر دکھائی دیا تھا جس کے بدن پر آری آفسر کی یونیفارم تھی اور اسے دیکھ کر ہی تنویر نے صدیقی سے پلاننگ کر لی تھی۔ پھر جونہی وہ ٹیکسی ان سے تقریباً بیس قدم کے فاصلے پر پہنچی صدیقی کار سے

اترا اور دونوں ہاتھوں سے ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کرنے لگا۔ جواب میں ٹیکسی کی رفتار کم ہو گئی اور وہ صدیقی کے قریب آ کر رک گئی۔ صدیقی بھی موجودہ میک اپ میں ادھیڑ عمر لگ رہا تھا جبکہ تویر اس سے زیادہ بوڑھا بنا ہوا تھا۔ ٹیکسی رکی تو صدیقی نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھے آرمی آفیسر کو فوجی انداز میں سیلوٹ کیا اور آرمی آفیسر جو اپنے شارٹ سے میجر لگ رہا تھا بے اختیار چونک پڑا۔

”جی فرمائیے“..... میجر نے غور سے صدیقی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”سر۔ میرا نام کیپٹن فریڈ ہے اور گاڑی میں کرنل ڈیوڈ بیٹھے ہیں۔ اتفاق سے گاڑی کا ایکسیلیٹر تار ٹوٹ گیا ہے۔ اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو کالونی کے گیٹ تک ہمیں پہنچا دیں۔ کرنل صاحب بیمار نہ ہوتے تو ہم پیدل ہی یہ فاصلہ طے کر لیتے“..... صدیقی نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اچھا۔ بیٹھ جائیے۔ کیا کرنل ڈیوڈ کالونی میں رہتے ہیں۔“ میجر نے نرم لہجے میں پوچھا۔

”ہیں سر۔ وہ شہر میں اپنے ایک عزیز کی عیادت کرنے گئے تھے“..... صدیقی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور پلٹ کر تویر کی طرف دیکھتے ہوئے آنکھ کا مخصوص اشارہ کر دیا جو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔

”آئیے سر“..... صدیقی نے تویر سے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو

تویر دروازہ کھول کر کار سے نیچے اترا تو صدیقی نے جلدی سے بڑھ کر ٹیکسی کا بچھلا دروازہ کھول دیا۔ تویر لنگڑاتا ہوا قریب آیا اور اس نے ہاتھ کے اشارے سے میجر کو سلام کیا۔ میجر نے سر کو جنبش دی اور تویر ٹیکسی کی عقبی نشست پر بیٹھ گیا۔

”ایک منٹ سر۔ میں ذرا گاڑی لاک کر دوں“..... صدیقی نے کہا اور پلٹ کر اپنی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ انجن شارٹ ہی تھا۔ صدیقی نے گیزر بدل کر ایکسیلیٹر پر دباؤ ڈالا اور کار آگے بڑھائی۔ چند قدم چل کر اس نے کار روک دی اور کار سے اتر کر واپس ٹیکسی کی طرف آیا۔

”سر۔ ایکسیلیٹر کا تار نہیں ٹوٹا۔ البتہ کچھ ڈھیلا ہے“..... صدیقی نے ٹیکسی میں بیٹھے میجر سے پرسرت انداز میں کہا۔

”اوہ ملڈ۔ تم نے تو کمال کر دیا کیپٹن“..... تویر نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا اور ٹیکسی سے اتر آیا۔

”ٹھیک یو سر۔ آپ کو زحمت اٹھانا پڑی“..... صدیقی نے میجر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ اچھا ہوا آپ کی گاڑی ٹھیک ہو گئی ہے۔“ میجر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آئیے میجر صاحب۔ آپ ہماری گاڑی میں آ جائیں۔ ہم آپ کو آپ کے بنگلے تک پہنچا دیں گے“..... تویر نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے میجر سے کہا۔

”تھیک یو کرکل۔ میں آپ کو کیوں زحمت دوں جبکہ اب زیادہ فاصلہ بھی نہیں رہا۔“..... میجر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سر۔ تکلف مت کیجئے۔ کرکل صاحب آپ کے خلوص سے متاثر ہوئے ہیں۔ آجائیے۔“ صدیقی نے کہا اور فوراً ہی اپنی جیب سے پرس نکال لیا۔

”یہ لو۔ باقی تمہاری نپ۔“ صدیقی نے چند نوٹ نکال کر ڈرائیور کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”رہنے دو کمیشن۔ میں خود کرایہ دے دوں گا۔“..... میجر نے مسکراتے ہوئے کہا جس کے سینے پر اس کے نام کا بج بھی لگا ہوا تھا۔

”نوسر۔ کرکل صاحب پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ اگر آپ ہمیں لفٹ دینے پر راضی ہو گئے تو کرایہ ہم ادا کریں گے۔“ صدیقی نے جلدی سے کہا تو ان کے خلوص سے متاثر ہو کر میجر کو ٹیکسی سے اترنا ہی پڑا۔ صدیقی نے آگے بڑھ کر اپنی کار کا اگلا دروازہ کھولا اور میجر سے بیٹھنے کی درخواست کی۔ میجر فرنٹ سیٹ پر بیٹھا اور توخیر نے پچھلی سیٹ سنبھال لی۔ اسی لمحے ٹیکسی یوٹرن لے کر واپس چل دی۔ صدیقی نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کیا ہی تھا کہ عقب میں بیٹھے توخیر نے اپنی جیب سے ریوالور نکال کر میجر کی گردن سے لگا دیا۔ میجر نے چونکتے ہوئے پیچھے دیکھنے کی کوشش کی اور بے ساختہ اچھل پڑا۔ اسی لمحے صدیقی نے اس کے ہولسٹر سے

ریوالور نکال لیا۔

”کوئی حرکت مت کرنا میجر جنمسن ورنہ گردن میں سوراخ کر دوں گا۔“..... توخیر نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ میں سمجھا نہیں۔“..... میجر جنمسن نے ہلکلا کر کہا۔ توخیر نے ریوالور کی نال اس کے پہلو سے لگا دی تھی۔

”مطلب یہ کہ تم نے مزاحمت یا شور کرنے کی کوشش کی تو خاموشی سے دوسری دنیا میں پہنچ جاؤ گے کیونکہ میرے ریوالور پر سائیلنسر فٹ ہے۔“..... توخیر نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو میجر جنمسن پر خوف طاری ہو گیا۔

”ت۔ تم۔ تم کیا چاہتے ہو۔“..... میجر جنمسن نے خوف سے بھلاتے ہوئے کہا۔

”صرف تمہارا تعاون۔ ہمیں کالونی میں جانا ہے مگر شناخت کا مسئلہ ہے۔ ہمارے پاس شناختی کارڈ نہیں ہیں۔ تم ہمیں اپنے ماتحت یا عزیز ظاہر کر کے گیٹ پاس کراؤ۔“..... توخیر نے ریوالور پر دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”م۔ مگر۔ مگر تم کالونی میں کیوں جانا چاہتے ہو۔“..... میجر جنمسن نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

”ایک ہنگلے میں ڈکیتی کرنی ہے لیکن وہ تمہارا ہنگلے نہیں ہے اس لئے تم بے فکر رہو۔“..... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا تو میجر ولسن نے اس کی طرف دیکھا۔ خوف کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے پر

نککس کے تاثرات بھی نظر آ رہے تھے۔

”آل رائٹ۔ کیا تم مجھے چھوڑ دو گے“..... میجر جیمسن نے چہ
لحوں بعد کہا۔

”یقیناً۔ ہم غلوں کا جواب غلوں سے دینے والے قاتل ہیں۔“
صدیقی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”حق۔ حق۔ قاتل“..... میجر جیمسن نے خوف سے ہکلاتے
ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ہم جسے لوٹتے ہیں اسے قتل بھی کر دیتے ہیں اور یہ بھی
ذہن میں رکھنا کہ اگر تم نے گیٹ پر سیکورٹی گارڈ کو کوئی اشارہ
کرنے کی کوشش کی تو میری گولی تمہارا بھیجہ اڑا دے گی“..... تنویر
نے وارننگ دیتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہو گی“..... میجر جیمسن نے
انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”ہم کالونی میں داخل ہونے کے بعد تمہیں تمہارے بچکے کے
گیٹ پر اتار دیں گے“..... تنویر نے کہا تو صدیقی نے کار آگے
بڑھاتے ہوئے میجر جیمسن کا ریوا اور اپنی جیب میں رکھ لیا جبکہ تنویر
نے اپنے ریوا اور والے ہاتھ پر رومال پھیلا دیا۔ کالونی کے گیٹ پر
پہنچ کر صدیقی نے کار روکی ہی تھی کہ گیٹ کے چھوٹے سے ذیلی
دروازے پر کھڑا سیکورٹی گارڈ کار کے قریب آ گیا۔ اس نے میجر
جیمسن کو سلام کیا اور پھر صدیقی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

”شناختی کارڈ پلیز“..... گارڈ نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”یہ میرے دوست ہیں۔ مجھے میرے بچکے پر ڈراپ کرنے
آئے ہیں۔ ابھی واپس چلے جائیں گے“..... میجر جیمسن نے گارڈ
سے کہا۔

”رائٹ سر۔ ان کے نام نوٹ کرا دیجئے“..... گارڈ نے اثبات
میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور ہاتھ میں موجود نوٹ بک کھول لی۔

”کرنل ڈیوڈ۔ کیپٹن فریڈ“..... صدیقی نے جلدی سے نام بتاتے
ہوئے کہا تو گارڈ نے نوٹ کر لئے اور پھر وہ ذیلی دروازے سے
اندر آ گیا اور چند لمحوں بعد گیٹ کھل گیا۔ گیٹ کھولنے والا دوسرا
گارڈ تھا جبکہ گیٹ کے قریب واقع چیک پوسٹ کے باہر بھی دو مسلح
گارڈ موجود تھے۔ چیک پوسٹ کی کڑکی سے اندر بیٹھا ایک سیکورٹی
آفیسر گیٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ صدیقی نے کن انگیوں سے
دونوں جانب کا جائزہ لیتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔ اس نے
بیک مرر میں پیچھے دیکھا تو ایک گارڈ گیٹ بند کر رہا تھا جبکہ ان
کے نام نوٹ کرنے والا چیک پوسٹ کی عمارت میں داخل ہو رہا
تھا۔ کچھ دور آ کر صدیقی نے بائیں جانب کی سڑک پر کار موڑ
دی۔ رومال کے نیچے چھپے تنویر کے ریوا اور کی نال دوبارہ میجر جیمسن
کی گردن سے لگ گئی۔

”اوہ۔ میرا بگلا ادھر نہیں ہے“..... میجر جیمسن نے جلدی سے

کہا۔

”تمہارا بنگلہ کہاں ہے۔ نمبر بتاؤ“..... عقب میں بیٹھے تنویر نے سخت لہجے میں کہا۔

”سکسٹی فائیو“..... میجر جنسن نے جواب دیا۔

”میجر ریکسر کو جانتے ہو“..... تنویر نے پوچھا تو میجر جنسن بے اختیار چونک پڑا۔

”ہاں۔ وہ جزل ککارڈ کا بیٹا ہے“..... میجر جنسن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہمیں اسی کے بنگلے پر جانا ہے۔ یقیناً وہ بھی تمہیں جانتا ہو گا“..... تنویر نے کہا۔

”نہیں۔ میری اس سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی اس لئے شاید وہ مجھ سے واقف نہیں ہے۔ میں نے بھی صرف اس کا نام سنا ہوا ہے۔ اسے دیکھا نہیں ہے“..... میجر جنسن نے جلدی سے کہا۔

”چلو آج دیکھ بھی لینا اور اس سے ہمارا تعارف بھی کرا دیتا“..... صدیقی نے ہستے ہوئے کہا۔

”کیا۔ کیا تم اسے لوٹنے کا ارادہ رکھتے ہو“..... میجر جنسن نے حیرت سے صدیقی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ ہم صرف اس کی شکل دیکھیں گے اور حراج پری کر کے واپس چلے جائیں گے۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے“..... صدیقی نے جواب دیا۔ تقریباً دو منٹ بعد اس نے عمران کے بتائے ہوئے بنگلے کے گیٹ پر کار روکی اور ہارن بجایا۔

”سنو میجر۔ جیسے تم نے گیٹ پر سیکورٹی گارڈ کو ہمارے بارے میں بتایا تھا یہاں بھی وہی بتانا۔ لیکن گیٹ کھولنے والے کو صرف اپنا نام بتانا۔ ہمارا تعارف صرف میجر ریکسر سے کرانا۔ تم صرف

ایمرجنسی کام سے میجر ریکسر سے ملنا چاہتے ہو۔ اس کے علاوہ ایک لفظ بھی گارڈ سے کہا تو میں فائر کھول دوں گا“..... تنویر نے حکم

میجر جنسن کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے دھمکی آمیز لہجے میں کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چند لمحوں بعد گیٹ میں ایک

چوٹا سا خانہ کھل گیا اور اس میں ایک آدمی کا چہرہ دکھائی دیا۔ شاید وہ گارڈ ہی تھا۔ اس نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھے باوردی میجر جنسن کو

دیکھا اور خانہ بند کر دیا اور پھر گیٹ کھلا اور وہی گارڈ باہر آ گیا۔ اس کے کندھے پر ایک مشین گن جمول رہی تھی اور جسم پر آرمی کی

یونیفارم تھی۔

”لیس سر“..... گارڈ نے قریب آ کر میجر کو سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔

”میجر ریکسر کو بتاؤ کہ میجر جنسن ایمرجنسی کام کے سلسلے میں ملاقات کرنا چاہتا ہے“..... میجر جنسن نے تھکمانہ لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ میں ابھی اطلاع دیتا ہوں“..... گارڈ نے مودبانہ

لہجے میں کہا اور پلٹ کر گیٹ سے اندر چلا گیا۔ اندر جا کر اس نے سیٹ بند کر دیا۔ پھر چند لمحوں بعد اس نے دوبارہ پورا گیٹ کھول کر صدیقی کو اندر آنے کا اشارہ کیا تو صدیقی نے کار آگے بڑھائی

اور اندر آ کر سامنے نظر آنے والے برآمدے کے پاس آ کر کار روک دی۔ تو میر نے سرسری انداز میں پیچھے دیکھا تو گیٹ کے پاس سٹول پر ایک اور مسلح گارڈ بیٹھا ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ان کے علاوہ کپاؤڈ میں اور کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔ صدیقی نے انجن بند کیا تو تو میر نے ریوالور جیب میں رکھا اور دروازہ کھول کر باہر آ گیا اور پھر اس نے اگلا دروازہ کھولا اور ایک ہاتھ جیب میں ڈالتے ہوئے میجر جنسن کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔ میجر جنسن کار سے اترا تو صدیقی بھی کار سے اترا آیا۔ گیٹ کھولنے والا گارڈ گیٹ بند کر کے ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

”میجر۔ جیب میں موجود ریوالور میری گرفت میں ہے۔ کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو فوراً ٹریگر دبا دوں گا“..... تو میر نے میجر جنسن سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا اور جیب میں موجود ریوالور کی نال میجر جنسن کے پہلو سے لگا دی۔

”آئیے سر۔ میجر صاحب ڈرائیونگ روم میں ہیں“..... گارڈ نے قریب آ کر میجر جنسن سے کہا اور برآمدے میں داخل ہو گیا۔ وہ تینوں بھی آگے بڑھنے لگے۔ تو میر میجر کے برابر اور صدیقی اس کے پیچھے تھا۔ چند لمحوں بعد گارڈ راہداری میں ایک کمرے کے دروازے پر رکا۔ دروازہ کھلا تھا لیکن اس پر پردہ تھکا ہوا تھا۔

”اوکے۔ تم جاؤ“..... تو میر نے گارڈ سے سخت لہجے میں کہا تو وہ پلٹ کر واپس چلا گیا۔ میجر جنسن، صدیقی اور تو میر کے ساتھ کمرے

میں داخل ہوا۔ شاندار فرنیچر سے آراستہ ڈرائیونگ روم میں ایک نوجوان شخص سلپنگ سوٹ پہنے صوفے پر بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ بن کے اندر آتے ہی وہ شخص چونکا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

”ہیلو میجر جنسن“..... اس آدمی نے میجر جنسن کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ یقیناً وہی میجر ریکس تھا۔ تو میر کمرے کے وسط میں رک گیا اور میجر جنسن نے آگے بڑھ کر میجر ریکس سے معافی مانگا۔ صدیقی دروازے کے پاس ہی رک گیا تھا۔

”غالباً یہ ہماری پہلی ملاقات ہے۔ آپ سے مل کر خوشی ہوئی“..... میجر ریکس نے مسکراتے ہوئے کہا اور صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

”میں میجر ریکس۔ آپ کے ڈیوٹی سے البتہ پہلے بھی کئی مرتبہ ملاقات ہو چکی ہے“..... میجر جنسن نے کہا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ ”کیا یہ آپ کے ساتھی ہیں“..... میجر ریکس نے تو میر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”میں میجر۔ مجھے کرنل ڈیوڈ کہتے ہیں“..... میجر جنسن کے بولنے سے پہلے ہی تو میر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا تو میجر ریکس نے مسکراتے ہوئے تو میر کی طرف معافی کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن جواب میں تو میر نے یکدم جیب سے ریوالور نکال کر میجر ریکس پر جان لیا اور میجر ریکس بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ اوہ۔ کیا مطلب“..... میجر ریکس نے حیرت بھرے لہجے

میں کہا اور اسی لمحے صدیقی نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا اور پھر جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے تیزی سے قریب آ کر صوفے پر بیٹھے میجر جنسن کے سر سے ریوالور کی نال لگا دی۔

”ہاتھ بلند کر لو میجر۔ دوبارہ منہ سے آواز نکالی تو گولی تھہری پیشانی میں گھس جائے گی“..... تنویر نے انتہائی سرد لہجے میں میجر ریکسر سے کہا تو اس کے چہرے پر زردی پھیل گئی اور اس نے ہاتھ بلند کر لئے۔ تنویر نے اس کے مزید قریب آ کر ریوالور کی نال اس کی کینٹی سے لگائی تو میجر ریکسر لرز کر رہ گیا۔ میجر جنسن دہشت زدہ لگا ہوں سے تنویر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تنویر نے ایک نظر صدیقی کی طرف دیکھ کر آنکھ سے مخصوص اشارہ کیا تو صدیقی نے میجر جنسن کے سر سے ریوالور کی نال ہٹائی مگر دوسرے ہی لمحے اس نے ایک ہاتھ میجر جنسن کے منہ پر جماتے ہوئے ریوالور کا دست اس کے سر پر مار دیا۔ میجر جنسن یکدم تڑپا اور پھر اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ صدیقی نے ریوالور کا رخ میجر ریکسر کی طرف کر دیا۔

”تمہارے بیڈ روم میں کون ہے میجر“..... تنویر نے میجر ریکسر سے پوچھا۔

”بیری بیوی ہے“..... میجر ریکسر نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔
 ”اس کے علاوہ بچے میں کون کون ہے“..... تنویر نے پوچھا۔
 ”ڈرائیور اور باورچی ہیں۔ ان کے کوارٹر عقبی جانب ہیں۔ مگر تم

کون ہو اور کیا چاہتے ہو“..... میجر ریکسر نے پوچھا۔
 ”تمہارے بچے اور ماں باپ کہاں ہیں“..... تنویر نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”بچے کالج کے ہوسٹل میں ہیں۔ می وفات پا چکی ہے اور ڈیڈی یہاں نہیں رہتے“..... میجر ریکسر نے آہستہ سے پوچھا۔
 ”تم اس کی بیوی کو دیکھو۔ جاگ رہی ہو تو اسے یہاں لے آؤ“..... تنویر نے صدیقی کی طرف دیکھے بغیر کہا تو صدیقی دروازے کی طرف بڑھا۔

”نہیں۔ وہ سو رہی ہے“..... میجر ریکسر نے جلدی سے کہا لیکن صدیقی نہ رکا اور دروازہ کھول کر کمرے سے نکل گیا۔ اس کی واپسی ایک منٹ بعد ہوئی۔ ساتھ والے کمرے میں بیڈ پر ایک نوجوان عورت سو رہی تھی اور صدیقی نے اس کے سر پر ریوالور کا دست مار دیا تھا تاکہ وہ صبح تک بے ہوش رہے۔

”وہ گہری نیند سو رہی ہے اس لئے بے فکر ہو کر میجر کو موت کے گھاٹ اتار دو“..... صدیقی نے دروازہ بند کر کے میجر ریکسر کو گھورتے ہوئے کہا تو میجر ریکسر کا چہرہ خوف کی شدت سے سیاہ پڑ گیا۔

”سنو میجر۔ تمہاری زندگی کے صرف چند لمحات باقی ہیں۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو چند سوالوں کے جواب دے دو۔ انکار کی صورت میں تمہیں اور تمہاری بیوی کو قتل کر دیا جائے گا اور تمہارے

لگا۔

”دیری گڈ۔ تم نے تو سارا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ اور“..... تنویر کے خاموش ہونے پر عمران نے کہا۔
 ”کچھ اور معلوم کرنا ہے یا میجر ریکسر کو ختم کر دو۔ اور“..... تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”سیکورٹی گاڑو یا میجر ریکسر کے محافظوں کو تم پر شبہ تو نہیں ہوا۔ اور“..... عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔ کیونکہ اب تک ان کی طرف سے کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا۔ اور“..... تنویر نے جواب دیا۔

”ہو سکتا ہے جب تم میجر جیمسن کے بغیر واپس جاؤ تو انہیں شبہ ہو جائے۔ اگرچہ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے لیکن میں نہیں چاہتا کہ فوری طور پر میجر ریکسر کے قتل کی خبر کرنل کنکارڈ یا زیرو انجینی تک پہنچ جائے اس لئے بہتر ہے کہ تم دونوں میں سے ایک میجر جیمسن بن جائے۔ اور“..... عمران نے خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا اور ہدایات دے کر رابطہ ختم کر دیا۔ تنویر نے بھی واچ ٹرانسمیٹر آف کیا اور سنسور سے نکل کر واپس ڈرائیونگ روم میں پہنچا۔ صدیقی نے بدستور میجر ریکسر کی پشت سے ریوالور لگا رکھا تھا اور میجر ریکسر انتہائی خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ تنویر نے آئی کوڈ میں صدیقی کو ہدایت کی تو صدیقی نے یکدم میجر ریکسر کے سر پر ریوالور کا دستہ مار دیا اور میجر ریکسر بے اختیار کراہتا ہوا لڑکھڑایا اور فرش پر ڈھیر ہو

بچے یتیم ہو جائیں گے“..... تنویر نے میجر ریکسر سے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔
 ”نہیں۔ نہیں۔ تم پوچھو۔ میں جواب دینے کی کوشش کروں گا۔“
 میجر ریکسر نے گھبراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔
 ”کوشش نہیں مجھے ہر صورت میں مکمل اور درست جواب ملنا چاہئے“..... تنویر نے غصے سے کہا۔

”بب۔ بہتر۔ پوچھو“..... میجر ریکسر نے ہلکلا کر کہا تو تنویر سوالات کرنے لگا۔ دس بارہ منٹ میں اس نے میجر ریکسر سے مطلوبہ معلومات حاصل کرنے کے بعد صدیقی کو میجر ریکسر پر نظر رکھنے کی ہدایت کی اور کوڈ ورڈ میں صدیقی کو بتا دیا کہ وہ عمران کو رپورٹ دینے جا رہا ہے۔ چنانچہ صدیقی نے میجر ریکسر کے عقب میں آ کر ریوالور کی نال اس کی پشت سے لگا دی اور تنویر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ راہداری میں تمام کمرؤں کے دروازے بند تھے۔ تنویر آخری کمرے کی طرف بڑھا۔ قریب آ کر اس نے دروازہ کھولا۔ یہ سنسور نما کمرہ تھا۔ تنویر نے اندر آ کر واچ ٹرانسمیٹر پر عمران کی فریکوئنسی سیٹ کی اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”جیلو عمران۔ تنویر کاننگ۔ اور“..... تنویر نے عمران کو کال کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ عمران اسٹنٹک یو۔ اور“..... چند لمحوں بعد واچ ٹرانسمیٹر سے عمران کی آواز سنائی دی تو تنویر اسے تفصیل سے رپورٹ دینے

گیا۔ جب تنویر نے صدیقی کو عمران کی ہدایات سے آگاہ کیا۔

اگلے چندہ منٹ میں صدیقی میک اپ کر کے میجر جنسن کا ہمسکھ بن چکا تھا کیونکہ تنویر کی نسبت صدیقی کا قد و قامت میجر جنسن سے ملتا جلتا تھا۔ میجر جنسن کی یونیفارم بھی اس کے جسم پر فٹ آگئی تھی۔ فارغ ہو کر انہوں نے ایک ایک گولی میجر ریکسر، اس کی بیوی اور میجر جنسن کی کپٹی میں اتاری اور خاموشی سے باہر آ گئے۔

گیٹ پر موجود گارڈز اندر ہونے والی خوریزی سے بے خبر تھے۔ تنویر اور صدیقی اپنی کار کی طرف بڑھے تو ایک گارڈ سنول سے اٹھ کر گیٹ کھولنے لگا۔ تنویر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور صدیقی اس کے برابر میں بیٹھ گیا۔ تنویر نے انجن شارت کر کے کار کا رخ گیٹ کی طرف کیا تو گارڈ نے گیٹ کھول دیا جبکہ دوسرا گارڈ سنول سے کھڑا ہو گیا۔ تنویر نے اس کے قریب آ کر کار روکی تو اس گارڈ نے صدیقی کو سیلوٹ کیا۔

”سنو۔ کیپٹن فریڈ کو میجر ریکسر نے صبح تک کے لئے روک لیا ہے کیونکہ وہ پوری بوتل چنھا گیا تھا۔ میجر ریکسر نے تمہارے لئے ہدایت کی ہے کہ فریڈ کی بیگم یا کوئی اور فریڈ کی تلاش میں یہاں آئے تو کہہ دینا کہ فریڈ یہاں نہیں آیا“..... صدیقی نے گارڈ سے مخاطب ہو کر کہا تو گارڈ نے اثبات میں سر ہلا دیا اور تنویر نے کار آگے بڑھا دی۔ بنگلے سے باہر آ کر اس نے کار کی رفتار میں اضافہ

کر دیا۔ جونہی وہ کالونی کے گیٹ کو جانے والی سڑک پر مڑے اس طرف سے ایک جیب آتی دکھائی دی۔ ہیڈ لائٹس کی روشنیوں میں کھلی چھت والی جیب میں چار سیکورٹی والے دکھائی دے رہے تھے۔ دوسرے ہی لمحے جیب سے انہیں رکنے کے لئے روشنی کا سگنل دیا گیا تو تنویر اور صدیقی کے ذہنوں میں خطرے کا سائرن بجنے لگا۔

بتایا۔ البتہ وہ سٹلائٹ پراجیکٹ کے مقام کے بارے میں نہ بتا سکا۔ سوال و جواب کے بعد مرد نے کرنل مائیکل کو گولی مار دی پھر کیمپٹن ڈیوڈ کو بھی ختم کر دیا اور کمرے سے دونوں باہر نکل گئے۔ میجر ولسن نے مسلسل بات کرتے ہوئے کہا۔

”یہ تو بہت برا ہوا میجر۔ تم لوگوں کی سستی سے پاکیشیائی ایجنٹ اتنا کچھ جان لینے میں کامیاب ہو گئے“..... کرنل جیک نے انتہائی غضبناک لہجے میں کہا تو میجر ولسن کے چہرے پر خجالت سی پھیل گئی۔

”سوری سر۔ لیکن پاکیشیائی ایجنٹوں کو ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ جنرل کنکارڈ کا پراجیکٹ کہاں پر ہے اس لئے وہ وہاں تک نہیں پہنچ سکتے اور انہیں سپاٹ کا علم ہونے سے پہلے ہی ہم انہیں گرفتار کر لیں گے۔ فکر مت کریں“..... میجر ولسن نے بڑے وثوق سے کہا۔

”کیا کہہ رہے ہو میجر۔ ابھی تک جنرل کنکارڈ کو پتہ نہیں چلا کہ یہاں پاکیشیائی ایجنٹ پہنچ چکے ہیں اور ہم انہیں روکنے میں بری طرح ناکام ہوئے ہیں لیکن اب پاکیشیائی ایجنٹ لازمی پراجیکٹ تک پہنچنے کی کوشش کریں گے اور جنرل کنکارڈ کو ان کے بارے میں ذرا بھی ہینک مل گئی تو وہ ہم پر چڑھ دوڑے گا۔ پھر یہ معاملہ صرف جنرل کنکارڈ کی حد تک محدود نہیں رہے گا بلکہ صدر صاحب ذاتی طور پر اس میں دلچسپی لے رہے ہیں اور وہ ہمیں نہیں چھوڑیں گے“..... کرنل جیک کی چیخ ہوئی آواز سنائی دی۔

میجر ولسن نے کرنل مائیکل کے کمرے میں ہونے والے ہنگامہ کی ویڈیو دیکھی تو حیران رہ گیا۔ اس نے فوراً ہی فون پر اپنے چیف کرنل جیک سے رابطہ قائم کیا اور اسے رپورٹ دینے لگا۔

”چیف۔ میں نے مائیکل کے کمرے میں نصب خفیہ کیمرے کی ویڈیو دیکھی ہے۔ اس میں نظر آنے والے عورت اور مرد بظاہر ایکریمین لگتے ہیں لیکن مرد نے کرنل مائیکل پر تشدد کرنے کے بعد ریوالور کے زور پر اس سے جنرل کنکارڈ کے پلان اور اس کے پراجیکٹ کے بارے میں سوالات کئے تھے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دونوں پاکیشیائی ایجنٹ تھے“..... میجر ولسن نے کہا۔

”اوہ۔ تو کیا مائیکل نے انہیں سب کچھ بتا دیا تھا“..... دوسری طرف سے کرنل جیک نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”لیس سر۔ جتنا آپ نے بتایا تھا، مائیکل نے وہی کچھ نہیں

”سر۔ اگر ابتداء سے ہی پلاننگ میں پاکیشیائی ایجنٹوں کے خطرے کو مد نظر رکھا جاتا اور ہمیں یہ ذمہ داری سونپ دی جاتی تو ہم پاکیشیا پہنچ کر عمران اور اس کے ساتھیوں کو ختم کر دیتے لیکن ہمیں اس وقت حکم دیا گیا جب پراجیکٹ مکمل ہونے میں صرف تین چار دن رہ گئے تھے۔ یہ جزل نکارڈ کی لا پرواہی تھی کہ اس نے پہلے آپ کو مطلع نہ کیا تھا“..... میجر ولن نے منہ بنا کر کہا۔

”لیکن صدر صاحب ہماری کوئی تاویل قبول نہیں کریں گے۔ ہمارا کوئی عذر سننے کی بجائے وہ فوراً ہمیں معطل کر کے یہ معاملہ کسی دوسری ایجنسی کے حوالے کر دیں گے اور ہو سکتا ہے وہ زیرو ایجنسی کو ہی ختم کر ڈالیں“..... کرنل جیک نے غصے سے کہا تو میجر ولن چونک پڑا۔ کرنل جیک درست کہہ رہا تھا کیونکہ یہ ایک انتہائی حساس معاملہ تھا اور اس پراجیکٹ کی ناکامی سے نہ صرف بین الاقوامی سطح پر ایکریسیا کی بدنامی ہو سکتی تھی بلکہ عالمی طاقتیں بھی ایکریسیا سے خفا ہو کر ایکریسیا سے اپنے تعلقات پر نظر ثانی کرئیں اور اس اتحاد کو توڑنے پر مجبور ہو جاتیں جو دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے ایکریسیا سے کیا گیا تھا کیونکہ بگاریہ کے خلاف یہ پلان صرف ایکریسیا اور اسرائیل نے بنایا تھا اور اس کے لئے ایکریسیا نے نہ تو اپنے اتحادی ممالک کو اتحاد میں لیا تھا اور نہ ہی انہیں خبر کی تھی بلکہ اس پلان کو انتہائی خفیہ رکھ کر اس کو مکمل کیا جا رہا تھا۔

”چپ کیوں ہو گئے ہو میجر ولن۔ مجھے بتاؤ میں جزل نکارڈ

بور صدر صاحب کو کیسے مطمئن کر سکوں گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جزل نکارڈ کا پراجیکٹ ہی اڑا دیا جائے۔ جو لوگ کرنل مائیکل سے تمام معلومات حاصل کر سکتے ہیں وہ کسی نہ کسی طرح پراجیکٹ کا مقام بھی معلوم کر لیں گے جس کے بارے میں مجھے بھی نہیں بتایا گیا اور پھر پاکیشیائی فوراً ہی اپنے ٹارگٹ پر جان پہنچیں گے اور اگر انہوں نے پراجیکٹ پر حملہ کر کے سب کچھ تباہ کر ڈالا تو اس کی سزا ہمیں بھگتنا پڑے گی“..... کرنل جیک نے زہریلے لہجے میں مسلسل بات کرتے ہوئے کہا۔

”آپ بالکل درست فرما رہے ہیں چیف۔ بہر حال میرے ماتحت پورے شہر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہر مشتبہ شخص کو چیک کیا جا رہا ہے۔ شہر کے تمام ٹیکسی ڈرائیوروں سے بھی پوچھ گچھ کی جا رہی ہے۔ کرنل مائیکل کو قتل کرنے والے جوڑے کے کلوز اپ فوٹو گراف تیار کئے جا رہے ہیں جو تمام ممبرز کو دیئے جائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ صبح تک اس جوڑے کا سراغ ضرور مل جائے گا اور ہم انہیں گرفت میں لے لیں گے۔ بس صبح تک کی مہلت دے دیں“..... میجر ولن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ صبح تک تم نے پاکیشیائی ایجنٹوں کو گرفتار نہ کیا تو میں تم سمیت تمہارے پورے سیکشن کو معطل کر دوں گا یا پھر جیل بھجوا دوں گا۔ دیش آل“..... دوسری طرف سے کرنل جیک نے حتیٰ لہجے میں اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو میجر ولن نے بھی رسیور

کرڈیل پر رکھ دیا۔

اس وقت وہ کرنل مائیکل کے آفس کے کمپیوٹر روم میں اکیلا بیٹھا تھا جبکہ باہر اس کے دو ماتحت بھی موجود تھے اور سارجنٹ رینالڈ بھی جس نے میجر ولسن کے آنے پر اس کی اجازت سے کمرل مائیکل اور دوسرے ہلاک ہونے والوں کی لاشیں ہسپتال روانہ کر دیں تھیں۔ میجر ولسن اٹھا اور کمرے سے نکل آیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار سن شائن ہوئی کی طرف دوڑ رہی تھی اور وہ ایک ہاتھ سے موبائل فون پر کیپٹن راجر کے نمبر پر لیں کر رہا تھا۔

”ہیلو۔ راجر پیلینگ“..... چند لمحوں بعد کیپٹن راجر کی آواز سنائی دی۔

”میجر ولسن بات کر رہا ہوں کیپٹن۔ کیا تم ابھی تک کاربوس کے ہوٹل میں ہی ہو“..... میجر ولسن نے پوچھا۔

”لیس سر۔ چیف نے حکم دیا تھا کہ میں کاربوس پر مسلسل نظر رکھوں“..... کیپٹن راجر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں۔ میرے آنے سے پہلے کاربوس ہوٹل سے باہر جانے کی کوشش کرے تو اسے روک لینا۔ مجھے اس سے کچھ سوالات کرنے ہیں“..... میجر ولسن نے کہا۔

”رائٹ سر۔ ویسے میں اس سے پوچھ گچھ کر کے چیف کو رپورٹ دے چکا ہوں“..... دوسری طرف سے کیپٹن راجر نے کہا۔

”پھر بھی میں خود چیک کرنا چاہتا ہوں۔ تم گیٹ پر میرا انتظار

کرو۔ اوکے“..... میجر ولسن نے سخت لہجے میں کہا اور رابطہ ختم کر کے وہ دوبارہ نمبر پر لیں کرنے لگا۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہیلو۔ مارک پیلینگ“..... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”میجر ولسن بول رہا ہوں کیپٹن“..... میجر ولسن نے بائیں جانب کی سڑک پر کار موڑتے ہوئے کہا۔

”لیس سر۔ حکم فرمائیں“..... مارک نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کیا پاکیشیائی ایجنٹوں کے فوٹو گراف تیار ہو گئے ہیں“..... میجر ولسن نے پوچھا۔

”لیس سر۔ دو سو پرنٹ بن چکے ہیں۔ مزید دو سو تیار ہو رہے ہیں“..... مارک نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ جو تیار ہو چکے ہیں وہ تمام ممبروں میں تقسیم کر دو۔ فورٹیکسی ڈائریوز، رینٹ پر گاڑیاں دینے والوں اور ہوٹلوں کے

مائنٹیننس کو بھی دے دو تاکہ جو بھی دوئوں پاکیشیائی ایجنٹوں کو دیکھے تو فوراً انہیں اطلاع دے۔ اس کے علاوہ ٹیکسی ڈرائیورز کو

خام کا لالچ بھی دو تاکہ وہ خوش ہو کر اپنے مسافروں کو چیک کریں۔ امید ہے ہمارا یہ طریقہ کامیاب رہے گا“..... میجر ولسن نے کہا۔

”رائٹ سر۔ اور کوئی حکم“..... دوسری طرف سے مارک نے

کہا۔

”ہے ہیں“..... کیپٹن راجر نے کاربوس سے کہا۔
 ”اوہ۔ ضرور۔ ضرور۔ میں حاضر ہوں۔ آپ لوگ کیا چاہیں گے۔“
 کاربوس نے چوکتے ہوئے کہا۔

”تھینک یوسٹر کاربوس۔ کچھ طلب نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم نے
 اپنے جس پاکیشیائی دوست کو عمران کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کی
 ہدایت کی تھی اس نے تمہیں کوئی اطلاع دی ہے؟“..... میجر ولسن نے
 خشک لہجے میں پوچھا۔

”نہیں۔ ابھی تک اس کے خواہ کوئی اطلاع نہیں ملی کہ عمران
 اپنے فلیٹ پر ہی ہے اور شادی کی تیاریوں میں مصروف ہے اور
 ایک ہفتہ تک شادی کی تقریبات جاری رہیں گی“..... کاربوس نے
 مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اسے فون کر کے تازہ ترین صورت حال معلوم کرو کیونکہ
 یہاں دو پاکیشیائی ایجنٹوں نے اسکاٹ اور مگی کے بعد مزید چھ
 خدایوں کو ہلاک کر دیا ہے اور میرے خیال میں وہ عمران اور اس کی
 ساتھی لڑکی جو لیا ہے“..... میجر ولسن نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو
 کاربوس بے اختیار چوک پڑا۔ یقیناً وہ کرنل مانیکل اور اس کے
 ماتحتوں کے قتل سے بے خبر تھا۔ پھر وہ ریسور اٹھا کر نمبر پریس
 کرنے لگا تو میجر ولسن نے کیپٹن راجر کو بیٹھے کا اشارہ کیا اور وہ
 آگے بڑھ کر دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔

”ہیلو۔ گولڈن ریٹورنٹ“..... رابطہ قائم ہونے پر ایک نسوانی

”نہیں۔ البتہ باقی دو سونوگراف جلد تیار کراؤ اور کسی طرف
 سے پاکیشیائی ایجنٹوں کے بارے میں اطلاع ملے تو مجھے فوراً مطلع
 کرنا۔ میں کاربوس کے ہوٹل جا رہا ہوں۔ مجھے میرے موبائل فون
 پر کال کرنا“..... میجر ولسن نے مزید ہدایات دیتے ہوئے کہا اور
 موبائل فون آف کر کے جب میں رکھ لیا۔ چند منٹ بعد اس نے
 سن شائن ہوٹل کے گیٹ کے پاس کارروکی تو کیپٹن راجر گیٹ کے
 قریب کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ میجر ولسن انجن بند کر کے نیچے
 اترا تو کیپٹن راجر نے قریب آ کر اسے سلام کیا۔

”آؤ۔ کیا کاربوس اندر ہی ہے؟“..... میجر ولسن نے گیٹ کی
 طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں سر۔ پوکر ہال میں بیٹھا اس کی گمرانی کر رہا ہے۔ کیپٹن
 راجر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور میجر ولسن کے ساتھ چل دیا۔ وہ
 دونوں ہوٹل کے ہال میں داخل ہوئے تو وہاں زیادہ رش نہیں تھا۔
 بارہ بجنے والے تھے۔ میجر ولسن کیپٹن راجر کے ساتھ منجر کے کمرے
 میں داخل ہوا تو کاربوس میز کے پیچھے بیٹھا شراب کے گھونٹ لے
 رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”ہیلو سر۔ تشریف رکھیں“..... کاربوس نے مسکراتے ہوئے تو
 میجر ولسن اسے تیز نگاہوں سے دیکھتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا جبکہ کیپٹن
 راجر اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

”مسٹر کاربوس۔ یہ میرے پاس ہیں۔ تم سے کچھ معلوم کرنے

سے جمال خان نے کہا۔

”اس کے باوجود تم غلط بیانی کر رہے ہو کہ عمران وہاں موجود ہے اور اس کی شادی ہو رہی ہے“..... میجر ولسن نے سخت لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اگر آپ کو شبہ ہے تو آپ بے شک اپنے طور پر تصدیق کرالیں“..... جمال خان نے ناگوار لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تصدیق کرنا ہی پڑے گی کیونکہ عمران اس وقت نکٹن میں ہے۔ باقی رہی اس کی شادی تو یہ بھی ناممکن سی بات ہے اور اسی سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ تم نے کاربوس کو غلط اطلاع دی ہے“..... میجر ولسن نے خراتے ہوئے کہا اور ریسور کریڈل پر ہنچ دیا جبکہ کاربوس پریشان نگاہوں سے میجر ولسن کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”کیپٹن راجر۔ تم ابھی اور اسی وقت پاکیشیا روانہ ہو جاؤ“۔ میجر ولسن نے کیپٹن راجر سے مخاطب ہو کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ میں تیار ہوں“..... کیپٹن راجر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو میجر ولسن اٹھ کھڑا ہوا۔

”سنو کاربوس۔ مجھے علم ہو چکا ہے کہ تمہارا تعلق اسرائیلی ایجنسی سے ہے اس لئے فی الحال میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں لیکن اگر یہ ثابت ہو گیا کہ تمہارے اور تمہارے دوست جمال خان کی غلط اطلاعات نے ہمیں اندھیرے میں رکھا اور عمران یہاں پہنچ چکا ہے

آواز سنائی دی۔

”مسٹر جمال خان سے بات کراؤ۔ میں نکٹن سے کاربوس بول رہا ہوں“..... کاربوس نے لاؤڈر کا بٹن پریس کرتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”ہیلو۔ جمال خان بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد جمال خان کی آواز سنائی دی۔

”جمال خان۔ کیا عمران ابھی تک پاکیشیا میں ہی ہے“۔ کاربوس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

”جی ہاں۔ میں نے آپ کو کل بتایا تو تھا کہ آج کل وہ اپنی شادی کی تیاریوں کے سلسلے میں مصروف ہے۔ چند منٹ پہلے ہی میرے آدمی نے رپورٹ دی ہے کہ عمران اپنے فلیٹ پر موجود ہے۔ اس وقت یقیناً وہ سو رہا ہوگا“..... جمال خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مجھے دو۔ میں بات کرتا ہوں“..... میجر ولسن نے جلدی سے کاربوس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا تو اس نے ریسور میچ ولسن کو دے دیا۔

”ہیلو۔ میں کاربوس کا دوست بول رہا ہوں۔ کیا آپ کو کاربوس کی طرف سے رقم مل چکی ہے“..... میجر ولسن نے پوچھا۔

”نہیں۔ میرے اکاؤنٹ میں رقم پہنچ چکی ہے“..... دوسری طرف

کالونی کے رہائشی میجر جنسن آئے تھے اور ان کے ساتھ دو سادہ لباس میں افراد تھے جو کالونی کے رہائشی نہیں تھے۔ جنسن نے چیک پوسٹ پر ان کے شناختی کارڈ نہیں دکھائے اور یہ بتایا کہ وہ دونوں اس کے دوست ہیں۔ جنسن نے ان کے نام کیپٹن فریڈ اور کرنل ڈیوڈ بتائے اور ظاہر کیا کہ وہ دونوں اسے اس کے بچنے پر ڈراپ کرنے آئے ہیں۔ چیک پوسٹ انچارج نے انہیں پہلے بھی نہیں دیکھا تھا اور شناختی کارڈ کے بغیر کالونی میں کسی اجنبی کا داخل ہونا قواعد و ضوابط کے منافی تھا۔ پھر ان کی گاڑی کا نمبر بھی سرکاری گاڑیوں کی بجائے عام تھا۔ اسی وجہ سے اس نے رجسٹریشن آفس سے اس کار کے متعلق پوچھا تھا اور ایک گاڑی کو میجر جنسن کے بچنے پر بھی بھیجا تھا کہ جنسن کے دوستوں سے شناختی کارڈز چیک کئے جائیں لیکن میجر جنسن اپنے بچنے پر نہیں پہنچا اور نہ ہی اس کے دوستوں کی گاڑی۔ اب سیکورٹی والے کالونی میں اس گاڑی کو تلاش کر رہے ہیں..... جبری نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا تو میجر ولسن کو حیرت ہوئی کہ میجر جنسن اور اس کے مہمان جنسن کے بچنے پر کیوں نہیں پہنچے اور کار سمیت کہاں غائب ہو گئے۔

”یقیناً کوئی گڑبڑ ہے جبری۔ تم فوراً ڈیفنس ویو پنچو اور ان تینوں کو تلاش کرو۔ کرنل مائیکل کے قاتل نے بھی خود کو کرنل سائنس ظاہر کر کے اس سے ملاقات کی تھی۔ یہاں بھی چکر ہو سکتا ہے..... میجر ولسن نے تیزی سے بولتے ہوئے تھکمانہ لہجے میں

تو پھر تم خود کو سلاخوں کے پیچھے دیکھو گے۔ دیش آل..... میجر ولسن نے کاربوس کو گھورتے ہوئے کہا اور پلٹ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کیپٹن راجر بھی اس کے پیچھے لپکا اور دونوں کمرے سے نکل آئے۔ میجر ولسن ہال میں رکے بغیر باہر آیا اور گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے راجر کو سفر کے سلسلے میں ہدایات دیتا رہا۔ پھر باہر آ کر وہ اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چل دیا۔ اس کا رخ اپنے آفس کی طرف تھا اور ذہن الجھا ہوا تھا۔ دفعتاً اس کے موبائل فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”ہیلو۔ میجر ولسن سیکلنگ..... میجر ولسن نے جیب سے موبائل فون نکال کر آن کرتے ہوئے کہا۔

”جبری بول رہا ہوں باس..... دوسری طرف سے اس کے ایک ماتحت کی آواز سنائی دی۔

”نہیں۔ کیا خبر ہے..... میجر ولسن نے پوچھا۔

”باس۔ ابھی ابھی ایک اہم اطلاع ملی ہے ڈیفنس ویو سے۔ وہیکل رجسٹریشن آفس میں میرا دوست رجسٹریشن آفیسر ہے۔ اسی نے مجھے یہ اطلاع دی ہے کہ ڈیفنس ویو کی سیکورٹی چیک پوسٹ والوں نے ایک کار کی رجسٹریشن کنفرم کرنے کے لئے اسے فون کیا تھا۔ رجسٹریشن آفیسر نے کار کا نمبر چیک کرنے کے بعد چیک پوسٹ کے انچارج کو بتایا کہ نمبر رجسٹرڈ نہیں اور جعلی ہے۔ اس کے دریافت کرنے پر چیک پوسٹ کے انچارج نے بتایا کہ اس کار میں

”رائٹ سر۔ میں اسی طرف جا رہا ہوں“..... جیری نے کہا۔
 ”گڈ۔ مجھے فوراً رپورٹ دینا۔ ضرورت محسوس ہوئی تو میں خود
 بھی وہاں پہنچ جاؤں گا۔ دیش آل.....“ میجر ولسن نے سخت لہجے
 میں کہا اور موبائل فون آف کر کے جیب میں رکھتے ہوئے کار کی
 رفتار میں اضافہ کرنے لگا۔

خطرے کا احساس ہوتے ہی توہیر اور صدیقی کے اعصاب تن
 گئے۔ صدیقی نے سوالیہ نگاہوں سے توہیر کی طرف دیکھا۔
 ”رکنا ہے یا نکل چلیں“..... صدیقی نے آہستہ سے پوچھا۔
 ”رکنا ہی پڑے گا۔ نہ رکنے میں زیادہ خطرہ ہے۔ ہمارے پاس
 صرف ریوالور ہیں“..... توہیر نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا اور بریک
 لگا دی۔ سامنے سے آتی جیب قریب آ کر ان کے پہلو میں رک
 گئی۔ جیب کی فرنٹ سیٹ پر وہی سیکورٹی آفیسر بیٹھا تھا جسے انہوں
 نے چیک پوسٹ کی کھڑکی سے اپنی طرف دیکھتے پایا تھا جبکہ ڈرائیور
 کے علاوہ عقبی حصے میں دو مسلح گارڈز موجود تھے جن کی مشین گنتوں کا
 رخ ان کی کار کی طرف تھا۔ جیب رکے ہی سیکورٹی آفیسر جیب
 سے اتر کر صدیقی کے قریبی آ گیا اور اس نے صدیقی کو سیلوٹ
 کیا۔ صدیقی میجر جنسن کے میک اپ اور یونیفارم میں تھا۔

”کیا بات ہے آفیسر“..... صدیقی نے میجر جمنسن کے لہجے میں کہا۔

پوچھا۔

”سر۔ آپ لوگ کہاں تھے۔ ہم آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ کے بنگلے پر بھی گئے تھے۔ وہاں بھی آپ لوگ نہیں تھے۔“ سیکورٹی آفیسر نے کن انکھیں سے تویری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیوں تلاش کر رہے تھے۔ کیا میں نے کوئی جرم کیا ہے۔“

صدیقی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”آپ کے دوستوں کی اس گاڑی کی نمبر پلیٹ جعلی ہے۔ پھر آپ نے ان کی شناخت بھی نہیں کرائی“..... سیکورٹی آفیسر نے کہا: تو صدیقی نے سیکورٹی آفیسر کو گھورا۔

”آفیسر۔ جب تم اور تمہارے ماتحت مجھے جانتے ہیں تو پھر تمہیں ان کی شناخت کی کیوں ضرورت پڑی اور گاڑی کی نمبر پلیٹ کے بارے میں تحقیق کرنے کی بجائے تم نے مجھ پر اعتماد کیوں نہیں کیا“..... صدیقی نے سخت لہجے میں کہا۔

”سوری سر۔ ضابطے کی کارروائی پوری کرنا میرا فرض تھا۔ میں نے کرنل ڈیوڈ اور کیپٹن فریڈ کے شناختی نمبروں کے اندراج کے لئے اپنے ماتحت کو آپ کے بنگلے پر بھیجا تھا۔ وہاں سے پتہ چلا کہ آپ لوگ وہاں نہیں پہنچے تو مجھے فکر ہوئی۔ میں نے ویسکل رجسٹریشن آفس سے اس گاڑی کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ اس نمبر کی رجسٹریشن نہیں ہوئی اور نمبر جعلی ہے۔ تب سے ہم

تب لوگوں کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ کے دوسرے مہمان کہاں تین“..... سیکورٹی آفیسر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”وہ میرے دوست کے بنگلے پر ہیں۔ دراصل پہلے ہم میجر جوزف کے ہاں گئے تھے۔ وہاں ڈرنک کرتے ہوئے کیپٹن فریڈ کی صحت خراب ہو گئی تو میجر جوزف نے اسے اپنے ہاں ٹھہرا لیا۔ اب میں آفیسر کلب سے اپنی گاڑی لینے جا رہا ہوں۔ باقی رہا گاڑی کی نمبر پلیٹ کا مسئلہ تو میری گاڑی خراب ہو گئی تھی کلب میں۔ ملکیٹک کو طلب کر کے اسے گاڑی کی مرمت کرنے کی ہدایت کر کے ہم ملکیٹک کی گاڑی میں یہاں آ گئے۔ یہ گاڑی ملکیٹک کو واپس کر کے میں اپنی لے آؤں گا۔ اگر اس پر جعلی نمبر پلیٹ ہے تو میں اس سے پوچھ گچھ کر لوں گا“..... صدیقی نے وضاحت کرتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

”آپ فی الحال کہیں نہیں جا سکتے سر۔ پہلے میں کیپٹن فریڈ اور کرنل ڈیوڈ کے شناختی کاغذات چیک کروں گا۔ آپ میرے ساتھ چیک پوسٹ پر چلیں۔ وہاں میں میجر جوزف سے فون پر بات کروں گا“..... سیکورٹی آفیسر نے سخت لہجے میں کہا تو تویر سمجھ گیا کہ سیکورٹی آفیسر کسی بڑے افسر کی ہدایات پر عمل کر رہا ہے ورنہ ایک باوردی آری میجر کے سامنے اسے اتنی بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

”آل رائٹ۔ چلو کرنل۔ چیک پوسٹ پر چلیں۔ آفیسر کی تسلی

کرانا ضروری ہے“..... صدیقی نے سر ہلاتے ہوئے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آپ دونوں کار چھوڑ کر ہماری جیب میں چلیں“..... سیکورٹی آفیسر نے کہا۔

”شٹ اپ۔ تم اپنے اختیارات سے تجاوز مت کرو۔ ہماری برداشت جواب دیتی جا رہی ہے۔ ہم اسی گاڑی میں چلیں گے۔ تم چاہو تو ہماری کار میں بیٹھ جاؤ“..... تنویر نے یکدم اسے ڈانٹتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ادکے۔ ادکے“..... سیکورٹی آفیسر نے تنویر کو گھورتے ہوئے کہا اور پھر جیب میں بیٹھے مشین گن بردار گارڈز کو حکم دیا۔

”تم دونوں ان کی گاڑی میں بیٹھ جاؤ اور انہیں چیک پوسٹ پر لے چلو“..... سیکورٹی آفیسر نے گارڈ سے کہا تو اس کا حکم سن کر وہ جیب سے اترے اور کار کی عقبی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ تنویر نے فوراً ہی کار آگے بڑھا دی تو سیکورٹی آفیسر تیزی سے پلٹ کر اپنی جیب میں بیٹھا اور اس کے ڈرائیور نے یوٹرن لے کر جیب کار کے پیچھے لگا دی۔ تنویر نے بیک مرر میں پیچھے آتی جیب کو دیکھا اور پھر عقب میں بیٹھے گارڈ کا آئینے میں جائزہ لینے لگا۔

”تمہارے آفیسر کا کیا نام ہے“..... تنویر نے گارڈ سے پوچھا۔

”سارجنٹ گورڈن“..... ایک گارڈ نے جواب دیا۔

”کیا چیک پوسٹ پر کوئی بڑا آفیسر آیا ہوا ہے یا گورڈن کو فون

پر کسی آفیسر نے ہمارے بارے میں حکم دیا ہے“..... صدیقی نے پوچھا۔

”فون پر ہدایات ملی تھیں کسی آفیسر کی۔ ہو سکتا ہے وہ خود بھی پہنچ چکا ہو“..... گارڈ نے کہا اور اسی لمحے گیٹ سے ایک کار اندر آتی دکھائی دی۔ وہ کار چیک پوسٹ کی عمارت کے سامنے رکی گئی اور اس میں سے ڈرائیور سمیت دو افراد نکل آئے۔ وہ دونوں سادہ لباس میں تھے۔ گاڑی سے اتر کر وہ دونوں تنویر کی کار کی طرف بڑھنے لگے تو تنویر اور صدیقی سمجھ گئے کہ وہ دونوں کسی غیبی جگہ کے اہلکار ہیں۔

”تنویر۔ وہاں رکے تو پھنس جائیں گے اس لئے نکل چلو“۔

صدیقی نے تنویر کی طرف جھک کر بڑبڑاتے ہوئے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر رہ پولیور پر گرفت مضبوط کر لی۔ تنویر نے چیک پوسٹ سے پندرہ بیس قدم پیچھے کار روکی اور صدیقی کو فی الحال حرکت نہ کرنے کا اشارہ کرتے ہوئے انجن بند کر دیا۔ عقب میں آنے والی جیب ان کی سائیڈ سے گزر کر چیک پوسٹ کی عمارت کے قریب جا رہی۔

”چلو اترؤ“..... تنویر نے عقب میں بیٹھے گارڈ سے تھکسانہ لہجے

میں کہا اور دوبارہ انجن شارت کر دیا۔ دونوں گارڈز نے دائیں بائیں کا دروازہ کھولا اور ابھی انہوں نے ایک ایک پاؤں ہی کار سے باہر رکھا تھا کہ تنویر نے یکدم کچلے سے دباؤ ہٹایا اور کار ایک جھٹکے سے

آگے بڑھی جس کے نتیجے میں دونوں گارڈز باہر جا گرے اور تنویر نے ایکسیلیٹر پر فل دباؤ ڈال دیا۔ کار تیر کی مانند سیدھی چیک پوسٹ کے کیٹ سے ٹکرائی اور کیٹ توڑتی ہوئی باہر نکل آئی۔ صدیقی پہلے ہی ہوشیار تھا ورنہ وہ جھٹکا کھا کر وٹ سکرین سے جا ٹکراتا۔ تنویر نے باہر آتے ہی کار کا رخ شہر کی طرف کر دیا۔ صدیقی تیزی سے اٹھ کر عقبی نشست پر آیا اور اس نے دونوں کھلے ہوئے دروازے بند کر دیے اور پھر پائیدان پر پڑی ایک مشین گن اٹھالی جو یقیناً گاڑی کے ہاتھ سے چھوٹ کر وہاں گر گئی تھی۔ اس وقت سڑک دور تک ویران نظر آ رہی تھی۔ صدیقی پیچھے دیکھ رہا تھا۔ ابھی انہوں نے دو فرلائگ کا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ کالونی کے کیٹ سے دو گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس باہر آتی دکھائی دیں اور پھر وہ گاڑیاں ان کے پیچھے آنے لگیں۔

”تنویر۔ وہ لوگ تعاقب میں آ رہے ہیں۔ کیا کرتا ہے۔“ صدیقی نے تنویر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”ان کی گرفت میں آ گئے تو مشن لیٹ ہو جائے گا جبکہ عمران کا پروگرام ہے کہ ہمارے واپس آتے ہی وہ منزل کی طرف روانہ ہو جائے گا لہذا ان سے انجھنے کی بجائے ٹائم بم پھینک کر راستہ ہلاک کر دو۔“ تنویر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ابن کا راستہ تو ہلاک ہو ہی جائے گا لیکن اگر آگے سے ہمارا راستہ روکا گیا تو پھر۔“ صدیقی نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”اس وقت دیکھا جائے گا۔ پہلے ان سے جان چھڑاؤ۔“ تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا تو صدیقی نے اپنی خفیہ جیب سے ایک م بم نکالا اور چند سیکنڈ کا وقت لگا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ اس نے عقب میں آتی گاڑیوں کی طرف دیکھا جو کافی قریب آئی تھیں۔ جونہی اگلی گاڑی بم والی جگہ پر پہنچی یکدم کان بھاڑا کہ ہوا اور اس گاڑی کے پرچے اڑ گئے جبکہ فل رفتار سے پیچھے جاتی جیب کار سے ٹکرا کر الٹ گئی۔

”لو۔ ان سے تو جان چھوٹ گئی۔ اب تم کسی دوسری سڑک پر مڑ جاؤ۔“ صدیقی نے کہا تو تنویر نے سر ہلا دیا۔ تقریباً ایک منٹ بعد وہ ایک چوراہے کے قریب پہنچے ہی تھے کہ فضا میں پولیس گاڑیوں کے سائرن گونجنے لگے۔ تنویر نے سمت کا اندازہ لگایا۔ پولیس گاڑیاں بائیں جانب کی سڑک سے آ رہی تھیں اور ابھی دور معلوم ہوتی تھیں۔ چنانچہ اس نے چوراہے پر پہنچ کر دائیں جانب کی سڑک پر کار موڑ دی۔ صدیقی نے پلٹ کر دیکھا۔ پولیس گاڑیاں بھی چوراہے سے تقریباً ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر تھیں۔ تنویر نے بھی بیک مرر میں دیکھا۔ اگلے چوراہے پر پہنچنے سے پہلے پولیس گاڑیوں کی روشنیاں بچھلے چوراہے سے ڈائٹس دیو کالونی کی جانب مڑتی دکھائی دیں تو اس نے اطمینان کا سانس لیا اور چوراہے پر پہنچ کر کار بائیں جانب کی سڑک پر موڑتے ہوئے رفتار کم کر دی۔ اس سڑک پر کئی گاڑیاں آ جا رہی تھیں۔

ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی سے اتر کر اپنے ہاتھ میں موجود ریوالور کا رخ ان کی کار کی عقبی وڈسکرین کی طرف کر دیا تھا۔ اس کے ریوالور پر نصب سائیکلر دیکھ کر تنویر سمجھ گیا کہ اسی ڈرائیور نے فائر کر کے ان کی گاڑی کا ٹائر برسٹ کیا تھا کیونکہ ٹائر پھٹنے سے پہلے فائر کی آواز ہمیں سنائی دی تھی۔ آگے کھڑی کار سے اترنے والے افراد نے بھی مشین پستل ان کی طرف تان رکھ تھے۔ لہذا حراست کی کوئی محتاج نہ دیکھ کر تنویر نے صدیقی کو ایکشن لینے سے روک دیا۔ دونوں مسلح افراد نے تیزی سے قریب آ کر ان پر مشین پستل تان لئے۔

”تم دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر آ جاؤ“ صدیقی کو کور کرنے والے دراز قامت شخص نے حکمانہ لہجے میں کہا۔

”کیوں۔ کون ہو تم۔ کیا تم اس یونیفارم کو نہیں پہچانتے۔“ صدیقی نے غصے سے کہا۔

”ہم کچھ نہیں جانتے۔ اگر تم نے فوراً ہی میرے حکم کی تعمیل نہ کی تو میں فائر کھول دوں گا“ دراز قامت نے غراتے ہوئے کہا۔

”آل رائٹ۔ ہمیں اس کا خیالہ بھگتنا پڑے گا“ صدیقی نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے دمکی آہٹ لہجے میں کہا۔

”گلتا ہے تم لوگ کسی غلط فہمی کا شکار ہو“ تنویر نے کھڑکی کے پاس کھڑے شخص کو گھورتے ہوئے کہا جو سر سے گنجائیں

”عمران کو کال کر کے صورت حال بتا دو“ تنویر نے صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا تو وہ وایج ٹرانسمیٹر آن کر کے عمران سے رابطہ قائم کرنے لگا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ عمران صاحب۔ صدیقی کالنگ۔ اور“ صدیقی نے عمران کو کال کرتے ہوئے کہا۔

”ہیں۔ عمران انڈنگ یو۔ اور“ دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی تو صدیقی نے جلدی سے اسے رپورٹ دے دی۔

”گڈ۔ تم نے اچھا کیا۔ اگر تم پکڑے جاتے تو میں پھر بھی مزید انتظار کئے بغیر اپنے ٹارگٹ کی طرف روانہ ہو جاتا۔ بہر حال تم جلدی پہنچنے کی کوشش کرو۔ اور ایجنڈ آل“ عمران نے ہدایات دیتے ہوئے کہا اور رابطہ ختم کر دیا تو صدیقی نے بھی ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ ٹھیک اسی لمحے ایک دھماکہ ہوا اور ان کی کار لڑکھڑانے لگی۔ تنویر نے بولکھا کر بریک لگائی اور کار فٹ پاتھ کے ساتھ کھراتی ہوئی رک گئی۔ جھٹکا لگنے سے صدیقی کا سر فرنٹ سیٹ کی پشت سے جا ٹکرایا۔ تنویر نے جلدی سے سٹیجیل کر بیک مرر میں پیچھے دیکھا تو عقبی ٹائر برسٹ ہو چکا تھا۔ اسی لمحے عقب سے آتی تیز رفتار ایک ٹیکسی ان کی کار کے عقب میں آرکی اور ایک کار ان کی گاڑی کے پاس سے گزر کر ان کے آگے رک گئی۔ صدیقی نے اس میں سے دو افراد کو اترتے دیکھا جن کے ہاتھوں میں مشین پستل تھے جبکہ

بلڈاگ شکل کا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے دوسری طرف سے آ کر تنویر پر رپوالور تان لیا تھا۔

”نہیں۔ البتہ تم خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ ہم تمہیں آری آفسر مان کر چھوڑ دیں گے“..... کنبے شخص نے طنزیہ لہجے میں کہا اور ایک ہاتھ سے دروازہ کھول دیا۔ تنویر اور صدیقی ہاتھ بلند کئے کار سے باہر آئے تو ٹیکسی ڈرائیور کار کے گرد گھوم کر اس جانب آ گیا۔ یقیناً وہ تینوں ایک ہی ایجنسی سے تعلق رکھتے تھے۔

”چلو۔ ادھر ہماری گاڑی میں بیٹھو“..... دراز قامت شخص نے اپنی کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تھکسانہ لہجے میں کہا جس میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا چشمے والا شخص ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”تم کون ہو اور ہمیں کہاں لے جانا چاہتے ہو“..... صدیقی نے پوچھا۔

”تمہارے سوال کا جواب تمہیں ہیڈ کوارٹر پہنچنے پر مل جائے گا۔ فی الحال خاموش رہو“..... دراز قامت نے سخت لہجے میں کہا۔

”پئیر۔ ان کی تلاشی لے لو“..... ٹیکسی ڈرائیور نے دراز قامت شخص سے مخاطب ہو کر کہا۔

”فورڈ۔ تم تلاشی لو۔ تم بچھلی سیٹ پر پڑی مشین گن اٹھا لو مارکر“..... دراز قامت پئیر نے اپنے کنبے ساتھی اور ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔ ڈرائیور کا نام مارکر تھا۔ وہ پیچھے ہٹا اور اس نے کار کی عقبی سیٹ پر پڑی مشین گن اٹھالی جبکہ منجبا فورڈ تنویر کے

عقب میں آیا اور اس کی جھپٹیں نٹول کر دائیں جیب میں موجود رپوالور نکال لیا۔ پھر اس نے صدیقی کی جیب سے بھی رپوالور نکال لیا۔ اس دوران پئیر نے ایک لمحہ کے لئے بھی تنویر اور صدیقی سے نگاہیں ہٹائی تھی جبکہ مارکر نے بھی رپوالور جیب میں رکھ کر ان کی طرف مشین گن تان لی تھی۔

چند لمحوں بعد وہ دونوں ان کی کار کی عقبی سیٹ پر بیٹھے تھے اور کار سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ عقب میں مارکر اپنی ٹیکسی میں آ رہا تھا۔ کار میں تنویر اور صدیقی کے دائیں بائیں پئیر اور فورڈ بیٹھے تھے اور انہوں نے مشین پمفل تنویر اور صدیقی کے پہلو سے لگائے ہوئے تھے۔ ان دونوں نے پئیر کے حکم پر اپنے ہاتھ سر پر رکھے ہوئے تھے۔

”شیراؤ۔ تم باس کو کال کر کے ان کی گرفتاری کی اطلاع دے دو“..... چند لمحوں بعد پئیر نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا تو ڈرائیور نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر آن کیا اور کال کرنے لگا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ شیراؤ کالنگ۔ اوور“..... شیراؤ نے کال کرتے ہوئے کہا۔

”لیس۔ میجر لسن ریسیونگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک بھاری آواز سنائی دی تو تنویر اور صدیقی فوراً سمجھ گئے کہ انہیں گرفتار کرنے والوں کا تعلق زیر ایجنسی سے ہے۔

ساتھ بیٹھے فورڈ نے بلند آواز سے کہا۔
 ”شاید۔ بہر حال یہاں پہنچنے ہی ان کی مکمل تلاشی لینا ہو گی۔
 اوور اینڈ آل“..... میجر ولسن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم
 ہو گیا تو شیراڈ نے بھی ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”ہاس۔ ہم نے ڈیفنس ویو سے فرار ہونے والی گاڑی کو گھیر کر
 اس میں موجود میجر جیمسن اور اس کے ساتھی کو گرفتار کر لیا ہے۔
 مارکر نے گاڑی کو ٹریس کر کے ہمیں کال کیا تھا اور ہمارے پہنچنے پر
 گاڑی کا ٹائر برسٹ کیا تھا۔ اوور“..... شیراڈ نے رپورٹ دیتے
 ہوئے کہا۔

”دیری گنڈ۔ وہ انتہائی خطرناک لوگ ہیں۔ ان کے پاس ٹائم
 بم بھی ہیں اس لئے ہوشیاری سے انہیں میرے پاس لے آؤ۔ کیا
 انہوں نے حراحت نہیں کی۔ اوور“..... دوسری طرف سے میجر ولسن
 نے پوچھا۔

”پیئر، فورڈ اور مارکر نے انہیں اتنا موقع ہی نہیں دیا تھا کہ وہ
 حراحت کر سکتے۔ ان کے پاس دو ریوالور اور مشین گن تھی۔ ان
 کے سنبھلنے سے پہلے ہی پیئر اور فورڈ ان کے سر پر پہنچ گئے تھے۔
 اوور“..... شیراڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”گنڈ۔ مجھے ابھی ابھی ڈی سیکورٹی آفیسر نے اطلاع دی ہے
 کہ ان دونوں نے ٹائم بم پھینک کر سارجنٹ جیری کی کار تباہ کی تھی
 اور جیری کے ساتھ اس کا ایک ماتحت بھی مارا گیا جبکہ سیکورٹی آفیسر
 سارجنٹ گورڈن اور اس کا ڈرائیور زخمی ہو گئے۔ پولیس وہاں پہنچ
 چکی ہے۔ اوور“..... میجر ولسن نے کہا۔

”ہاس۔ ان کی جیبوں سے صرف ریوالور برآمد ہوئے ہیں۔
 شاید ان کے پاس صرف ایک ہی ٹائم بم تھا۔ اوور“..... صدیقی کے

تھے۔ مزید پانچ منٹ گزر گئے تو عمران کو تشریف ہونے لگی۔ بالٹی مور جانے والی ٹرین کی روانگی میں کم وقت رہ گیا تھا اور براؤن ریلوے اسٹیشن پر ان کا انتظار کر رہا تھا لیکن تنویر اور صدیقی ابھی تک نہیں آئے تھے۔

”وہ دونوں ابھی تک نہیں آئے“..... چوہان نے بے چین لہجے میں کہا۔

”وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ کیا کیا جائے“..... عمران نے بیڑا تے ہوئے کہا۔

”تم انہیں پہلے ہی کہہ دیتے کہ وہ سیدھے ریلوے اسٹیشن پہنچ جائیں“..... جولیا نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال تھا کہ وہ دس منٹ میں یہاں پہنچ جائیں گے ورنہ میں انہیں ہدایات دے دیتا“..... عمران نے کہا۔

”اب تو بیس منٹ ہو چکے ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ کوئی گریڈ ہو گئی ہے ان کے ساتھ“..... صفدر نے تشریف بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے چونک کر صفدر کی طرف دیکھا اور پھر وایچ ٹرانسمیٹر آن کیا ہی تھا کہ سگنل موصول ہونے لگا۔

”چلو۔ نیچے اترو۔ ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تو چھٹی کر دیئے جاؤ گے“..... ایک اجنبی آواز سنائی دی تو عمران اور اس کے ساتھی بے اختیار اچھل پڑے۔

”کیا یہی تمہارا ہیڈ کوارٹر ہے“..... دوسری آواز سنائی دی جو

عمران، جولیا، صفدر اور چوہان بڑی بے تابی سے تنویر اور صدیقی کا انتظار کر رہے تھے۔ صدیقی نے دس منٹ پہلے عمران کو کال کر کے رپورٹ دی تھی۔ اس سے پہلے تنویر نے جنرل کنکارڈ کے چیف میجر ریکس سے معلومات حاصل کرنے کے بعد عمران کو رپورٹ دی تھی اور عمران نے اپنے مقامی ایجنٹ ابراہیم براؤن کو سفر کے انتظامات کرنے کی ہدایت کی تھی اور وہ آج رات ہی ٹکٹن سے قریبی شہر بالٹی مور کی طرف روانہ ہو جانا چاہتا تھا۔ تنویر کی رپورٹ کے مطابق جنرل کنکارڈ کی گمرانی میں بالٹی مور کی بندرگاہ سے تقریباً ڈیڑھ سو کلومیٹر دور شمالی بحر اوقیانوس میں ایک چھوٹے سے جزیرے پر واقع خلائی مرکز میں وہ تباہ کن سیلاٹ تیار جا رہا تھا جسے بلگاریہ کی ایٹمی تنصیبات تباہ کرنے کے لئے دو دن بعد حلاء میں چھوڑا جانے والا تھا اور وہاں میکورٹی کے خصوصی انتظامات کئے گئے

لاکھوں افراد کی زندگیاں بچا لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو اس کا کریڈٹ بھی تویر اور صدیقی کے حصے میں آئے گا کیونکہ انہی کی کوششوں سے ہمیں آگے بڑھنے کا راستہ اور منزل کا پتہ معلوم ہوا ہے..... عمران نے کہا تو چوہان اور جولیا چونک کر عمران کے چہرے کی طرف دیکھنے لگے۔

”آپ درست کہہ رہے ہیں عمران صاحب۔ بلاشبہ دو افراد کی قربانی دے کر ہزاروں لاکھوں انسانوں کی زندگیوں کو بچا لیتا زیادہ اہم ہے ہمارے لئے..... صفدر نے اٹھتے ہوئے جوشیلے لہجے میں کہا تو چوہان اور جولیا بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

”پھر یہ ضروری بھی نہیں ہے کہ صدیقی اور تویر کو زیرو ایجنسی والے فوراً ختم کر دیں اور میرے خیال میں یہ اس لحاظ سے اچھا ہی ہوا ہے۔ اب زیرو ایجنسی والے ان دونوں میں الجھے رہیں گے اور اتنی دیر میں ہم کسی رکاوٹ کے بغیر اپنے ٹارگٹ تک جا پہنچیں گے..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ انہیں اصل میں مس جولیا اور صفدر کی تلاش ہے یا پھر وہ آپ کے بارے میں فکرمند ہیں“..... چوہان نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر چند لمحوں بعد وہ چاروں فلیٹ سے نکل کر گراؤنڈ فلور پر آئے اور عمارت کے دوسرے دروازے سے نکل کر عقبی گلی میں پہنچ گئے جہاں براؤن کی ایک کار کھڑی تھی۔ اس وقت وہ چاروں دوسرے میک اپ میں تھے۔ صفدر اور جولیا نے عمران کی

صدیقی کی تھی۔

”نہیں۔ لیکن تم اپنا منہ فی الحال بند رکھو میجر جیمسن ورنہ آنکھوں کے ساتھ ساتھ تمہارا منہ بھی بند کرنا پڑے گا“..... پہلی آواز نے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا تو عمران نے فوراً ہی واضح ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”لو۔ وہ دونوں تو گئے کام سے۔ اب ان کا مزید انتظار فضول ہے۔ آؤ چلیں“..... عمران نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو کیا تویر اور صدیقی کے بغیر ہی“..... جولیا نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم ان کی مدد کریں اور زیرو ایجنسی کے ہیڈ کوارٹر سے انہیں آزاد کرانے کی کوشش کریں۔ ہمیں ہر حال میں صبح سے پہلے بالٹی مور پہنچنا ہے جو اب ٹرین سے ہی ممکن ہے۔ ایئر پورٹ پر تو ایجنسی نے ہماری گرفتاری کے لئے پورا جال بچھایا ہوا ہے“..... عمران نے کہا۔

”تو کیا ہم انہیں خطرے میں چھوڑ جائیں“..... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مجبوری ہے۔ تم نے تویر کی رپورٹ میں سنا ہے کہ سیلائیٹ کل رات خلاء میں چھوڑنے کی تیاری ہو چکی ہے اور اسے روکنے کے لئے ہمارے پاس صرف کل کا دن ہے۔ تویر اور صدیقی صرف دو آدمی ہیں۔ ان دو کے بدلے اگر ہم بلگاریہ کے ہزاروں،

ہوتے ہی ٹرین چل پڑی تو عمران کی ہدایت پر چوہان نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازہ لاک کر دیا اور ٹرین تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ عمران کے ساتھی خاموش بیٹھے تھے۔ تویر اور صدیقی کی گرفتاری پر وہ سب فکر مند اور پریشان نظر آ رہے تھے مگر پھر وہ عمران کی طرف متوجہ ہو گئے۔ عمران نے لانگ ریج ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ عمران کاننگ۔ اوور“..... عمران نے براؤن کو کال کرتے ہوئے کہا۔

”یس عمران صاحب۔ براؤن انڈنگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد ہوا کے شور کے ساتھ براؤن کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”کیا تم نے کسی کو زیر و ابجینسی کے ہیڈ کوارٹر بھیجا ہے۔ اوور“۔

عمران نے پوچھا۔

”یس سر۔ میں نے ابھی ابھی اپنا ایک آدمی وہاں بھیجا ہے۔ وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر وہ رپورٹ دے گا تو میں آپ کو مطلع کروں گا۔ اوور“..... براؤن نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں ایک گھنٹے بعد تمہیں دوبارہ کال کروں گا۔ اوور اینڈ آل“..... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”تم خود وایج ٹرانسمیٹر پر صدیقی یا تویر کو کسٹل دو۔ ابھی تو ہم نے زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا“..... جولیا نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ہدایت پر پہلے میک اپ کے اوپر دوسرا میک اپ کر لیا تھا۔ عمران نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور اس کے تینوں ساتھی عقبی نشست پر بیٹھ گئے۔ عمران وٹکٹن کی ایک ایک گلی سے واقف تھا۔ چنانچہ وہ کسی بڑی سڑک پر آئے بغیر چھوٹی بڑی گلیوں میں ہی کار دوڑا رہا تھا۔ سات آٹھ منٹ کے سفر کے بعد اس نے ریلوے اسٹیشن کے باہر پارکنگ میں کار روکی تو بائیں جانب سے براؤن ان کی طرف لپکا۔

”جلدی کیجئے جناب۔ گاڑی چلنے میں صرف تین منٹ رہ گئے ہیں“..... براؤن نے کار کے قریب آ کر عمران سے کہا تو عمران انجن بند کر کے کار سے نیچے اتر آیا۔ چوہان، جولیا اور صفدر بھی کار سے باہر آئے اور براؤن کے ساتھ اسٹیشن کی عمارت کی طرف بڑھ گئے۔ براؤن نے ان کے ٹکٹ عمران کے حوالے کر دیئے۔

”کیا باقی دو ساتھی نہیں آئے عمران صاحب“..... براؤن نے پوچھا تو عمران نے اسے صدیقی اور تویر کی پوزیشن سے آگاہ کرتے ہوئے ہدایت کی کہ وہ زیر و ابجینسی کے ہیڈ کوارٹر کی گمرانی کرائے اور ان دونوں کے بارے میں معلومات حاصل کر کے انہیں وہاں سے نکالنے کا انتظام کرے۔ پلیٹ فارم پر پہنچتے تک عمران نے براؤن کو کئی ہدایات دے دیں۔ براؤن نے پلیٹ فارم پر موجود ٹرین کے ایک کپارٹمنٹ تک ان کی رہنمائی کی جو اس نے ان کے لئے مخصوص کرایا تھا۔ اس میں صرف چھ افراد کے لئے نشستیں تھیں۔ گویا پورا کپارٹمنٹ انہی کے لئے بک تھا۔ ان کے ٹرین میں سوار

”نہیں۔ یہ ان کے حق میں بہتر نہیں ہوگا۔ نجانے وہ کال رسید کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں۔ اگر زیردہ ایجنسی والوں نے ان کے واضح ٹرانسمیٹر چیک کر لئے تو انہیں ٹرانسمیٹر سے محروم کر دیں گے۔ پھر ان کی اصلیت کا راز بھی کھل جائے گا۔ انہیں موقع مل گیا تو وہ خود ہی سگنل دیں گے۔“ عمران نے کہا اور دوبارہ ٹرانسمیٹر سنبھال کر فریوینی ملانے لگا۔

”ہیلو لودھی۔ عمران کانگ۔ اوور۔“ عمران نے کال کرتے ہوئے لودھی کا نام لیا تو اس کے ساتھی چوک پڑے۔
 ”لیس۔ لودھی انڈنگ یو۔ اوور۔“ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”کیا تمہیں چیف کی طرف سے ہدایات مل چکی ہیں۔ اوور۔“ عمران نے پوچھا تو اس کے ساتھی سمجھ گئے کہ لودھی ایکسٹو کا کوئی ایجنٹ ہے۔ ساتھ ہی انہیں یاد آ گیا کہ براؤن کے فلیٹ پر تویر سے جنرل لٹکارڈ کے پراجیکٹ کی تفصیلات سننے کے بعد عمران نے ٹرانسمیٹر پر ایکسٹو سے رابطہ قائم کیا تھا اور ایکسٹو کو اپنے پروگرام کے بارے میں بتایا تھا تو ایکسٹو نے عمران سے کہا تھا کہ وہ بالٹی مور میں موجود اپنے ایجنٹ کو ان کی آمد کے سلسلے میں کال کر کے ہدایات دے دے گا۔

”لیس سر۔ ایک گھنٹہ پہلے چیف نے احکامات دیئے تھے۔ کیا آپ ٹرین میں ہیں۔ اوور۔“ لودھی نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں

پوچھا۔

”تو کیا تمہارے خیال میں ٹرین کی بجائے پاگل خانہ میں ہوں۔ اوور۔“ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”اوہ نہیں جناب۔ میں نے تو یونہی پوچھا تھا۔ کب تک پہنچ رہے ہیں یہاں۔ اوور۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”جب ٹرین پہنچے گی۔ اب میں ٹرین سے پہلے تو ہرگز وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ اوور۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹرین یہاں صبح چھ بجے پہنچے گی۔ میں اسٹیشن پر پہنچ جاؤں گا۔ کیا میں آپ لوگوں کے لئے ہوٹل میں کمرے بک کرا دوں۔ اوور۔“ لودھی نے پوچھا۔

”نہیں۔ ہم نے صرف گھنٹہ دو گھنٹہ وہاں گزارنے ہیں اس لئے ہوٹل کی بجائے تمہارے ہاں ٹھہریں گے۔ ہمارے آنے تک تم ہمارے اگلے سفر کے انتظامات مکمل کر لو۔ اوور۔“ عمران نے کہا۔
 ”رائٹ سر۔ اور کوئی حکم۔ اوور۔“ لودھی نے کہا۔

”باقی پھر سہی۔ البتہ اسٹیشن پر ہوشیار رہنا۔ اور اینڈ آل۔“ عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”عمران صاحب۔ کیا اسٹیشن پر کوئی خطرہ ہو سکتا ہے ہمارے لئے۔“ چوہان نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ ہم نے صبح وہاں پہنچنا ہے اور زیردہ ایجنسی والے گدھے نہیں ہیں۔ وہ دو تین گھنٹوں میں ہی ڈیفنس ویو

میں ہونے والے واقعہ کی تفتیش کر کے میجر ریکسر اور میجر جنسن کے قتل کا سراغ لگالیں گے۔ میجر ریکسر کے ہنگلے کے گاڑ جب انہیں بتائیں گے کہ میجر جنسن کے ساتھ صدیقی اور تنویر بھی وہاں آئے تھے تو زید ابجینی کا چیف سمجھ جائے گا کہ ان دونوں نے میجر ریکسر سے جزل کنکارڈ کے بارے میں معلومات حاصل کی ہوں گی۔ تب وہ فوراً ہی بالٹی مور میں ہمارا استقبال کرنے کے انتظامات کر ڈالے گا۔ اس طرح ہمیں اپنے ٹارگٹ تک پہنچنے میں دیر ہوگئی تو ساری جدوجہد بے کار جائے گی“..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو چوہان، جولیا اور صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

پانچ منٹ کے سفر کے بعد شیراؤ نے ایک گلی میں کار موڑی اور چند قدم آگے آ کر کار روک دی۔ اس کے پیچھے آنے والی مارکر کی ٹیکسی بھی رک گئی۔ شیراؤ نے کار سے اتر کر مارکر کو اشارہ کیا اور وہ ٹیکسی سے اتر کر قریب آ گیا۔

”ان کا خیال رکھو“..... شیراؤ نے مارکر سے کہا تو مارکر نے مشین گن کندھے سے اتار کر کار میں بیٹھے تنویر اور صدیقی پر تان لی۔ شیراؤ نے اپنی کار کی ڈیگ کھول کر اس میں سے ایک ری ٹکالی۔ پھر دو انچ چوڑی سیاہ ٹیپ کا رول نکالا اور قریب آ کر پیٹر کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔ پیٹر دروازہ کھول کر باہر آیا اور مشین پستل کا رخ تنویر اور صدیقی کی طرف کر دیا۔

”میجر جنسن۔ باہر آؤ“..... شیراؤ نے صدیقی سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو صدیقی سمجھ گیا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ ہاتھ

بلند کئے کار سے باہر آ گیا جبکہ فورڈ، تنویر کے پہلو سے مشین پمپ کی نال لگائے کار میں بیٹھا رہا۔ مارک نے فوراً ہی صدیقی کے سینے سے مشین گن لگا دی۔ شیراڈ نے صدیقی کے عقب میں آ کر پہلے تو اس کی آنکھوں اور سر کے گرد سیاہ ٹیپ لپٹی اور پھر صدیقی کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اس کی پشت کی جانب موڑے اور اس ری سے اچھی طرح باندھ دیئے۔ اس کے بعد تنویر کے ساتھ بھی یہی کیا گیا اور دونوں کو دوبارہ کار میں بٹھا کر فورڈ اور پیٹر ان دونوں کے دائیں بائیں بیٹھ گئے جبکہ شیراڈ نے کار آگے بڑھا دی۔

مارک بھی ٹیکسی میں بیٹھ کر ان کے پیچھے چل دیا۔ گلی سے نکل کر وہ دوبارہ ایک سڑک پر آ گئے جس کا اندازہ تنویر اور صدیقی کو ٹریفک کے شور سے ہوا۔ مزید پانچ منٹ بعد کار کسی عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور پھر رک گئی۔ انجن بند ہو گیا۔ آنکھوں پر سیاہ ٹیپ کے سبب صدیقی اور تنویر کچھ دیکھنے سے قاصر تھے لیکن وہ سمجھ گئے کہ اس وقت وہ ان کے ہیڈ کوارٹر میں ہیں۔ پیٹر اور فورڈ دونوں طرف کے دروازے کھول کر کار سے اترے ہی تھے کہ صدیقی نے تنویر کی طرف پشت کرتے ہوئے سرگوشی کی اور تنویر نے اس کی مخالف سمت منہ کرتے ہوئے ایک ہاتھ کی مدد سے صدیقی کے وایچ فرانسسیر کا وپر راڈ باہر کھینچ دیا۔ اسی لمحے پیٹر نے ایک ہاتھ سے صدیقی کا بازو پکڑ لیا۔

”چلو نیچے اترو۔ ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تو چھلنی کر دیئے جاؤ

گئے“..... پیٹر کی حکمانہ آواز سنائی دی۔

”کیا بھی تمہارا ہیڈ کوارٹر ہے“..... صدیقی نے کار سے اترتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ لیکن تم اپنا منہ فی الحال بند رکھو میجر جنسن ورنہ آنکھوں کے ساتھ ساتھ تمہارا منہ بھی بند کرنا پڑے گا“..... پیٹر نے غصیلے لہجے میں کہا۔ دوسری جانب کھڑے فورڈ نے بھی تنویر کو کار سے اترنے میں مدد دی۔ پھر وہ دونوں ان کے بازو پکڑے ایک طرف چل دیئے۔ تقریباً تیس چالیس قدم چلنے کے بعد وہ لوگ رک گئے۔ پھر ان کی آنکھوں سے سیاہ ٹیپ اتار لی گئی تو وہ کچھ دیکھنے کے قابل ہوئے۔ وہ ایک کمرے میں موجود تھے۔ سامنے میز کے پیچھے ایک دروازہ قائم اور سخت چہرے والا شخص بیٹھا انہیں تیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جبکہ تنویر اور صدیقی کے دائیں بائیں فورڈ اور پیٹر ہاتھوں میں مشین پمپ لئے کھڑے تھے۔ یقیناً سامنے بیٹھا شخص میجر ولسن ہی تھا۔

”تم دونوں کون ہو اور ڈینس دیو کالونی میں کیا کرنے گئے تھے“..... اس نے تنویر اور صدیقی کو گھمورتے ہوئے پوچھا۔

”میں میجر جنسن ہوں اور یہ کرل ڈیوڈ ہے“..... تنویر نے پرسکون لہجے میں کہا۔

”سٹ اپ۔ اگر تم میجر اور یہ کرل ہے تو ڈینس دیو سے فرار کیوں ہوئے اور ہم پھینک کر تعاقب کرنے والوں کو کیوں ہلاک

”کیا“..... میجر لسن نے یکدم غضبناک ہو کر کہا۔

”تو کیا ہم اتنے بڑے آفیسر ہو کر خود کو اس قمر ڈکاس سارجنٹ گورڈن کے حوالے کر دیے؟“..... صدیقی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم شرافت سے اپنی اصلیت نہیں بتاؤ گے“..... یحجر ولسن نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا اور اپنی کرسی سے اٹھ کر ان کے سامنے آکھڑا ہوا۔

”تمہارا تیسرا ساتھی کیپٹن فریڈ کہاں ہے۔ میجر جوزف کے پاس تم لوگ کیا کرنے گئے تھے“..... میجر ولسن نے انہیں گھورتے ہوئے پوچھا۔

”وہ میرا دوست ہے۔ ہم اسے ملنے گئے تھے۔ وہاں زیادہ بچے
سے فریڈ کی طبیعت خراب ہو گئی اور جوزف نے اسے اپنے پاس گھبرا
لایا.....“ صدیقی نے ساٹ لہجے میں کہا۔

”یہی کہانی تم نے سارجنٹ کووڈن کو سنائی تھی جو اس نے میرے ماتحت جبری کو بیان کی اور جبری نے مجھے بتائی تھی۔ لیکن نہ تو تم دونوں آرمی آفیسر ہو اور نہ ہی تمہارے چہرے اصل ہیں۔ میں میجر جوزف سے فون پر کنفرم کر چکا ہوں کہ نہ تو تم لوگ اس کے بیٹے پر گئے ہو اور نہ ہی تمہارا تیسرا ساتھی وہاں موجود ہے۔ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے اور تم کالونی میں نصف گھنٹہ تک کہاں غائب رہے ہو“..... میجر ولسن نے یکدم غراٹے ہوئے کہا۔

”تم جب یقین ہی نہیں کرتے تو جواب دینے کا کیا فائدہ۔“
تویر نے ناگوار لہجے میں کہا تو میجر لسن کا پارہ اور چڑھ گیا۔
”بیٹھ جاؤ۔ فورڈ انہیں کرسیوں پر بٹھا دو“..... میجر لسن نے
تھکمانہ لہجے میں کہا اور خود پلٹ کر میز کے پیچھے رکھی اپنی ریوالونگ
چیز پر جا بیٹھا۔ فورڈ نے اپنا مشین پسل جیب میں ڈالا اور تویر کی
طرف بڑھا لیکن تویر اور صدیقی خود ہی اپنے آگے رکھی کرسیوں پر
بیٹھ گئے۔

”اب بتاؤ۔ تمہارا تعلق کس ملک یا کس تنظیم سے ہے؟“..... میجر
وسن نے انہیں گھورتے ہوئے پوچھا۔

”ہمارا تعلق آری سے ہے اور جو کچھ ہم نے بتایا ہے تم اس کی تصدیق کر سکتے ہو“..... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ۔ تم تقدیق کے چکر میں میرا وقت ضائع کرنا چاہتے ہو“..... میجر ولسن نے یکدم چیخے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے میز کے نیچے اپنے ایک ہاتھ کو حرکت دی اور دوسرے ہی لمحے پمپت سے نیلی شعاعیں بیک وقت تصویر اور صدیقی کے جسموں پر پڑیں اور ایک لمحے کے لئے انہیں یوں محسوس ہوا جیسے ان کے جسموں میں ہزاروں سوئیاں پیوست ہو گئی ہوں۔ وہ یکدم تڑپے اور میجر ان کے جسم ڈھیلے پڑ گئے۔ انہوں نے حرکت کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی جگہ سے ذرا بھی حرکت نہ کر سکے۔ تب انہیں احساس ہوا کہ وہ دھکے کھاتے ہیں، سوچ سکتے ہیں لیکن حرکت نہیں کر سکتے حتیٰ

کہ زبان تک نہیں ہلا سکتے۔

”پیٹر۔ تم دونوں ان کو دوسرے کمرے میں لے جاؤ اور ان کی زبان کھلاؤ کہ یہ کون ہیں اور کس مقصد کے تحت ڈینس ویو میں گئے تھے۔ یہ ٹارچنگ روم میں سچ اگلیں گے۔ ان کی حقیقت معلوم کر کے مجھے جلدی بتاؤ۔“ میجر ولسن نے پیٹر سے تحسانہ لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔“ پیٹر نے یوں خوش ہو کر کہا جیسے اسے اس کی پسند کا کام سونپا گیا ہو۔

”سنو۔ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ اپنے بارے میں خود ہی حقیقت بتا دو ورنہ پیٹر تمہارے لئے بھیڑیے سے زیادہ بے رحم اور سفاک ہے۔ اس کے سامنے تم اپنی تمام تیز طراریاں بھول جاؤ گے۔“ میجر ولسن نے تنویر اور صدیقی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا لیکن وہ دونوں جواب دینے سے معذور تھے اس لئے وہ خاموشی سے اسے گھورتے رہے جبکہ پیٹر نے آگے بڑھ کر تنویر کو کرسی سے اٹھایا اور اپنے کانڈھے پر ڈالا۔ شیراؤ نے صدیقی کو اٹھا لیا۔ وہ دونوں صدیقی اور تنویر کے مقابلے میں زیادہ ٹیم ٹیم اور قوی تھے۔ انہیں اٹھا کر وہ دروازے کی طرف بڑھے اور کمرے سے نکل کر ایک راہداری میں چلتے ہوئے برآمدے میں آئے اور برآمدے سے گزر کر دوسری طرف کی راہداری میں داخل ہو گئے۔ اس راہداری میں وہ ایک کمرے کے دروازے پر پہنچے اور دروازہ کھول

کر اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک ہال نما کمرہ تھا اور ساؤنڈ پروف تھا۔ اس میں بائیس جانب کی دیوار کے ساتھ زنجیریں لٹک رہی تھیں۔

پیٹر اور شیراؤ نے تنویر اور صدیقی کو فرش پر لٹایا اور پھر دونوں نے مل کر تنویر اور صدیقی کو زنجیروں سے باندھ دیا۔ اس حالت میں ان کے جسم آگے کو جکھے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں پر بندھی رسیاں کھول دی گئی تھیں اور اب ان کی کلاٹیاں زنجیروں سے منسلک کڑوں میں جکڑی ہوئی تھیں لیکن ان کے جسم سن تھے اس لئے انہیں کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

”شیراؤ۔ بوتل نکال لاؤ۔ پہلے ان کی بے حسی دور کریں گے۔“ پیٹر نے شیراؤ سے کہا اور بائیس جانب رکھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ شیراؤ نے سر ہلایا اور پلٹ کر کمرے کے کونے کی طرف بڑھ گیا جہاں ایک آہنی الماری رکھی ہوئی تھی۔ اس نے الماری کھول کر اس میں سے ایک بڑی بوتل نکالی اور وہاں آ کر تنویر کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اس نے پہلے تو بوتل کو زور سے ہلایا اور پھر اس کا ڈمکن ہٹایا اور بوتل کا منہ تنویر کی ناک سے لگا دیا۔ تنویر کو یوں محسوس ہوا جیسے بوتل سے کوئی گیس نکل کر اس کی ناک کے راستے پورے جسم میں پھیلتی چلی جا رہی ہو۔ چند لمحوں بعد اس کی جسمانی قوت اور حواس پوری طرح بحال ہو گئے اور وہ اپنا جھکا ہوا جسم سیدھا کر کے پیردوں کے بل کھڑا ہو گیا۔

شیراؤ نے بوتل کا ڈمکن بند کر کے اسے دوبارہ ہلایا اور صدیقی

نے طنز یہ لہجے میں کہا تو پیٹر غضبناک ہو گیا۔
 ”سٹ اپ۔ تم بولو۔ کیا تمہارا بھی یہی بیان ہے“..... پیٹر نے
 تنویر سے مخاطب ہو کر فرماتے ہوئے کہا۔
 ”نہیں۔ یہ تو رویاہ کا پرانم منظر ہے“..... صدیقی نے جلدی
 سے کہا۔

”سنو مسٹر پیٹر۔ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ ہمیں فوراً
 زنجیروں سے آزاد کر دو ورنہ ہم تمہارے اور تمہارے بزدل پاس
 میجر ولن کے چیتھڑے اڑا دیں گے“..... تنویر نے پیٹر کو گھورتے
 ہوئے انتہائی درندگی آمیز لہجے میں کہا۔

”پیٹر۔ یہ آسانی سے زبان نہیں کھولیں گے۔ ان کے جسموں
 پر کوڑا آزماد۔ پھر دیکھنا کہ ان کے فرشتے بھی بولنے لگیں گے۔ ان
 کی کھال ادھیڑا ضروری ہے“..... شیراڈ نے پیٹر کی طرف دیکھ کر
 غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم درست کہتے ہو شیراڈ۔ نکالو کوڑا۔ پاس کا حکم ہے کہ ہر
 حال میں ان کی حقیقت معلوم کی جائے“..... پیٹر نے غضبناک لہجے
 میں کہا تو شیراڈ تیزی سے اٹھ کر ایک دیوار کی طرف بڑھ گیا جہاں
 نصب بیگر پر چند کوڑے لٹکے ہوئے تھے اور ایک پلیٹ پر دو تین
 تیز دھار خنجر نما آلے بھی نصب تھے۔

تنویر اور صدیقی اپنی انگیوں کی مدد سے اپنی کلائیوں کے کڑوں
 کو ٹٹول رہے تھے جن میں ٹٹن لگے ہوئے تھے اور انہی ٹٹنوں کو دبا

کے سامنے آ کر بوتل سے ڈھکن ہٹاتے ہی بوتل کا منہ صدیقی کی
 ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے بوتل ہٹائی اور ڈھکن بند کر
 کے الماری کی طرف بڑھ گیا۔ بوتل الماری میں رکھ کر اس نے
 الماری بند کی اور واپس آ گیا۔ صدیقی کی بھی بے حسی دور ہو گئی
 اور وہ سیدھا کھڑا ہو گیا لیکن ان کے بازو زنجیروں میں بندھے
 ہوئے تھے اور ان کے سروں سے بلند تھے اس لئے وہ کوئی حرکت
 یا حراست کرنے سے لاجا رہے۔

”اب تم بول سکتے ہو اس لئے اپنی زبان سے سب کچھ سچ
 بتا دو ورنہ تم پر اس قدر تشدد کیا جائے گا کہ تمہارے جسموں سے
 گوشت غائب ہو جائے گا اور تم محض ہڈیوں کے ڈھانچے بن کر رہ
 جاؤ گے“..... شیراڈ نے دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو پیٹر نے
 یوں سر ہلا دیا جیسے شیراڈ کی تائید کر رہا ہو۔

”شکریہ مسٹر شیراڈ۔ ہم جو تائید کئے ہیں وہی سچ تھا۔ اس کے
 علاوہ تم کیا جانا چاہتے ہو“..... صدیقی نے پاٹ لہجے میں کہا۔
 ”ہم تمہاری حقیقت جانا چاہتے ہیں“..... پیٹر نے صدیقی کو
 گھورتے ہوئے کہا۔

”میں میجر جکسن ہوں۔ اگر تم نہیں مانتے تو میں اکیبریا کا
 پریذیڈنٹ ہوں، گریٹ لینڈ کا پرانم منظر ہوں اور شوگران کا عظیم
 لیڈر ہوں۔ پہلے میں جرمی کا چائٹر بھی رہا ہوں اور ٹانگ ساتی پر
 میں نے ہی ایٹم بم گرا کر اتحادی فوجوں کو فاتح بنوایا تھا“..... صدیقی

کرکڑوں کو بند کیا گیا تھا۔ بنن تو مل گئے تھے مگر ان کے دبانے سے بھی کڑے نہیں کھل رہے تھے حالانکہ تنویر نے اس امید پر پیڑ کو دھکی دی تھی کہ اتنی دیر میں وہ اپنے ہاتھ آزاد کرالیں گے لیکن وہ ابھی تک کرکڑوں کے لاک کھولنے میں کامیاب نہ ہو سکے تھے جبکہ ان پر تشدد کرنے کے لئے پیڑ اور شیراڈ بے حد سنجیدہ دکھائی دے رہے تھے۔ صدیقی اور تنویر کو یقین تھا کہ وہ لوگ اپنی دھکی پر عمل کرنے سے ذرا بھی دریغ نہیں کریں گے۔

”صدیقی۔ کیا تم کوشش کر رہے“..... تنویر نے پاکیشیائی زبان میں صدیقی سے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔

”ہاں۔ لیکن کڑے نہیں کھل رہے۔ اب کوئی اور ہی ترکیب کرنا پڑے گی“..... صدیقی نے بھی پاکیشیائی زبان میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تم آپس میں کیا باتیں کر رہے ہو۔ کون سی زبان بول رہے ہو“..... پیڑ نے یکدم غراتے ہوئے کہا۔

”کوئی خفیہ بات نہیں ہے۔ ہم کڑے کھولنے کے لئے مشورہ کر رہے ہیں کہ ان کا کیا سسٹم ہے کھولنے کا“..... صدیقی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”میں بھی تمہاری حرکت دیکھ رہا ہوں اور تمہیں منع اس لئے نہیں کیا کہ تم کرکڑوں کو کسی صورت نہیں کھول سکتے۔ جیسے قفل تو محض ہاتھ سے لگ جاتا ہے لیکن چابی کے بغیر نہیں کھولا جاسکتا اسی طرح

یہ کڑے بھی بنن پر لیں کرنے سے بند ہو جاتے ہیں لیکن کھولنے کے لئے ریموٹ کنٹرول استعمال کیا جاتا ہے اور وہ ریموٹ کنٹرول تمہاری پہنچ سے دور ہے“..... پیڑ نے طنزیہ لہجے میں کہا تو تنویر اور صدیقی نے مایوسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اتنے میں شیراڈ ایک کوڑا بیگر سے اسرار کو داپس آ گیا۔ یہ کوڑا خاردار آہنی تاروں سے بنایا گیا تھا اور ان تاروں کی مجموعی موٹائی ایک انچ سے کم نہ تھی۔

”شیراڈ۔ ان کی کھال اوجھڑنا شروع کر دو“..... پیڑ نے شیراڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں۔ پہلے میں اسے مزہ پکھاؤں گا“..... شیراڈ نے تنویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور کوڑے کو ہوا میں لہراتے ہوئے جھکے دینے لگا جس سے شرپا شرپا کی آوازیں پیدا ہونے لگیں۔

”صبر کرو۔ میں نے تمہیں سب کچھ بتانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“ تنویر نے جلدی سے کہا۔

”دیری گز۔ کافی عقل مندی سے فیصلہ کیا ہے تم نے۔ ہاں بتاؤ“..... پیڑ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”تم دو دنوں اول درجے کے گدھے ہو۔ تم جیسا بے وقوف اس دنیا میں نہیں ہے“..... تنویر نے انتہائی زہریلے لہجے میں کہا۔

”کیا۔ کیا تم نے مجھے گدھا کہا ہے۔ تمہاری یہ مجال“..... پیڑ

نے یکدم ہدیائی انداز میں چیختے ہوئے کہا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ شیراڈ کا چہرہ بھی غصے کی شدت سے سرخ ہو گیا اور پھر وہ دونوں تیزی سے اس طرح تنویر اور صدیقی کی طرف بڑھے جیسے انہیں روند ڈالیں گے مگر جیسے ہی وہ دونوں تنویر اور صدیقی کے قریب پہنچے تنویر نے انتہائی بھرتی سے اپنے ہاتھوں سے ہندمی زنجیروں کو ہاتھوں میں پکڑ کر اپنے جسم کو اوپر اٹھایا اور دونوں ٹانگیں بلند کر کے اپنے پاؤں پیئر کے سینے پر مار دیئے جس کے نتیجے میں پیئر جو غضبناک حالت میں تیزی سے اس کی طرف بڑھا تھا اچھل کر چپٹا ہوا پیچھے کی جانب لڑکھڑایا اور شیراڈ نے اس کی چیخ سن کر اس کی طرف دیکھا ہی تھا کہ صدیقی نے تنویر کی تقلید کرتے ہوئے شیراڈ کے سینے پر دونوں پیروں کی ضرب لگائی اور وہ بھی لڑکھڑاتا ہوا پیچھے فرش پر جا گرا۔

اتنے میں پیئر تیزی سے سنبھل کر فرش سے اٹھا ہی تھا کہ تنویر نے زنجیروں کے بل پر جھولتے ہوئے دوبارہ وہی ترکیب آزمائی۔ اس مرتبہ اس نے دونوں پیئر جوڑ کر پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ پیئر کے سینے پر مارے اور پیئر چیختا ہوا فرش پر گر گیا۔ اس کے ساتھ ہی تنویر کے دونوں ہاتھ آہنی کڑوں سے نکل آئے اور وہ زنجیروں کے ساتھ جھولتا ہوا ہال کے وسط میں جا گرا لیکن گرتے ہی وہ انتہائی بھرتی سے اٹھا اور ایڑیوں کے بل گھوم کر پیئر کی طرف متوجہ ہوا تو پیئر اور شیراڈ حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس کی طرف

دیکھ رہے تھے۔ دراصل زنجیروں کو پکڑ کر اپنے جسم کو بار بار فرش سے بلند کرنے میں تنویر کو اپنی پوری جسمانی قوت صرف کرنا پڑی تھی اور اس جدوجہد میں اس کا پورا جسم پسینے سے تر ہو گیا تھا۔ اسی پسینے کے سبب ہی کڑے پھسل کر اس کے ہاتھوں سے نکل گئے تھے اور کڑوں کے سبب ہی زنجیریں اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھیں۔ پیئر اور شیراڈ اس کے یوں آزاد ہونے پر حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ تنویر جلدی سے آگے بڑھا اور اس سے پہلے کہ وہ ذہنی طور پر حیرت کے جھکے سے سنبھلتے تنویر نے بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر بیک وقت شیراڈ اور پیئر کے سینے میں اپنے پیروں سے ضرب لگائی اور وہ دونوں چیختے ہوئے فرش پر جا گرے۔ شیراڈ کے ہاتھ سے کوڑا گر چکا تھا۔ تنویر ان کے سینوں میں ضرب لگاتے ہوئے خود بھی فرش پر گرا تھا اور اس نے فوراً ہی سنبھل کر اٹھتے ہوئے فرش سے کوڑا بھی اٹھا لیا تھا۔ اگلے ہی لمحے تنویر نے کوڑا اٹھایا اور کمرے میں پیئر اور شیراڈ کی چٹیں گونجنے لگیں۔ شیراڈ نے اپنی جیب سے مشین پھل نکال لیا لیکن اسے چلانے کی مہلت نہ ملی کیونکہ تنویر مسلسل کوڑا اٹھاتا رہا تھا۔ چنانچہ کوڑے کی ضرب مشین پھل پر پڑی اور شیراڈ کے ہاتھ سے مشین پھل نکل کر دیوار کے قریب جا گرا۔ تنویر نے جلدی سے دیوار کی طرف جست لگائی اور مشین پھل اٹھا لیا۔ اس ایک لمحہ کے وقفہ میں پیئر نے تیزی سے اپنا مشین پھل جیب سے نکالا لیکن اسے

استعمال کرنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ تنویر نے انتہائی پھرتی سے مشین پمپ کا رخ ان کی جانب کر کے فائر کر دیا۔ کمرے میں ترتراہٹ کے شور میں پیٹر اور شیراڈ کی کریناک جھین مدم ہو گئیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ساکت ہوتے چلے گئے۔

صدیقی کو یقین تھا کہ فائرنگ کی آواز ساؤنڈ پروف کمرے سے باہر نہیں گئی ہوگی۔ صدیقی کے ہاتھ ابھی تک آہنی کڑوں میں جکڑے ہوئے تھے اور اسے حیرت تھی کہ تنویر نے اپنے ہاتھ کڑوں سے کیسے نکال لئے جبکہ کڑے ریموٹ کنٹرول تھے اور ریموٹ الماری میں تھا۔ دراصل اس نے صرف ایک مرتبہ شیراڈ پر حملہ کیا تھا اور اس کے بعد تنویر نے مسلسل جدوجہد کرتے ہوئے شیراڈ اور پیٹر پر حملے کئے تھے جس کے سبب صدیقی کو حرکت کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا اور تنویر کی طرح اسے اس قدر پسینہ نہیں آیا تھا کہ اس کے ہاتھ بھی پسینے میں تر ہو کر آہنی کڑوں سے نکل آتے۔

پیٹر اور شیراڈ کو ختم کر کے تنویر تیزی سے الماری کی طرف بڑھا اور الماری کھول کر اس میں رکھا ریموٹ کنٹرول نکال لیا۔ اس نے صدیقی کے قریب آ کر ریموٹ کا رخ صدیقی کی کلائیوں کی طرف کیا اور بٹن پریس کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے آہنی کڑے خود بخود کھل گئے اور صدیقی کے ہاتھ آزاد ہو گئے۔

”اب کیا پروگرام ہے“ صدیقی نے اپنی کلائیاں ملے ہوئے تنویر سے پوچھا اور آگے بڑھ کر شیراڈ کا مشین پمپ اٹھا لیا۔

”سب سے پہلے تو تم عمران سے بات کر کے اطلاع دو۔ دیکھو وہ کیا کہتا ہے“..... تنویر نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا تو صدیقی نے واچ ٹرانسمیٹر آن کیا ہی تھا کہ اسے یکدم خیال آیا کہ اسے عمران کا نام نہیں لینا چاہئے۔ چنانچہ وہ خاموش رہا۔ تقریباً نصف منٹ گزر گیا لیکن عمران سے رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ شاید عمران واچ ٹرانسمیٹر کی محدود رینج سے باہر تھا ورنہ وہ سگنل سن کر اپنا ٹرانسمیٹر آن کر دیتا۔ صدیقی نے مایوسی سے تنویر کی طرف دیکھا۔

”بات کر کے دیکھ لو۔ یہ ساؤنڈ پروف کمرہ ہے۔ تمہاری آواز باہر نہیں جائے گی“..... تنویر نے کہا۔

”مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں کسی سکرین پر ہماری نگرانی نہ کی جا رہی ہو“..... صدیقی نے آہستہ سے کہا۔

”ایسا ہوتا تو ہنگامہ دیکھ کر اب تک کوئی نہ کوئی یہاں آ چکا ہوتا“..... تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”بیلو عمران صاحب۔ صدیقی کاننگ۔ اوور“..... صدیقی نے واچ ٹرانسمیٹر پر عمران کو کال کرتے ہوئے کہا مگر عمران کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو صدیقی نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ تنویر بھی مایوس ہو کر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

”کہیں ایسا تو نہیں کہ عمران صاحب ہماری طرف سے مایوس ہو کر سفر پر روانہ ہو گئے ہوں“..... صدیقی نے کہا۔

”ارے ہاں۔ وہ کہہ تو رہے تھے کہ تم اسے کال نہ کرتے تو وہ ہمارا انتظار کئے بغیر باقی ممبرز کے ساتھ روانہ ہو جاتا“..... تویر نے یکدم چونکتے ہوئے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”یقیناً یہی بات ہوگی اور اس وقت وہ لوگ یہاں سے اتنی دور پہنچ چکے ہیں کہ وہاں ٹرانسمیٹر کے سگنل نہیں جا رہے۔ اب ہمیں یہاں سے نکل کر واپس فلیٹ پر جانا چاہئے۔ وہاں لاٹک ریج ٹرانسمیٹر پر ان سے رابطہ قائم کریں گے۔ پھر جیسے وہ ہدایات دیں گے ان پر عمل کیا جائے گا“..... صدیقی نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو تویر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازے کا ہینڈل کھما کر دروازہ کھولا اور باہر جھانکا تو راہداری میں کوئی ذی روح موجود نہ تھا۔ چنانچہ وہ باہر آیا تو صدیقی بھی باہر آ گیا۔ تویر نے دروازہ بند کیا اور اس کے لاک کا بٹن پریس کر دیا۔ پھر وہ دونوں اطمینان سے عمارت کے برآمدے کی طرف بڑھنے لگے۔ ابھی انہوں نے نصف راہداری ہی عبور کی تھی کہ اچانک راہداری میں خطرے کا سارن گونجنے لگا۔

کیپٹن راجر صبح کے وقت پاکیشیا پہنچا تھا۔ اس کے ساتھ ایک ماتحت لڑکی لوی بھی تھی۔ میجر ولسن نے کیپٹن راجر کو ہدایت کی تھی کہ وہ عمران کے فلیٹ پر جا کر دیکھے کہ عمران وہاں موجود ہے یا نہیں۔ اگر عمران وہاں موجود ہو تو پہلے اس سے معلوم کرے کہ ایکسٹو نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران کو ٹکٹن بھیجا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد عمران کا خاتمہ کر دیا جائے۔

کیپٹن راجر کو میجر ولسن نے عمران کا ایڈریس بتا دیا تھا۔ چنانچہ کیپٹن راجر اور لوی ٹیکسی میں عمران کے فلیٹ پہنچے۔ فلیٹ کا دروازہ بند تھا۔ کیپٹن راجر کے اشارے پر لوی نے کال بیل کا بٹن پریس کیا اور انتظار کرنے لگی۔ لوی میک اپ میں تھی اور بے حد خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔ کیپٹن راجر ادھیڑ عمر شخص کے میک اپ میں تھا اور دونوں ہی مقامی دکھائی دے رہے تھے۔ یہ میک

کو دیکھ کر راجر بے اختیار چونک پڑا۔ وہ سیاہ قام افریقی تھا جس کے دونوں ہولسٹروں میں رہیالور نظر آ رہے تھے اور کیپٹن راجر کی معلومات کے مطابق وہ عمران کا ساتھی جوزف ہی ہو سکتا تھا۔ جوزف نے سوالیہ نگاہوں سے ان دونوں کی طرف دیکھا۔

”کیا مسٹر عمران موجود ہیں؟“ کیپٹن راجر نے پاکیشیائی زبان میں پوچھا۔

”نہیں۔ آپ کون ہیں؟“ جوزف نے چمکتے ہوئے جواب دیا۔

”میں ان کا پرانا دوست ہوں۔ سردار گڑھ سے انہیں ملنے آیا ہوں اور یہ مس نیلی ان کی فہن ہیں؟“ کیپٹن راجر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا تم ہمیں اندر آنے کی اجازت نہیں دو گے؟“ لوسی نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”سوری۔ باس کی اجازت کے بغیر آپ اندر نہیں جاسکتیں مس نیلی؟“ جوزف نے شک لہجے میں کہا۔

”جوزف۔ مس نیلی کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ انہیں عزت کے ساتھ اندر لے آؤ“۔ دفعتاً اندر سے ایک حکمانہ آواز سنائی دی تو جوزف نے سر جھکا اور دروازے سے ایک طرف ہٹ گیا۔ کیپٹن راجر اور لوسی اندر آ گئے تو جوزف نے دروازہ بند کر دیا اور انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ہوا ڈرائیونگ روم کی طرف بڑھ

اپ انہوں نے انٹرنیشنل ہوٹل کے کمرے میں کئے تھے جہاں انہوں نے قیام کیا تھا۔

چند لمحوں گزر گئے اور کوئی جواب نہ ملا تو لوسی نے دوبارہ کال تیل کا بٹن پریس کر دیا۔ کیپٹن راجر سیڑھیوں کے پاس کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دوسری تیل پر بھی اندر سے کوئی جواب نہ ملا تو لوسی نے مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے کیپٹن راجر کی طرف دیکھا تو کیپٹن راجر نے اسے دوبارہ تیل بجانے کا اشارہ کیا اور اس مرتبہ لوسی نے کال تیل کا بٹن کچھ دیر تک پریس کئے رکھا۔

”ارے دیکھو۔ کون کبخت آ گیا ہے صبح صبح“۔ اندر سے ایک غصیلی آواز سنائی دی تو لوسی نے کیپٹن راجر کی طرف دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”تم خود کیوں نہیں دیکھتے۔ کب تک انڈے کھاتے رہو گے۔“ اندر سے ایک اور آواز سنائی دی۔

”بکو مت۔ میں تمہارا باس ہوں۔ باورچی نہیں ہوں“۔ پہلی آواز دوبارہ سنائی دی۔

”اوہ سوری۔ میں بھول گیا تھا۔ ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں“۔ دوسری آواز نے معذرت بھرے انداز میں کہا اور پھر فوراً ہی قدموں کی آہٹیں ابھرنے لگیں اور لوسی نے کیپٹن راجر کی طرف دیکھ کر مخصوص اشارہ کر دیا۔ کیپٹن راجر فوراً آگے بڑھا اور لوسی کے قریب پہنچ کر رکا ہی تھا کہ دروازہ کھل گیا مگر دروازہ کھولنے والے

”مس نکلی۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میری فین ہیں۔ تشریف رکھیں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ دونوں اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے۔ تب عمران بھی بیٹھ گیا جبکہ جوزف دروازے کے پاس کھڑا تھا۔

”جوزف۔ مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام کرو۔ دیکھ نہیں رہے کتنے پیارے مہمان ہیں“..... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”رہنے دیں۔ ہم ابھی ناشتہ کر کے آئے ہیں“..... کیپٹن راجر نے جلدی سے کہا۔

”ٹھیک ہے جوزف۔ فی الحال تم باہر ٹھہرو“..... عمران نے کہا تو جوزف پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

”ہاں۔ تو آپ نے اتنے عرصے بعد ملنے کی کیسے زحمت فرمائی عاقل صاحب“..... عمران نے کیپٹن راجر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہم نے سنا تھا کہ آپ کی شادی ہو رہی ہے اس لئے مبارک باد دینے چلے آئے“..... کیپٹن راجر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شادی۔ ہاں شادی تو ہو رہی ہے۔ خیر مبارک“..... عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہاں تو شادی کا کوئی اہتمام نظر نہیں آ رہا عمران صاحب۔“
نوی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

گیا۔ کیپٹن راجر اور نوی مختلط انداز میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے جوزف کے پیچھے قدم اٹھانے لگے۔ جوزف انہیں لئے ڈرائیونگ روم میں داخل ہوا۔ سامنے صوفے پر بیٹھے شخص کو دیکھتے ہی کیپٹن راجر نے پہچان لیا کہ وہ عمران ہے۔ عمران کے آگے ناشتے کے برتن رکھے تھے اور وہ ہاتھ میں چائے کی پیالی لئے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”اوہ۔ یہ کون ہیں جوزف“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں جوزف سے پوچھا۔

”باس۔ یہ آپ کے پرانے دوست ہیں اور یہ مس نکلی آپ کی فین ہیں“..... جوزف نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ زہے نصیب“..... عمران نے یکدم خوشی سے چیخنے ہوئے کہا اور اٹھ کر کیپٹن راجر کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

”مجھے عاقل کہتے ہیں۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔“
کیپٹن راجر نے عمران سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”ارے کیوں شرمندہ کرتے ہیں عاقل صاحب۔ اصل خوشی تو مجھے ہوئی ہے کہ آپ میرے پرانے دوست ہیں اور مجھے ملنے کے لئے آپ نے یہاں آنے کی زحمت فرمائی ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مس نکلی۔ یہ ہیں مسٹر علی عمران“..... کیپٹن راجر نے مسکراتے ہوئے نوی سے کہا تو نوی، عمران کی طرف مخمور نگاہوں سے دیکھنے

ہمارا نکاح پڑھا کر دعاؤں کے ساتھ مس نیلی کو ہمیشہ کے لئے میرے ساتھ رخصت کر دیں گے۔ اس کے بعد فانیو یا سیون شار ہوٹل میں دعوت ولیمہ کھا کر ہم ہنی مون منانے کے لئے سائبیریا چلے جائیں گے۔۔۔۔۔ عمران نے چپکے ہوئے لہجے میں کہا۔

”سائبیریا۔ وہاں تو شدید سردی ہوگی۔ برف ہی برف ہوتی ہے وہاں۔۔۔۔۔ مس نیلی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ وہاں میرے جذبات جلدی سرد ہوتے ہیں۔ باقی رہی برف تو وہ تمہارے پیار کی تپش سے پکھل کر پانی بن جائے گی اور ہمیں بھی پانی کر دے گی۔ کیا خیال ہے۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ یہ لو سائبیریا جانے کا کلٹ۔۔۔۔۔ کیپٹن راجر نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا تو عمران نے خوش ہوتے ہوئے ان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا لیکن اگلے ہی لمحے اس پر بوکلاہٹ طاری ہوگئی۔ کیپٹن راجر کے ہاتھ میں چھوٹا سا مشین پمپل چمک رہا تھا جس کا رخ عمران کے سینے کی طرف تھا۔

”سک۔ کیا۔ کیا یہ سائبیریا کا کلٹ ہے۔۔۔۔۔ عمران نے خوف سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ یہ جہنم کا کلٹ ہے۔ ہاتھ بلند کرلو۔۔۔۔۔ کیپٹن راجر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا اور اس سے پہلے کہ عمران کوئی حرکت کرتا وہ عمران کے قریب پہنچ کر اس کے سر سے مشین پمپل لگا چکا

”آپ آگئی ہیں تو تمام انتظامات ہو جائیں گے مس نیلی، کیونکہ میرے ڈیڑی کی شرط تھی کہ پہلے میں رشتہ پسند کروں اور آپ کو دیکھتے ہی مجھے محسوس ہوا کہ صرف آپ ہی میرے گھر اور میرے دل کی ملکہ بن سکتی ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے لوسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کیا واقعی۔۔۔۔۔ لوسی نے ہنس کر کہا جبکہ کیپٹن راجر اس کی بات سن کر چونک پڑا۔

”کیا آپ کو میری آنکھوں میں اپنی تصویر نظر نہیں آ رہی مس نیلی۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کی طرف چہرہ بڑھاتے ہوئے آنکھیں پھاڑیں تو لوسی بے اختیار ہنس پڑی۔

”آل رائٹ۔ لیکن آپ کو ان سے بات کرنا ہوگی۔۔۔۔۔ لوسی نے کیپٹن راجر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ عاقل صاحب سے بات کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ عاقل ہیں تو میں بالغ ہوں اس لئے مجھے قانونی طور پر حق حاصل ہے کہ میں شادی کروں یا نہ کروں۔۔۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”آپ درست کہہ رہے ہیں۔ یہ فرمائیں کہ شادی کیسے کریں گے۔۔۔۔۔ کیپٹن راجر نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

”بینڈ باجوں کے ساتھ۔ گھوڑے پر بیٹھ کر مس نیلی کے ساتھ کورٹ جاؤں گا اور وہاں معزز وکیلوں کی موجودگی میں جج صاحب

”ف۔ فارم مت کرنا“..... عمران نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے
خونزدہ لہجے میں کہا۔

”جوزف کو بلاؤ“..... کیپٹن راجر نے لوسی سے کہا تو وہ اٹھ کر
دروازے کی طرف بڑھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے باہر
جھانکا تو جوزف کچھ فاصلے پر ٹھہل رہا تھا۔

”جوزف۔ عمران نے تمہیں طلب کیا ہے۔ اندر آ جاؤ“۔ لوسی
نے جوزف کو آواز دیتے ہوئے کہا اور تیزی سے پیچھے ہٹ کر
صوفوں کے قریب آ گئی۔ چند لمحوں بعد جوزف کمرے میں داخل ہوا
تو عمران کو کیپٹن راجر کے مشین پسل کی زد میں دیکھ کر وہ بے
اختیار اچھل پڑا۔ اس نے فوراً ریوالور نکالنے کے لئے اپنے ہولسٹر
کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

”خبردار۔ ہاتھ بلند کر لو ورنہ عمران کا بھیچے اڑا دوں گا“۔ کیپٹن
راجر نے یکدم جج کر کہا تو جوزف نے ہولسٹر سے ہاتھ ہٹایا اور
کیپٹن راجر کو گھورتے ہوئے ہاتھ بلند کر لئے۔ اسی لمحے لوسی نے
اپنے لباس میں ہاتھ ڈال کر ایک ریوالور نکالا اور جوزف پر تان
لیا۔ پھر وہ گھوم کر جوزف کے عقب میں آئی اور اس کی پشت سے
ریوالور کی نال لگا کر دوسرے ہاتھ سے اس کے ایک ہولسٹر سے
ریوالور نکال لیا۔ جوزف نے بے بسی سے ہونٹ بھیج لئے۔ لوسی
نے اس کے دوسرے ہولسٹر سے بھی ریوالور نکالا اور پیچھے ہٹ کر

بائیں سمت آ کھڑی ہوئی۔ اس نے جوزف کا ایک ریوالور
دروازے کی طرف پھینک دیا تھا جبکہ دو ریوالور اس کے ہاتھ میں
تھے جن کا رخ جوزف کی طرف تھا۔

”نن۔ نیلی۔ اپنے بھائی کو سمجھاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں
سائبریا نہیں لے جاؤں گا۔ سنا ہے آج کل چولستان میں بھی بہار
آئی ہوئی ہے۔ ٹوبے بھر گئے ہیں اور ریت ٹھنڈی ہو کر برف بن
گئی ہے۔ وہاں ہنی مون منانے میں بڑا لطف آتا ہے“..... عمران
نے بوکھلاہٹ آمیز لہجے میں کہا۔

”شٹ اپ۔ یہ میرا بھائی نہیں ہے“..... لوسی نے عمران کی
طرف غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تو پھر یقیناً رقیب روسیہ ہو گا۔ اسی لئے تو ہماری شادی کے
ذکر سے جل کر ریوالور نکال لیا ہے اس نے“..... عمران نے غصیلے
لہجے میں کہا تو کیپٹن راجر نے اپنے پسل کی نال پر دباؤ بڑھا دیا۔
”فضول باتیں مت کرو۔ ہمارے پاس تمہاری بکواس سننے کا
وقت نہیں ہے۔ جلدی بناؤ تمہارے چیف ایکسٹو نے کتنے ممبران کو
لٹکھن بھیجا ہے۔ اگر تم نے غلط بیانی کی تو کھوپڑی میں سوراخ کر
دوں گا“..... کیپٹن راجر نے غصے سے غراتے ہوئے کہا۔

”پپ۔ پپ۔ نہیں۔ میں نے تو ایک سال کی چھٹی لے رکھی ہے
شادی کے لئے“..... عمران نے خوف سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ۔ شادی کا بہانہ مت کرو۔ شادی کے لئے اتنی لمبی

چھٹی نہیں لی جاتی..... کیپٹن راجر نے غراتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ یہ لمبی ہے تو میں کینسل کرا کے نو میپے کی چھٹی لے لوں گا۔ ٹھیک ہے نا“..... عمران نے کہا تو کیپٹن راجر نے جوزف کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

”تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو مسٹر عاقل“..... جوزف نے کیپٹن راجر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”میں عاقل ہوں اور صرف اپنے سوال کا جواب چاہتا ہوں“..... کیپٹن راجر نے خشک لہجے میں کہا۔

”تم عاقل نہیں بالغ ہو۔ عاقل ہوتے تو مجھ سے سوال کرنے کی بجائے ایکسٹو سے پوچھتے“..... عمران نے ناگوار لہجے میں کہا۔

”ایکسٹو کا ایڈریس اور فون نمبر بتاؤ“..... کیپٹن راجر نے چوکتے ہوئے کہا۔

”لو۔ یہ معلوم ہوتا تو میں شادی کرنے کی بجائے خود ایکسٹو بن چکا ہوتا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نیلی۔ تم یہاں آؤ اور ان دونوں پر نگاہ رکھو۔ میں باس سے بات کر لوں۔ ان میں سے کوئی ذرا بھی حرکت کرے تو گولی مار دیتا“..... کیپٹن راجر نے لوی کو مخاطب کر کے کہا تو وہ جوزف پر نگاہیں جمائے آگے بڑھی اور عمران کے عقب میں آ کر اس نے ایک ریوالور کی نال عمران کی کینٹی سے لگا دی۔ تب کیپٹن راجر وہاں سے ہٹ کر چند فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا اور کوٹ کی اندرونی

جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر آن کر دیا۔

”ہیلو باس۔ کیپٹن راجر کالنگ۔ اوور“..... کیپٹن راجر نے کال کرتے ہوئے کہا تو عمران معنی خیز انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”میں کیپٹن۔ میجر ولسن ریسیونگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد میجر ولسن کی آواز سنائی دی۔

”باس۔ میں اس وقت عمران کے فلیٹ پر ہوں۔ عمران اور اس کا ملازم جوزف میری حراست میں ہیں۔ یہاں کسی قسم کی شادی کا کوئی مظہر نہیں ہے اور عمران خود کو اس بات سے لاعلم ظاہر کر رہا ہے کہ ایکسٹو نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبرز کو ٹکشن کسی مشن پر بھیجا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ اس نے شادی کے لئے ایک سال کی چھٹی لی ہوئی ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ وہ کچھ بتانا نہیں چاہتا۔ اوور“..... کیپٹن راجر نے مؤدبانہ لہجے میں رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”تمہارا خیال درست ہے کیپٹن۔ بہر حال تم کسی نہ کسی طرح اس کی زبان کھلاؤ۔ وہ ایکسٹو کا نمائندہ خصوصی ہے اور ہمیشہ مشن میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ٹیم کو لیڈ کرتا ہے۔ وہ یقیناً سب کچھ جانتا ہے۔ اوور“..... میجر ولسن نے غضبناک لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ اگر وہ زبان کھولنے پر آمادہ نہ ہوا تو کیا اسے ختم کر دوں۔ اوور“..... کیپٹن راجر نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے

”کھڑی ہو جاؤ مس نیلی ورنہ ایک ہی گولی سے تمہیں چلستان بھیج دوں گا“..... عمران نے غراتے ہوئے کہا تو نیلی اسے گھورتے ہوئے آہستہ آہستہ فرش سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”ہاتھ بلند کر لو۔ کیا اس کے لئے تمہیں تحریری حکم نامہ دینا پڑے گا“..... عمران نے غراتے ہوئے کہا تو لوسی نے فوراً ہاتھ بلند کر لئے اور پھر کیپٹن راجر کی طرف دیکھنے لگی جو فرش سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اسی لمحے جوزف نے پینتھرہ بدل کر اس کے دوسرے پہلو میں ٹھوکر ماری اور وہ ہلکی سی چیخ کے ساتھ دوسری طرف الٹ گیا۔

کیپٹن راجر کی چیخ سن کر عمران نے ایک لمحے کے لئے کیپٹن راجر کی طرف دیکھا اور اسی لمحے لوسی نے بجلی کی سی تیزی سے عمران کے ریوالور والے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ ریوالور عمران کے ہاتھ سے نکل کر دور جاگرا۔ عمران بوکھلا گیا اور لوسی نے پھرتی سے اچھل کر عمران کے پیٹ میں لات مارنے کی کوشش کی لیکن عمران نے فوراً ہی اپنے دونوں ہاتھ بڑھا کر اس کا پاؤں پکڑ لیا اور وہ ایک پاؤں پر اچھلنے لگی۔ عمران نے اس کے پیروں سے جھٹکا دیا تو لوسی کے حلق سے کرہنک کرہا نکلی اور وہ گھوم کر فرش پر گر گئی لیکن اس نے تیزی سے دونوں ہاتھ فرش پر جما دیئے ورنہ اس کا چہرہ فرش سے ٹکرا کر زخمی ہو جاتا۔

عمران نے اس کا پاؤں اپنی گرفت سے نکلنے ہی تیزی سے

پوچھا۔

”بالکل۔ عمران اور اس کے ملازم جوزف دونوں کو قتل کر کے واپس آ جاؤ۔ اور اینڈ آل“..... میجر ولن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم کر دیا۔ ٹھیک اسی لمحے عمران چیختا ہوا صوفے سمیت پیچھے الٹ گیا اور عقب میں موجود لوسی لڑکھڑاتی ہوئی کمر کے بل فرش پر جاگری۔ کیپٹن راجر نے تیزی سے عمران کی طرف دیکھا ہی تھا۔ جوزف فٹ بال کی مانند اپنی جگہ سے اچھلا اور اڑتا ہوا کیپٹن راجر پر جاگرا۔ کیپٹن راجر کے ہاتھ سے ٹرانسمیر اور مشین پستل جھوٹ گیا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا عقب میں دیوار سے جا ٹکرایا۔ جوزف نے تیزی سے سنبھل کر کیپٹن راجر کے جڑے پر اپنا آہنی گھونٹہ مارا اور وہ کراہتا ہوا پھر لڑکھڑایا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ جوزف کے سینے میں فلائنگ کلک مار دی۔ جوزف خود کو بچانے کے لئے لٹو کی مانند گھوم گیا جس کے نتیجے میں کیپٹن راجر کی ٹھوکر ہوا میں پڑی اور وہ توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے پہلو کے بل فرش پر آگرا۔ جوزف نے فوراً ہی آگے بڑھ کر کیپٹن راجر کے پہلو میں ٹھوکر ماری اور کیپٹن راجر کراہنے لگا۔ لوسی کے ہاتھوں سے دونوں ریوالور گر گئے تھے۔ عمران نے اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی اٹھ کر ایک ریوالور پر قبضہ کیا اور لوسی پر تان لیا اور وہ کراہتی ہوئی خوفزدہ نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھنے لگی۔

جھک کر دوبارہ اس کا پاؤں پکڑنے کی کوشش کی لیکن لوسی نے پھرتی سے پلٹ کر اپنی ٹانگ گھمائی اور عمران کراہتا ہوا لڑکھڑا کر بائیں جانب ہٹا ہی تھا کہ لوسی نے بجلی کی سی تیزی سے اٹھ کر عمران پر چھلانگ لگا دی۔ عمران فوراً ہی دائیں جانب ہٹ گیا اور لوسی فرش پر جاگری۔ عمران نے پینتیرا بدل کر اس پر جست لگائی تو لوسی نے پھرتی سے کروٹ بدلی اور نتیجے میں عمران منہ کے بل فرش پر آگرا۔ لوسی نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی جانب کروٹ لی اور عمران کی پشت پر سوار ہو کر اس کی گردن پر اپنے ہاتھ جما دیے۔

”میں۔ میں تمہارا خون پی جاؤں گی“..... لوسی نے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا اور ایک ہاتھ سے عمران کی کمر میں گھونٹنے مارنے لگی تو عمران ہنسنے لگا۔

”ارے۔ ارے۔ خون پیو۔ گردن توڑنے کی بجائے اس میں اپنے دانتوں سے سوراخ کرو اور اپنے خوبصورت ہونٹوں سے سارا خون پی جاؤ“..... عمران نے جلدی سے کہا تو لوسی نے اس کے سر کے بال مٹھی میں جکڑ لئے اور ٹھیک اسی لمحے عمران نے تڑپ کر فرش پر کروٹ لی جس کے نتیجے میں لوسی اس کی پشت سے لڑھک گئی اور عمران نے پلٹ کر اس کے پیٹ میں گھونسا مار دیا۔ لوسی نے تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے اپنے پیٹ کو دونوں ہاتھوں سے دبایا اور عمران نے تیزی سے اٹھ کر فرش سے ریوالور اٹھالیا۔ لوسی نے کروٹ لے کر اٹھنے کی کوشش کی مگر عمران کے ہاتھ میں

دبے ریوالور کا رخ اپنی جانب دیکھ کر یکدم ساکت ہو گئی۔ دوسری طرف جوزف نے کیپٹن راجر کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور شوگردوں سے اس کی درگت بناتا رہا۔ کیپٹن راجر کا چہرہ لہولہاں ہو چکا تھا۔ پھر کیپٹی پر پڑنے والی شوگرد نے اسے ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا۔ اس کے بے ہوش ہونے پر بھی جوزف کے پاؤں چلتے رہے۔

”بس کرو۔ کیا اسے مار کر ہی دم لو گے“..... عمران نے چیخ کر کہا تو جوزف ایک جھٹکے سے رک گیا۔ اس نے لوسی کی طرف دیکھا تو لوسی دہشت سے کانپ رہی تھی۔ جوزف اسے خونخوار بھیڑیا لگ رہا تھا۔ جوزف نے آگے بڑھ کر ریوالور اٹھالیا اور لوسی پر تان لیا۔

”بولو۔ تم اور راجر کہاں سے آئے ہو“..... جوزف نے غراتے ہوئے کہا لیکن لوسی کچھ نہ بولی اور اس نے سختی سے ہونٹ میچھنے لئے۔

”جوزف۔ یہ ایکریمین ایجنٹ لگتے ہیں۔ تم اس پر نظر رکھو۔ میں طاہر صاحب کو اطلاع دیتا ہوں“..... عمران نے کہا تو جوزف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران میز کے پاس آیا جہاں ٹیلی فون سیٹ موجود تھا۔ اس نے رسیور اٹھا کر دانش منزل کے نمبر پر لیس کئے اور انتظار کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

”ایکسٹو“..... دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”طاہر صاحب۔ سلیمان بول رہا ہوں۔ جن لوگوں کی آمد کے اندیشے میں آپ نے مجھے عمران بنایا تھا وہ آ گئے ہیں“..... سلیمان

نے مسکراتے ہوئے کہا جو عمران کے میک اپ میں تھا اور گزشتہ روز بلیک زیرو نے اسے دانش منزل طلب کر کے اس کے چہرے پر عمران کا میک اپ کیا تھا اور اس کی حفاظت کے لئے رانا ہاؤس فون کر کے جوزف کو عمران کے فلیٹ پر بھیج دیا تھا کہ وہ چند دن وہاں گزارے اور سلیمان کو عمران سمجھ کر ڈیل کرے۔ بلیک زیرو نے دونوں کو سمجھا دیا تھا کہ اس اقدام کا مقصد عمران کی فلیٹ میں موجودگی ظاہر کرنا ہے تاکہ عمران کے بیرون ملک جانے کا کسی کو علم نہ ہو سکے۔

”اوہ۔ کون ہیں وہ لوگ۔ تم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے“..... دوسری طرف سے بلیک زیرو نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”میں تو ان سے بالکل رشتہ داروں والا برتاؤ کرنا چاہتا تھا اور مس نیلی کو شادی کی پیشکش بھی کی تھی لیکن وہ ہنی مون منانے کے لئے سائبیریا جانے پر آمادہ نہ تھی۔ مجبوراً مجھے ان سے دینی سلوک کرنا پڑا جو بیرل نے اکبر بادشاہ، شیر شاہ سوری نے ہمایوں، محمود نے ایاز اور ملی نے چوہے سے کیا تھا۔ نتیجے میں چوہا بے ہوش پڑا ہے اور نیلی آنکھوں والی ملی مجھے یوں حیرت سے دیکھ رہی ہے جیسے میرے سر پر سینگ نکل آئے ہوں“..... سلیمان نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ سنجیدگی سے بات کرو سلیمان۔ پوری تفصیل بتاؤ۔“ بلیک زیرو نے ناگوار لہجے میں کہا تو سلیمان نے تفصیل سے ساری بات

بتا دی

”گڈ۔ تم نے اچھا کیا۔ البتہ تمہیں چاہئے تھا کہ لڑکی کو بے ہوش کر کے مجھے کال کرتے“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”کیسے بے ہوش کر دیتا جناب۔ نیلی کی جھیل جیسی آنکھوں میں بار بار ڈوب کر لطف آ رہا ہے۔ اسے بے ہوش کر دیتا تو میں اس لطف سے محروم ہو جاتا“..... سلیمان نے لوسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو فرش پر بیٹھی حیرت سے سلیمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”خیر۔ جوزف سے کہو لڑکی کو کبھی بے ہوش کر دے اور پھر انہیں میرے پاس پہنچا دے“..... بلیک زیرو نے مزید ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر۔ کیا ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر آپ کے پاس بھیجیں۔“ سلیمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ بے ہوش کرنے کے بعد باندھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جوزف سے کہو انہیں جلدی لے آئے۔ اوکے“..... بلیک زیرو نے ہنس کر کہا اور رابطہ ختم ہو گیا تو سلیمان نے رسیور کرڈیل پر رکھتے ہوئے جوزف کو بلیک زیرو کی ہدایات سے آگاہ کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے جوزف کے ریلوے کا دستہ لوسی کی کنیٹی پر پڑا اور اس نے کراہتے ہوئے ہاتھ پاؤں ڈال دیئے۔

”ارے خال۔ اتنی زور سے مارا ہے۔ کیا تمہیں اس پر رحم

نہیں آیا“..... سلیمان نے دل پر ہاتھ رکھ کر کراہے ہوئے کہا۔

”ہرگز نہیں۔ جو باس کی جان لینے آئے اس پر رحم کرنا باس سے غداری ہے“..... جوزف نے سر جھٹکتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا اور سلیمان ٹھنڈا سانس لے کر فرش پر بے ہوش پڑے کیپشن راجر اور لوسی کی طرف دیکھنے لگا۔

بالٹی مور میں عمران، صفدر، چوہان اور جولیا ایکسٹو کے مقامی ایجنٹ لودمی کے فلیٹ میں بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔ لودمی غاہری طور پر ایک کارگو ایجنسی کا مالک تھا۔ اس کی ماں انگریزین اور باپ پاکیشانی تھا جو تلاش معاش کے سلسلے میں چالیس برس قبل یہاں آیا تھا اور ابتداء میں ایک کارگو کمپنی میں کلرک تھا لیکن پانچ سال کے اندر اپنی محنت سے وہ منیجر کی پوسٹ پر جا پہنچا اور اپنے آفس میں کام کرنے والی ایک لڑکی سے شادی کر لی۔ شادی کے بعد دونوں نے اپنی ذاتی کارگو کمپنی قائم کی اور پھر لودمی کی پیدائش کے آٹھ سال بعد وہ ایک حادثہ میں وفات پا گیا۔ لودمی کی ماں نے لودمی کی تعلیم مکمل ہونے تک کاروبار خود سنبھالے رکھا اور لودمی کے جوان ہونے پر کمپنی کا بزنس لودمی کے حوالے کر دیا۔ تب سے لودمی اپنے رشتہ داروں سے ملنے پاکیشیا آنے جانے لگا۔ باپ کی زندگی

جس کا نام یوسف تھا۔

”تئویر اور صدیقی کے بارے میں براؤن نے کوئی خبر نہیں دی“..... ناٹھتے کے دوران جولیا نے پریشان لہجے میں کہا۔
 ”نجانے وہ کس حال میں ہیں“..... چوہان نے بھی فکرمند لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ خود براؤن کو کال کر کے تئویر اور صدیقی کے بارے میں پوچھ لیں“..... صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا لیکن عمران خاموش رہا۔ خود اسے بھی تئویر اور صدیقی کی فکر لاحق تھی۔ چنانچہ اس نے ناٹھتے سے فارغ ہوتے ہی لاگ ریج ٹرانسمیٹر سنبھال لیا۔ لودھی انہیں وہاں چھوڑ کر چلا گیا تھا جبکہ سیاہ فام یوسف کچن میں موجود تھا۔
 ”ہیلو براؤن۔ عمران کالنگ۔ اور“..... عمران نے ٹرانسمیٹر آن کرتے ہوئے کہا۔

”لیس سر۔ براؤن انڈنگ یو۔ اور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے براؤن کی آواز سنائی دی۔

”کیا خبر ہے براؤن۔ اور“..... عمران نے پوچھا۔
 ”جناب۔ زیرو انجنی کے ہیڈ کوارٹر سے ابھی تک ان دونوں کے بارے میں کوئی خبر نہیں ملی۔ سوائے اس کے کہ وہ ہیڈ کوارٹر میں نہیں ہیں اور نہ ہی وہاں لائے گئے تھے۔ اور“..... براؤن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

میں وہ تین چار مرتبہ پاکیشیا آ چکا تھا۔
 تین سال قبل لودھی کی عمران سے بالٹی مور میں ملاقات ہوئی اور اس ملاقات میں لودھی نے پاکیشیا کے ساتھ اپنی بے پناہ حب الوطنی ظاہر کی تھی۔ تب عمران نے اسے پاکیشیا سکرٹ سروس کے لئے کام کرنے کی دعوت دی تو لودھی نے آمادگی ظاہر کرتے ہوئے یقین دلایا کہ وہ پاکیشیا کے مفاد کے لئے اپنی جان دینے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔ اس وقت اس کی عمر چالیس برس کے قریب تھی لیکن اس نے شادی نہیں کی تھی۔ کارگو کمپنی اب اس کے ملازم چلا رہے تھے۔ ایکریمین نژاد ہونے کے باعث وہ ایکریمین ہی دکھائی دیتا تھا۔ بالٹی مور میں اس کے دو بچے اور چھ فلیٹ تھے۔ اس کی ماں بھی بیماری کے سبب چار سال قبل وفات پا چکی تھی۔ اس کی وفات کے بعد اس نے بندرگاہ کے قریب ایک ریسٹورنٹ بھی بنا لیا تھا اور بڑی کامیابی اور رازداری سے پاکیشیا کے لئے خدمات انجام دے رہا تھا۔

عمران اور اس کے ساتھی صبح چھ بجے بالٹی مور پہنچے تو لودھی کے انتظار میں پلیٹ فارم پر موجود تھا۔ چونکہ عمران اور اس کے ساتھی میک اپ میں تھے اس لئے عمران نے اسے ٹرانسمیٹر پر اپنا اور اپنے ساتھیوں کا حلیہ پہلے ہی بتا دیا تھا۔ چنانچہ لودھی نے انہیں فوراً پہچان لیا اور انہیں اپنی کار میں یہاں لایا تھا۔ یہاں اس کا ایک ملازم پہلے سے موجود تھا جو ایکریمین سیاہ فام مگر مسلمان تھا اور

”معلوم نہیں ہو سکا کیونکہ وہ خود وہاں نہیں گیا اور نہ ہی میرے آدمی نے اسے ڈیفنس ویو میں اور ہیڈ کوارٹر کے آس پاس دیکھا

اور اس میں بار بار پانی ڈالتے رہتے ہیں۔ چنانچہ تصویر اور صدیقی بھی لسی کو لہا کرتے رہیں گے تاکہ میجر ریکس کو قتل کرنے کا سبب بھی راز میں رہے اور ان کی اصلیت کا بھی میجر ولسن کو علم نہ ہو سکے کیونکہ جیسے ہی میجر ولسن کو پتہ چلے گا کہ وہ پاکیشیائی ہیں وہ سمجھ

کے ایک نامعلوم جزیرے کی طرف آتے جاتے دیکھا ہے۔ چونکہ ماہی گیروں کو سمندر میں ایک مخصوص فاصلے سے آگے جانے کی اجازت نہیں ہوتی اس لئے وہ بنوی کے اس جہاز کی آخری منزل کے بارے میں نہیں جانتے۔ البتہ جہاز کے آنے جانے کے درمیانی وقفہ سے انہیں اندازہ ہوا ہے کہ وہ اسی سمت میں واقع چند جزیروں میں سے کسی جزیرے پر جاتا ہے۔ بندرگاہ سے اس جہاز پر اشیائے خورد و نوش، دودھ، پانی اور شراب لوڈ کی جاتی ہے اور چند گھنٹوں بعد جہاز خالی ہو کر واپس آ جاتا ہے۔ جہاز پر بنوی کے عملہ کے علاوہ گرین یونیفارم والے سیکورٹی گارڈز ڈیوٹی دیتے ہیں اور ان کی تعداد کم و بیش بیس بجیس ہوتی ہے جن کے پاس جدید ترین اسلحہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جہاز میں طیارہ شکن توپ اور میزائل بھی نصب ہیں۔ میرے ماتحت نے بتایا کہ فشر کو ایک سال قبل بیماری کے سبب ریٹائرڈ کر دیا گیا تھا..... لودھی نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا تو عمران کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہو گئی۔ لاؤڈر کا غن آن تھا اس لئے عمران کے ساتھی بھی باتیں سن رہے تھے۔

”سنو لودھی۔ میں خود اس آدمی سے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ کتنی دیر میں آئے گا.....“ عمران نے تیزی سے پوچھا۔

”تقریباً نصف گھنٹہ لگ جائے گا۔ میرا ماتحت دس منٹ پہلے اس کی طرف روانہ ہوا ہے.....“ لودھی نے جواب دیا۔

جائے گا کہ انہوں نے میجر ریکس سے جنرل کنکارڈ کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ اس صورت میں زیدو ابجینی فوری طور پر جنرل کنکارڈ کو ہوشیار کر دے گی۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک میجر ولسن تنویر اور صدیقی کی زبان نہیں کھلوا لے گا اس وقت تک انہیں زندہ رکھے گا.....“ عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو اس کے ساتھی مطمئن ہو گئے۔ عمران نے اپنی گھڑی پر وقت دیکھا اور اپنے آگے رکھے فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر پریس کرنے لگا۔ انہیں یہاں آ کر غسل کرنے اور ناشتہ کرنے میں چالیس منٹ گزر چکے تھے۔

”ہیلو۔ لودھی سپیکنگ.....“ چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر لودھی کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں۔ کیا تم نے مطلوبہ معلومات حاصل کر لی ہیں۔“

عمران نے پوچھا۔

”نہیں سر۔ سی پورٹ پر کسی قسم کی غیر معمولی ہلچل نہیں دکھائی دی۔ اسی طرح شہر میں حالات پرسکون ہیں۔ آپ کے لئے ایک لالچ کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ اب میں ایک آدمی کا انتظار کر رہا ہوں جس سے جزیرے کے بارے میں کافی معلومات مل سکتی ہیں۔ میرا ماتحت اسے نیٹے گیا ہوا ہے.....“ براؤن نے جواب دیا۔

”وہ آدمی کون ہے.....“ عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”وہ ایک ریٹائرڈ نیوی کیپٹن فشر ہے اور اس جہاز پر سیکورٹی آفیسر کے طور پر خدمات انجام دے چکا ہے جسے اکثر ماہی گیروں

”ٹھیک ہے۔ میں تمہارے پاس آ رہا ہوں“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور فون آف کر دیا۔

”تم لوگ ذرا آرام کر لو۔ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔“ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جلدی واپس آنا“..... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”جلدی۔ کیا کوئی خاص پروگرام ہے“..... عمران نے پوچھا تو جولیا جھینپ سی گئی جبکہ صفر اور جوہان مسکرانے لگے۔

”بکومت۔ میں اس لئے کہہ رہی ہوں کہ تم تھوڑی دیر کا کہہ کر جاتے ہو اور لمبے سو جاتے ہو“..... جولیا نے غراتے ہوئے کہا۔

”بہتر۔ آج لمبا نہیں سوؤں گا۔ سو جاؤں تو آدھا کاٹ دیتا“۔ عمران نے سعادت مندی سے سر ہلاتے ہوئے کہا اور ڈرائیونگ روم کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار لوہی کے کارگو آفس کی طرف دوڑ رہی تھی۔ یہ کار لوہی نے عمران کی ہدایت پر وہاں بھجوائی تھی۔ لوہی کا کارگو آفس بندرگاہ کو جانے والی سڑک پر شہر کی حدود میں تھا جبکہ وہاں سے بندرگاہ کا فاصلہ دس کلومیٹر کے قریب تھا۔

پندرہ منٹ بعد عمران نے فارن کارگو کمپنی کی دو منزلہ عمارت کے سامنے پہنچ کر کار روکی اور انجن بند کر دیا۔ وہ کار سے اترا اور محتاط نگاہوں سے آس پاس کا جائزہ لیتا ہوا عمارت میں داخل ہو

گیا۔ گراؤنڈ فلور پر کمپنی کا گودام تھا جبکہ فرسٹ اور سیکنڈ فلور پر آفس تھا اور لوہی کا سیکشن روم سیکنڈ فلور پر تھا۔ عمران سیزر حیاں چڑھ کر سیکنڈ فلور پر پہنچا جہاں ایک کمرے کے باہر مسلح گارڈ ٹہل رہا تھا۔ عمران اس کے قریب پہنچا ہی تھا کہ گارڈ نے مودبانہ انداز میں عمران کو سلام کیا اور فوراً ہی دروازہ کھول دیا۔ یقیناً اسے لوہی نے عمران کی آمد اور اس کے چلینے سے آگاہ کر دیا تھا۔

چند لمحوں بعد عمران، لوہی کے شاندار آفس میں بیٹھا اس سے بات چیت کر رہا تھا۔ لوہی نے عمران کے لئے انٹرکام پر کسی کو چائے بھجوانے کی ہدایت کر دی تھی۔ چائے آگئی تو چائے پینے کے دوران عمران، لوہی سے اس لانچ کے بارے میں تفصیلات معلوم کرتا رہا جو اس نے سفر کے لئے کرایہ پر حاصل کی تھی۔ پھر چائے ختم ہوتے ہی لوہی کا ماتحت آ گیا۔ گارڈ نے اندر آ کر لوہی کو بتایا کہ گراہم ایک آدی کے ساتھ آیا ہے تو لوہی نے انہیں اندر بلا لیا۔ گراہم نوجوان تھا جبکہ دوسرا آدی ادھیڑ عمر تھا۔ گراہم نے سلام کر کے ادھیڑ عمر شخص کا تعارف کمپنیشن فشر کے نام سے کرایا تو لوہی نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کیا اور اسے بیٹھنے کو کہا۔ پھر اس نے گراہم کو چائے بھجوانے کی ہدایت کر کے رخصت کر دیا۔

”کمپنیشن۔ میرے آدی نے تمہیں میرے بارے میں بتا دیا ہو گا کہ میں اس کمپنی کا مالک ہوں“..... لوہی نے کہا۔

”جی ہاں۔ گراہم نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کو کچھ معلومات

درکار ہیں“..... کیپٹن فشر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بالکل۔ اور آپ کو یہاں آنے کی زحمت اس لئے دی ہے کہ میری کمپنی کے اصل مالک یہ ہیں“..... لودمی نے سر ہلاتے ہوئے عمران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو فشر نے چوکتے ہوئے عمران کی طرف دیکھا۔

”اچھا۔ تو یہ ہیں فارن کارگو کمپنی کے مالک۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی“..... کیپٹن فشر نے عمران کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”ھینک یو کیپٹن۔ مجھے فائزر کہتے ہیں۔ اسی لئے کمپنی کا نام فارن رکھ دیا حالانکہ بیوی کا اصرار تھا کہ کمپنی کا نام کارن یا ہارن ہونا چاہئے۔ آپ کا کیا خیال ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو لودمی نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روکی۔ وہ عمران کے مزاج سے واقف تھا لیکن فشر حیرت سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”آپ کے نام کی مناسبت سے کمپنی کا نام فارن صحیح ہے مسٹر فائزر“..... فشر نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ اتنے میں لودمی کا ایک ملازم چائے لے آیا۔ اس کے جانے کے بعد لودمی نے فشر کو چائے پیش کی۔

”کیپٹن فشر۔ آپ ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ سنا ہے کہ آپ نے اپنی مدت ملازمت پوری ہونے سے پہلے ہی

ریٹائرمنٹ لے لی تھی“..... عمران نے فشر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ یہ جھوٹ ہے۔ آپ سے کس نے یہ بات کی ہے۔“ فشر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تو کیا آپ کو زبردستی ریٹائر کر دیا گیا تھا“..... عمران نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”جی ہاں۔ ایک کزنل نے خفا ہو کر میرے خلاف میرے محکمہ میں شکایت کی اور ہیڈ کوارٹر نے مجھے ریٹائرمنٹ لیٹر تھما دیا تھا۔ بہر حال یہ ایک لمبا قصہ ہے“..... فشر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو میں وہ قصہ سننا چاہتا ہوں۔ آپ بے فکر ہو کر بتائیں۔ ہم دونوں ہر بات کو راز میں رکھیں گے اور آپ کو اتنا معاوضہ دیا جائے گا جو آپ کی توقع سے کئی گنا زیادہ ہو گا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ادہ۔ آپ کیا چاہنا چاہتے ہیں“..... فشر نے عمران کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہمیں معلوم ہے کہ آپ کسی جہاز کے کپتان رہے ہیں اور کسی جزیرے پر کھانے پینے کا سامان پہنچاتے رہے ہیں۔ ہمیں اس جزیرے کے بارے میں معلومات درکار ہیں“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور ساتھ ہی لودمی کو اشارہ کر دیا تو لودمی نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے نوٹوں کی گڈی نکال کر فشر کے آگے

ڈال دی۔

”یہ ایک لاکھ ڈالرز آپ کا معاوضہ ہے“..... عمران نے کہا تو فشر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”تھینک یو“..... فشر نے گڈی اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر دوبارہ میز پر رکھ دی۔

”میں نو آئی لینڈ پر سامان لے جاتا رہا ہوں اور اسی کے سیکورٹی انچارج کرنل فالکن نے میرے خلاف پراجیکٹ ڈائریکٹر سے شکایت کی جس نے وائس ایڈمرل سے مجھے برطرف کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ الزام یہ لگایا گیا کہ میں اپنے فرائض کی ادائیگی میں سستی اور غفلت سے کام لیتا ہوں اس لئے اندیشہ ہے کہ کسی وقت میرے توسط سے کوئی دشمن پراجیکٹ میں داخل ہونے میں کامیاب نہ ہو جائے حالانکہ نو آئی لینڈ کی سیکورٹی دوسری اہم تنصیبات کے مقابلے میں پچاس گنا زیادہ محفوظ اور ناقابل تغیر ہے“..... فشر نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا اس طرف واقع باقی جزیروں پر بھی پراجیکٹ قائم ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں۔ لیکن وہ اتنے اہم نہیں ہیں۔ اسی لئے نو نو آئی لینڈ کے پراجیکٹ کو خفیہ رکھنے کے لئے بظاہر اس پر مواصلاتی اور موسمیاتی سنٹر قائم ہے لیکن زیر زمین اصل پراجیکٹ ہے“..... فشر نے جواب دیا۔

”غالباً وہاں زیر زمین خلائی اسٹیشن ہے اور وہاں مصنوعی سیارے بنائے جاتے ہیں“..... عمران نے کہا تو فشر بے اختیار چونک پڑا اور حیرت سے عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

”بے فکر رہو۔ میں وعدہ کر چکا ہوں کہ یہ تمام باتیں اس کمرے سے باہر نہیں جائیں گی“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ آپ کا اندازہ درست ہے۔ لیکن وہاں عام سیٹلائٹ کی بجائے صرف ایسے سیٹلائٹ بنائے اور خلاء میں چھوڑے جاتے ہیں جو دوسرے ممالک کی جاسوسی کے لئے استعمال ہوتے ہیں اور مواصلاتی سیاروں کی نسبت سائز میں بھی بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔“ فشر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”کیا کسی دوسرے جزیرے پر سیٹلائٹ تیار نہیں کئے جاتے۔“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔ دوسرے جزیروں پر اسلحہ تیار کیا جاتا ہے یا سائنسی ریسرچ لیبارٹریز کام کر رہی ہیں“..... فشر نے کہا تو عمران سمجھ گیا کہ ان کی اصل منزل نو آئی لینڈ ہے۔

”آج کل جزیرے کا انچارج جنرل کنکارڈ ہے یا کوئی اور۔“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔ جزیرے کا انچارج کرنل جبرائیل ہے۔ البتہ جنرل کنکارڈ کسی خاص مشن کے سلسلے میں گزشتہ ایک ماہ سے وہاں مقیم ہے لیکن اس کے

اختیارات پراجیکٹ انچارج کرل جبرائیل سے زیادہ ہیں۔ اس کے وہاں پہنچنے پر سیکورٹی کے انتظامات مزید سخت کر دیئے گئے ہیں۔“
فشر نے جواب دیا۔

”کیپٹن فشر۔ مجھے نو آئی لینڈ خفیہ طور پر جانا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے وہاں کے سیکورٹی سسٹم کے بارے میں بتائیں۔ اس کے لئے آپ کو مزید پچاس ہزار ڈالر دیئے جائیں گے۔“
عمران نے اسے لالچ دیتے ہوئے کہا تو فشر کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگی اور پھر وہ نو آئی لینڈ کی سیکورٹی کے بارے میں تفصیلی معلومات بتانے لگا۔ اس کی باتیں سن کر لودھی کو یقین ہونے لگا کہ عمران اور اس کے ساتھی نو آئی لینڈ پر کبھی قدم نہیں رکھ سکیں گے لیکن عمران نے کوئی تاثر ظاہر نہ کیا اور فشر سے مطلوبہ معلومات کے لئے مزید سوالات کرنے لگا۔

خطرے کا سائرن سن کر صدیقی اور تنویر یکدم اچھل پڑے۔ یقیناً کسی خفیہ کیمرے کی بدو سے انہیں ٹارچنگ روم سے باہر آتے دیکھ لیا گیا تھا۔ وہ دونوں ایک لمحے کے لئے رکے اور تنویر نے فوراً ہی دائیں ہاتھ کے بند دروازے کا ہینڈل کھما دیا۔ دروازہ کھل گیا اور وہ دونوں اندر گھس گئے۔ اندر تاریکی تھی۔ صدیقی نے فوراً ہی دروازہ بند کر دیا۔ باہر سے سائرن کے ساتھ ساتھ دوڑتے قدموں کی آہٹیں بھی سنائی دینے لگیں۔ صدیقی نے نیم تاریک کمرے کا جائزہ لیا تو کمرے میں چند میزیں اور کرسیاں جبکہ تین آہنی الماریاں اور دو میزوں پر رکھے کمپیوٹر دکھائی دیئے۔

چند لمحوں بعد سائرن بند ہو گیا اور صرف قدموں کی آہٹیں سنائی دینے لگیں جو قریب آتی جا رہی تھیں۔ صدیقی اور تنویر دروازے کے دائیں بائیں دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ ان کے

ان چاروں افراد نے اپنے ہاتھوں میں موجود مشین پمپل جیبوں میں ڈالے اور پھر دو دو افراد نے مل کر صدیقی اور تنویر کے بازو اور ہاتھیں پکڑ کر انہیں اٹھایا اور کمرے سے باہر لے آئے۔

”ڈارک روم میں لے چلو انہیں“..... باہر کھڑے دروازہ قامت شخص نے حکیمانہ لہجے میں کہا تو وہ چاروں تنویر اور صدیقی کو اٹھائے راہداری کے اختتام پر واقع کمرے کی طرف چل دیئے۔ دروازہ قامت شخص ان کے آگے چل رہا تھا۔ راہداری کے آخری کمرے کے دروازے پر رک کر دروازہ قامت نے باہر نصب ایک بٹن پر پس کیا۔ دوسرے ہی لمحے دروازہ دو حصوں میں دائیں بائیں ہٹا چلا گیا اور وہ سب اس میں داخل ہو گئے۔ ان کے اندر آتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا اور اس کا فرش حرکت کرتا ہوا نیچے دھنسنے لگا۔ یقیناً وہ کمرہ اصل میں لفٹ تھا۔

تقریباً پانچ سیکنڈ بعد فرش ساکت ہوا اور لفٹ کا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ وہ سب لفٹ سے باہر آ گئے۔ اس تہہ خانے میں آنے سامنے پانچ چھ کمرے بنے ہوئے تھے جن کے دروازے بند تھے۔ راہداری کافی کشادہ تھی اور اس کے ایک سرے پر سفید رنگ کی کیڑا لاک کھڑی تھی جس کا رخ انہی کی جانب تھا۔ دروازہ قامت اور اس کے ساتھی تنویر اور صدیقی کو اٹھائے کار کی مخالف سمت بڑھے اور دوسرے کمرے کے دروازے پر آ کر دروازہ قامت شخص نے پینڈل کھما کر دروازہ کھول دیا۔ گیس ماسک والے افراد کمرے میں

ہاتھوں میں موجود مشین پمپل ہر قسم کے خطرے سے نشتے کے لیے تیار تھے لیکن قدموں کی آہٹیں اس کمرے کے دروازے سے آگے بڑھ گئیں جبکہ برآمدے کی طرف سے مزید افراد کے قدموں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

”ہم نے یہاں پناہ لے کر غلطی کی ہے“..... صدیقی نے تنویر سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا لیکن تنویر کو اس سے پہلے ہی احساس ہو چکا تھا۔ اس نے جواب دینے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اچانک کمرے میں ایک آواز گونجنے لگی۔ تنویر اور صدیقی نے چونکتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا ہی تھا کہ اچانک ان کے منتوں سے عجیب سی بو نکرائی اور ابھی وہ اس بو کی مابیت کے متعلق سوچ بھی نہ پائے تھے کہ ان کے ذہنوں پر عجیب سا بخار اور مدھوش طاری ہوتی چلی گئی۔ انہوں نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن ان کے قدم ڈمگانے لگے اور وہ لڑکھڑا کر فرش پر گرے چلے گئے۔ ان کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ دیکھ رہے تھے لیکن کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے عاری ہو چکے تھے۔ اب انہیں اس بو کا بھی احساس نہیں ہو رہا تھا۔ پھر تقریباً دو منٹ بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور چار مسلح افراد اندر آئے۔ انہوں نے چہروں پر گیس ماسک چڑھا رکھے تھے۔ ایک دروازہ قامت اور قوی پمپل شخص باہر راہداری میں کھڑا تھا لیکن اس کا چہرہ گیس ماسک سے محروم تھا۔ تنویر اور صدیقی دیکھ رہے تھے لیکن ان کے ذہن بے حس تھے۔

داخل ہوئے تو دروازہ قامت بھی اندر آ گیا اور اس نے دروازہ بند کر دیا۔ یہ ایک کافی لمبا چوڑا کمرہ تھا۔ اس کے بائیں حصے میں ایک آفس ٹیبل اور چند کرسیاں رکھی تھیں جبکہ دوسرے حصے میں آپریشن ٹیبل جیسی تین میزیں دکھائی دے رہی تھیں۔ ان میزوں کے سرہانے میز کی چوڑائی جتنے کشادہ اور چھ سات فٹ لمبے آہنی بکس نصب تھے۔ میزوں کے نیچے فرش پر موٹر مشینیں رکھی تھیں۔ آہنی بکسوں میں سلائڈنگ ڈور دکھائی دے رہے تھے اور ہر بکس کے پہلو میں چند سوئچ بٹن اور میٹر لگے ہوئے تھے۔ دروازہ قامت اندر آ کر میز کی طرف بڑھا اور میز کے عقب میں رکھی ریو لوگ چیمز پر بیٹھ گیا۔

”ڈرئیکر۔ کیا انہیں میزوں پر لٹاتا ہے؟“ صدیقی اور تنویر کو اٹھانے والوں میں سے ایک نے طویل قامت شخص سے پوچھا۔

”نہیں۔ انہیں فرش پر ڈال دو۔ میں باس سے بات کر کے بتاتا ہوں“..... ڈرئیکر نے کہا تو ان چاروں نے تنویر اور صدیقی کو فرش پر ڈال دیا اور پھر اپنے چہروں سے ماسک اتار کر گہرے گہرے سانس لینے لگے۔ تنویر اور صدیقی بے حس انداز میں ڈرئیکر کی طرف دیکھ رہے تھے جو میز پر رکھے فون کا رسیور اٹھا کر نمبر پریس کر رہا تھا۔

”باس۔ ڈرئیکر بول رہا ہوں۔ ہم ان دونوں کو ڈارک روم میں لے آئے ہیں“..... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر ڈرئیکر نے

انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر خاموش ہو کر دوسری طرف سے باس کی ہدایات سننے لگا۔

”رائٹ سر۔ دو منٹ بعد ان کے حواس بحال ہو جائیں گے۔ پھر میں ان سے پوچھ سکتا کروں گا۔ اور کوئی حکم“..... ڈرئیکر نے چند لمحوں بعد کہا اور پھر دوسری طرف سے ہدایات سننے کے بعد اس نے رسیور رکھا اور کلائی پر ہنڈی گھڑی پر دقت دیکھنے لگا۔ پھر وقتی دو منٹ بعد تنویر اور صدیقی کے ذہن ہلکے سے جھٹکے کے ساتھ بیدار ہوتے چلے گئے اور ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت لوٹ آئی اور وہ ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ ڈرئیکر کے اشارے پر اس کے چاروں ساتھیوں نے پہلے ہی اپنے مشین پمپ نکال کر ہاتھوں میں لے لئے تھے۔ تنویر اور صدیقی کو حرکت میں آتے دیکھ کر ڈرئیکر کرسی سے اٹھ کر ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

”ہلو۔ تم کون ہو۔ کس ملک کے ایجنٹ ہو؟“..... ڈرئیکر نے صدیقی اور تنویر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”ہم پیئرا اور شیڈا کے علاوہ تمہارے باس کو بھی بتا چکے ہیں کہ ہمارا تعلق آری سے ہے“..... صدیقی نے خشک لہجے میں کہا۔

”پھر تم نے انہیں قتل کیوں کر دیا۔ آخر جہیں جرات کیسے ہوئی ان کو ہلاک کرنے کی؟“..... ڈرئیکر نے دانت پیستے ہوئے کہا اور ساتھ ہی صدیقی کے پہلو میں ٹھوک مار دی۔ صدیقی کے حلق سے بے ساختہ دہی دہی سی کراہ نکلی اور ٹھیک اسی لمحے جبکہ ڈرئیکر کے ساتھیوں کی

چلے جاؤ“..... تنویر نے ڈرمیگر کے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا اور ساتھ ہی ڈرمیگر کی گردن پر دباؤ بڑھایا تو ڈرمیگر کا چہرہ خون کے دباؤ اور سانس کی رکاوٹ کے سبب پھولنے لگا۔ اس کی حالت دیکھ کر ڈرمیگر کے تینوں ساتھیوں نے مشین پمپل فرش پر ڈالے اور پیچھے ہٹ کر دیوار کے پاس جا رکے۔ چوتھا آدمی فرش پر بیٹھا تھا جو صدیقی کے حملے کے نتیجے میں فرش پر گرا تھا اور اس کا مشین پمپل چند فٹ کے فاصلے پر پڑا تھا۔ صدیقی نے اٹھ کر چاروں مشین پمپل اٹھا لئے اور دو مشین پمپل اپنی جیبوں میں ڈال کر دو مشین پمپل ڈرمیگر کے ساتھیوں پر تان لئے اور پھر وہ اگلے قدموں پیچھے ہٹا اور تنویر کے قریب آ کر ایک مشین پمپل اس کے حوالے کر دیا۔

”کھڑے ہو جاؤ مسٹر ڈرمیگر“..... تنویر نے ڈرمیگر کی گردن سے دباؤ ہٹا کر مشین پمپل اس کی کمر سے لگاتے ہوئے تھمسانہ لہجے میں کہا تو ڈرمیگر گہرے سانس لیتا ہوا اٹھ گیا۔

”تم بھی ہاتھ بلند کر کے دیوار کے پاس چلے جاؤ“..... صدیقی نے فرش پر بیٹھے چوتھے آدمی سے سخت لہجے میں کہا تو وہ شخص ہاتھ بلند کر کے اٹھا اور پلٹ کر دیوار کی طرف بڑھا لیکن دیوار کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی اس نے یکدم دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی اور صدیقی نے فوراً ہی مشین پمپل کا رخ اس کی جانب موڑتے ہوئے ٹرمیگر دبا دیا جس کے نتیجے میں وہ آدمی چیختا ہوا فرش پر گرا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ساکت ہو گیا۔ اس کا انجام دیکھ کر اس

توجہ صدیقی پر تھی، تنویر کسی طاقتور سپرنگ کی مانند اپنی جگہ سے اچھلا اور ڈرمیگر سے جا ٹکرایا۔ ڈرمیگر لڑکھراتا ہوا عقب میں پڑی کرسی سے جا ٹکرایا۔ ڈرمیگر کے ساتھیوں نے فوراً ہی مشین پمپل تنویر کی طرف کر دیئے جو ڈرمیگر کے ساتھ ہی اس پر گرا تھا اور اسی لمحے صدیقی نے بجلی کی سی تیزی سے کھڑے ہوتے ہوئے ایک آدمی پر چھلانگ لگا دی۔ اس آدمی کے ہاتھ سے مشین پمپل گر گیا اور وہ پشت کے بل فرش پر جا گرا۔ اس کے ساتھیوں نے فوراً ہی پلٹ کر صدیقی پر فائر کرنا چاہا لیکن صدیقی نے برق رفتاری سے فلا بازی کھائی اور ان تینوں کے عقب میں آ گرا۔ وہ تینوں تیزی سے صدیقی کی طرف بڑھے۔

”ظہرو۔ ورنہ ڈرمیگر کی گردن توڑ دوں گا“..... اچانک تنویر نے غراتے ہوئے کہا تو ڈرمیگر کے ساتھیوں نے بیک وقت تنویر کی طرف دیکھا۔ تنویر نے ڈرمیگر کے اٹھنے سے پہلے ہی ڈرمیگر پر جست لگا کر اس کی گردن اپنے بازو کے حلقے میں جکڑی تھی اور اس کی پشت کی جانب بیٹھ گیا تھا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ڈرمیگر کی کلائی تھی جسے موڑ کر اس نے ڈرمیگر کی کمر سے لگا رکھا تھا اور گردن پر بازو کے دباؤ سے ڈرمیگر کا سانس حلق میں انک رہا تھا۔ وہ ایک ہاتھ سے تنویر کا بازو گردن سے ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن تنویر کی گرفت اتنی کمزور نہ تھی کہ ڈرمیگر کو کامیابی ہوتی۔

”اس کی زندگی چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک کر دیوار کے پاس

کے باقی ساتھیوں کے چہرے خوف سے زرد پڑ گئے۔ تنویر نے ایک لمحہ کے لئے مرنے والے کی طرف دیکھا ہی تھا کہ ڈریگمر نے پھر سے تنویر کی طرف پلٹنے کی کوشش کی لیکن وہ تیزی سے ایک قدم پیچھے ہٹ گیا اور اس نے مشین پٹل کا رخ ڈریگمر کے سینے کی طرف کر دیا۔

”خبردار۔ ہاتھ بلند کر لو ورنہ چھلنی کر دوں گا“..... تنویر نے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا اور ٹھیک اسی لمحے کمرے میں یکدم گھپ اندھیرا پھیل گیا۔ دوسرے ہی لمحے صدیقی نے مشین پٹل سے ڈریگمر کے تینوں ساتھیوں کی جانب فائر کر دیا لیکن تمام گولیاں دیوار سے ٹکرائیں کیونکہ وہ تینوں افراد اندھیرا ہوتے ہی فرش پر بیٹھ گئے تھے۔ دوسرے ہی لمحے تنویر بھی پشت کے بل فرش پر گر گیا۔ ڈریگمر نے اندھیرے میں فرش پر بیٹھے ہوئے یکدم تنویر کی ٹانگیں پکڑ کر کھینچ لی تھیں۔ تنویر کے ہاتھ سے مشین پٹل چھوٹ گیا اور اس کا سرفرش کے ساتھ زور سے ٹکرایا تو اس کے حلق سے بے ساختہ کراہ نکلی اور چند لمحوں کے لئے اس کے حواس معطل ہو گئے۔ پھر اس کے سنہلنے سے پہلے اندھیرے میں اس کی کینٹی پر زور وار مکا پڑا اللہ اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

صدیقی نے ڈریگمر کے ساتھیوں کی تلاش میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے کی کوشش کی اور پھر اندازے سے دروازے کی طرف مشین پٹل سے فائر کرنے ہی والا تھا کہ دائیں بائیں سے

دو افراد نے اسے دبوچ لیا۔ صدیقی کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا۔ اس نے خود کو ان افراد کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے صدیقی کو بری طرح گرفت میں لے رکھا تھا۔ پھر اندھیرے میں کسی کا طاقتور گھونسا صدیقی کی کینٹی پر پڑا اور اس پر بے ہوشی سی طاری ہوتی چلی گئی۔ اگلے ہی لمحے وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چکا تھا۔ پھر جب وہ ہوش میں آیا تو منظر بدل چکا تھا۔ اس وقت وہ ایک دوسرے کمرے میں تھے۔ وہ کرسیوں پر ٹائیلوں کی رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ سامنے میز کی دوسری طرف میجر ولسن بیٹھا تھا اور اس کے پاس ہی ڈریگمر کھڑا انہیں گھور رہا تھا۔ یہ وہ کمرہ نہ تھا جہاں اس سے قبل ان کی میجر ولسن کے ساتھ ملاقات ہو چکی تھی۔ میجر ولسن کے آگے میز پر ٹیلی فون سیٹ رکھا تھا اور وہ ریسور اٹھائے بغیر نسر پر لیں کر رہا تھا۔

”لیں۔ کرٹل جیک سپیکنگ“..... چند لمحوں بعد فون کے لاؤڈر سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”ولسن بول رہا ہوں چیف۔ میری ہدایت پر ان دونوں مجرموں کو ڈریگمر یہاں لے آیا ہے“..... میجر ولسن نے مؤدبانہ لہجے میں کاہ۔

”کیا ان کے میک اپ چیک کئے گئے ہیں“..... کرٹل جیک نے پوچھا۔

”اب یہی کرنے لگا ہوں۔ رات بھر تو ایئر پورٹ پر مصروف رہا

طور پر زیرِ حراست افراد کی اصلیت معلوم کر کے مجھے بتاؤ۔ ان سے کرنل ہائیکل کے آفس میں قتل و غارت کرنے والے مرد اور عورت کے بارے میں معلوم کرو۔ دیش آل..... کرنل جیک نے ہدایات دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو میجر ولسن نے بھی فون آف کر دیا۔

تھا..... میجر ولسن نے جواب دیا۔
 ”بہر حال دونوں مجرموں سے فوری طور پر اگلواد کہ وہ میجر ریکسر کے جنگلے پر کیوں گئے تھے اور انہوں نے وہاں میجر جیمسن اور میجر ریکسر کو کیوں قتل کیا۔ ہو سکتا ہے یہ دونوں پاکیشیائی ایجنٹ ہوں..... کرنل جیک نے تھوٹھ بھرے لہجے میں کہا۔
 ”چیف۔ تھوڑی دیر پہلے کیپٹن راجر نے پاکیشیا سے رپورٹ دی ہے کہ عمران پاکیشیا میں ہی ہے..... میجر ولسن نے جلدی سے کہا۔
 ”اوہ۔ کیا واقعی۔ کیا کیپٹن راجر نے خود دیکھا ہے عمران کو؟۔
 دوسری طرف سے کرنل جیک نے چونکتے ہوئے لہجے میں کہا۔
 ”نہیں چیف۔ دیکھا ہی نہیں بلکہ وہ عمران کے فلیٹ میں موجود ہے اور اس نے عمران اور اس کے ٹیکرو ملازم جوزف کو حراست میں لے رکھا ہے۔ البتہ یہ بات غلط ثابت ہوئی ہے کہ عمران کی شادی ہو رہی ہے کیونکہ عمران کے فلیٹ پر عمران اور اس کے ملازم کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ تفصیلی رپورٹ کیپٹن راجر، عمران سے پوچھ چکے کرنے کے بعد دے گا۔ میں نے کیپٹن راجر کو ہدایت کی ہے کہ وہ عمران سے ضروری باتیں کرنے کے بعد اسے ختم کر دے..... میجر ولسن نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”مگڈ۔ اسی طرح ہمیشہ کے لئے عمران کے خطرے سے نجات مل جائے گی۔ لیکن ممکن ہے اس مرتبہ ایکسٹو نے عمران کی بجائے صرف پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبرز کو یہاں بھیجا ہو اس لئے فوری

بالٹی مور کی بندرگاہ سے قریب ترین جزیرہ تھا اور وہاں آرمی اس لئے رکھی گئی تھی کہ اس سے آگے سمندر میں واقع جزیروں کی حفاظت کے لئے آرمی فوراً پہنچ سکے۔ فشر نے بتایا کہ بلیو آئی لینڈ پہنچنے کے بعد اگر وہاں سے نو آئی لینڈ کا رخ کیا جائے تو نو آئی لینڈ والوں کو شبہ نہیں ہوگا اور وہاں کی سیکورٹی فورس فوری طور پر کوئی قدم نہیں اٹھائے گی لیکن اس جزیرے کے قریب جانے پر بھی پابندی تھی کیونکہ جزیرے پر فوج کا خفیہ مواصلاتی سنٹر قائم کیا تھا۔

عمران نے فشر کو اپنے ساتھ چلنے کی پیشکش کی تھی اور مزید پچاس ہزار ڈالر کا لالچ بھی دیا تھا لیکن فشر نے اس لئے انکار کر دیا تھا کہ نو آئی لینڈ کے تمام سیکورٹی محافظ اسے پہچانتے تھے اور اسے دیکھ کر وہ فوراً سیکورٹی انچارج کو اطلاع دیتے اور فوراً ہی ان کی لالچ پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دیا جاتا۔ چنانچہ عمران نے فشر سے اصرار نہ کیا اور اس کے سامنے ہی ایک کانڈ پر نو آئی لینڈ اور بلیو آئی لینڈ کا بیرونی نقشہ بنا لیا تھا۔ فشر اسے سمجھاتا رہا اور جب عمران نے نقشہ بنا کر فشر کو دکھایا تو اس نے پھل لے کر چند لائنوں میں ردوبدل کر کے نقشہ ادا کر دیا تھا۔ پھر عمران کی ہدایات پر لودھی کا ماتحت فشر کو واپس اس کے گھر پہنچانے چلا گیا تو عمران چند منٹ تک وہاں بیٹھا لودھی سے باتیں کرتا رہا۔ پھر اس نے لودھی کو چند ہدایات دیں اور وہاں سے واپس چل دیا۔ لودھی کے فلیٹ پر پہنچتے ہی اس نے اپنے ساتھیوں کو تیار ہونے کی ہدایت کی۔

ریٹائرڈ کپٹن فشر سے عمران کو اچھی خاصی معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ اس کے بیان کے مطابق نو آئی لینڈ بالٹی مور کی بندرگاہ سے تقریباً ڈیڑھ سو ناٹ کے فاصلے پر تھا جبکہ راستے میں واقع بلیو آئی لینڈ کا فاصلہ سو ناٹ تھا۔ بلیو لینڈ تک لائیں اور اسٹیمرز آتے جاتے رہتے تھے لیکن اس سے آگے جانے پر پابندی تھی۔ بلیو آئی لینڈ آرمی کے قبضے میں تھا اور آرمی کسی لالچ یا بوٹ کو نو آئی لینڈ کی طرف نہیں جانے دیتی تھی اور نہ ہی کوئی جہاز یا ہیلی کاپٹر بلیو آئی لینڈ کے اوپر سے گزر سکتا تھا کیونکہ وہاں نصب اینٹی ایئر کرافٹ گنز جزیرے کی فضا سے گزرنے والوں کو فوراً تباہ کر دیتی تھیں۔ چنانچہ نو آئی لینڈ تک پچاس ساٹھ ناٹ کا فاصلہ یا تو کسی آبدوز کے ذریعے طے کیا جاسکتا تھا یا تیرتے ہوئے نو آئی لینڈ تک پہنچا جاسکتا تھا۔ پچاس ناٹ تک سمندر گویا ممنوعہ ایریا تھا۔ بلیو آئی لینڈ

”آپ پورے دو گھنٹے لگا کر آئے ہیں۔ خیریت تو تھی۔“ صفدر نے پوچھا۔

”ہاں۔ منزل تک پہنچنے کے لئے معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”پھر کیا معلوم ہوا؟“ جولیا نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا تو عمران نے خلاف توقع سنجیدگی سے ساری تفصیل بتا دی۔

”اوہ۔ بھر تو وہاں پہنچنے میں کافی دشواری ہو گی۔“ چوہان نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”بالکل۔ لیکن تم لوگ ہمت سے کام لو گے تو تمام دشواریاں دور ہو جائیں گی۔“ عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور اسی لمحے ٹرانسمیٹر سگنل کی مخصوص نیل سنائی دی تو عمران نے صفدر کو اشارہ کیا تو اس نے عمران کے بیک سے لاگ ریج ٹرانسمیٹر نکال کر عمران کے حوالے کر دیا۔ عمران نے فوراً ہی ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ ایکسٹو کالنگ۔ اوور۔“ ٹرانسمیٹر سے سمندری لہروں کے شور کے ساتھ ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”لیس چیف۔ عمران انڈنگ یو۔ اوور۔“ عمران نے مؤدبانہ لہجہ میں کہا۔

”زیرو ایجنسی کے دو ممبرز کو سلیمان اور جوزف نے گرفتار کر لیا ہے۔ اوور۔“ ایکسٹو نے کہا تو عمران اور اس کے ساتھی بے

اختیار چمک پڑے۔

”اوہ۔ انہوں نے سلیمان کو پہچانا تو نہیں۔ اوور۔“ عمران نے

جلدی سے پوچھا۔

”نہیں۔ بلکہ گرفتاری سے پہلے کیپٹن راجر نے سلیمان اور جوزف سے پوچھ سمجھ کی تھی۔ پھر ان دونوں کو ریوالور سے کور کر کے اس نے ٹرانسمیٹر پر میجر ولسن کو اطلاع دی تھی کہ عمران جوزف کے ساتھ اپنے فلیٹ میں موجود ہے تو میجر ولسن نے اسے ہدایت کی کہ وہ سلیمان اور جوزف کو قتل کر کے واپس آ جائے لیکن جوزف اور سلیمان نے ہنگامہ کر کے کیپٹن راجر اور اس کی ساتھی لڑکی لوی پر قابو پا لیا اور انہیں بے ہوش کر کے مجھے اطلاع دی۔ اب جوزف ان دونوں کو ہیڈ کوارٹر لا رہا ہے۔ اوور۔“ ایکسٹو نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو عمران کے ساتھی حیران رہ گئے۔

”مکویا میجر ولسن مطمئن ہو گیا ہے کہ میں اپنے ملک میں ہوں اور شادی کے سلسلے میں مصروف ہوں۔ اوور۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ شادی کے بارے میں کیپٹن راجر نے ٹرانسمیٹر پر میجر ولسن کو بتایا تھا کہ اسے وہاں شادی کا کوئی اہتمام نظر نہیں آیا جبکہ سلیمان نے کیپٹن راجر کو بتایا تھا کہ اس نے شادی کے لئے ایک سال کی چھٹی لے رکھی ہے۔ اوور۔“ دوسری طرف سے ایکسٹو نے کہا۔

بھی ہو تو۔ اور۔۔۔۔۔ عمران نے جلدی سے کہا۔

”فضول باتیں مت کرو۔ اپنا اور اپنے ساتھیوں کا خیال رکھنا۔ اور اینڈ آل۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایکسٹو نے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بھی منہ بناتے ہوئے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”سنو۔ تمہارے چوہے کو شاید مسجد جانے کی توفیق نہ ہو اس لئے ہمیں اس کی دعا کا انتظار کئے بغیر یہاں سے روانہ ہو جانا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ خرگوش نکل جائے اور ہم لکیر پیٹتے رہ جائیں۔“ عمران نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”خرگوش نہیں عمران صاحب سانپ۔“ چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ کگ۔ کہاں ہے سانپ۔“ عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بوکھلاہٹ آمیز لہجے میں کہا تو صفدر اور چوہان بے ساختہ ہنسنے لگے اور جولیا بھی اس کی اداکاری پر مسکراتے بغیر نہ رہ سکی۔

”میں نے آپ کا محاورہ درست کیا ہے۔ میرا مطلب ہے خرگوش کی لکیر نہیں سانپ کی لکیر پینٹا۔“ چوہان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اوہ اچھا۔ لگتا ہے تم نے محاوروں میں ایم بی اے کیا ہوا ہے۔ اس لحاظ سے تو تمہارا نام چوہان کی بجائے اردو دان ہونا چاہئے تھا۔“ عمران نے چوہان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”لعنت ہو اس باورچی پر۔ اتنا بڑا جھوٹ۔ سال کی چھٹی کیوں بتائی اس ناجار نے۔ اور۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا تو اس کے ساتھی بے اختیار مسکرائے لگے۔

”بکو مت۔ کیا زیرو ایجنسی کو تمہاری وہاں موجودگی کا یقین ہو گیا ہے۔ اور۔“ ایکسٹو نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ یقین ہو جاتا تو اب تک بالٹی مور میں بھی ہماری تلاش کا سلسلہ شروع ہو چکا ہوتا چیف۔ لیکن ابھی تک ایسا نہیں ہوا۔ بہر حال ہم اب اپنے اصل ٹارگٹ کی طرف روانہ ہونے والے ہیں۔ اور۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو کیا ٹارگٹ کا پتہ چل گیا ہے۔ اور۔“ ایکسٹو نے چونکتے ہوئے لہجے میں پوچھا تو عمران نے منہ بنا لیا۔

”لیس چیف۔ اللہ نے چاہا تو ہم شام تک اپنے مشن میں کامیاب ہو جائیں گے۔ البتہ آپ ایک مہربانی کریں تو آپ کا بڑا احسان ہو گا۔ اور۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کون سی مہربانی۔ اور۔“ ایکسٹو نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”ذرا قریب کی مسجد میں چلے جائیے گا۔ اور۔“ عمران نے کہا تو اس کے ساتھی بے اختیار چونک پڑے۔

”مسجد میں۔ کس لئے۔ اور۔“ ایکسٹو نے کہا۔

”ہماری کامیابی کی دعا کے لئے۔ کہتے ہیں کہ دوا کے ساتھ دعا

”اردو میں ایم بی اے کیسے ہو سکتا ہے“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔

”لگتا ہے تم نے پنے دے کر نہیں مکنی دیکر پی اے کیا ہے جو تمہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ ماسٹر بشیر احمد نے اردو کی پانچویں کتاب لکھی تو حکومت نے ان کی اردو میں شاندار خدمات کا اعتراف میں ان کے نام پر ایم بی اے کی ڈگری جاری کی تھی اور ان کے مرنے کے بعد ان کی قبر پر ان کے نام کے صرف ابتدائی حروف ایم بی اے کی حتمی نصب کی گئی تھی“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا تو چوہان اور صفدر ایک بار پھر مسکرانے لگے۔

”کیوں فضول باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو“..... جولیا نے ناگوار لہجے میں کہا۔

”لو صفدر میاں۔ تمہارے چوہے نے بھی یہی کہا تھا کہ میں فضول باتیں کرتا ہوں اور اب چوہا بھی یہی فرما رہی ہے اس لئے تم جلدی سے اپنے بیک سنبھال لو“..... عمران نے صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو جولیا غصے سے عمران کو گھورنے لگی۔

”تم مجھے چوہا کہہ رہے ہو“..... جولیا نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا تو عمران سہم سا گیا مگر اسی لمحے فون کی کھنٹی بج اٹھی تو عمران نے دوسری تیل پر فون کا رسیور اٹھایا تو دوسری طرف لودھی تھا۔ اس نے عمران کو لالچ تیار ہو جانے کی اطلاع دی۔

”آپ کی ہدایت کے مطابق لالچ میں تمام آلات پہنچا دیئے

گئے ہیں۔ ایک تجربہ کار اور قابل اعتماد لالچ ڈرائیور کا بھی انتظام کر لیا گیا ہے جو گزشتہ تیس برس سے بلیو آئی لینڈ کے قریب سے گزرتا رہا ہے“..... لودھی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم روانہ ہو رہے ہیں۔ وہاں تم پارکنگ میں موجود رہنا“..... عمران نے مختصراً کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ پھر تین چار منٹ بعد وہ بندرگاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

تمام تر ذمہ داری کرلے فالکن پر قحطی اس لئے وہ ہمیشہ چوکنا رہتا تھا اور اس سلسلہ میں اپنے ماتحتوں کی کارکردگی پر نگاہ رکھتا تھا۔ سیکورٹی آفس کے کنٹرول روم میں وہ صرف اہم ضرورت کے تحت ہی جاتا تھا ورنہ صرف فون کے ذریعے اس کا کنٹرول روم سے رابطہ رہتا تھا۔ اسی طرح زیر زمین پراجیکٹ سے بھی اس کا فون پر ہی رابطہ ہوتا تھا۔ اسے علم ہو چکا تھا کہ پراجیکٹ کو پاکیشیائی ایجنٹوں سے خطرہ ہے اور زیرو ایجنسی ملک میں پاکیشیائی ایجنٹوں کی آمد کو روکنے کے لئے کام کر رہی ہے۔ اس سلسلے میں پراجیکٹ انچارج کرل جیرالڈ نے اسے سخت احکامات دیئے تھے جبکہ جنرل کنکارڈ بھی صبح شام سیکورٹی کی صورت حال معلوم کرنے کے لئے اسے فون کرتا رہتا تھا۔ زیر زمین پراجیکٹ میں جنرل کنکارڈ کی زیر نگرانی ہی سیلائٹ تیار کیا جا رہا تھا۔ دفعتاً فون کی کھنٹی بجی تو کرل فالکن نے فوراً ہی رسیور اٹھا لیا۔

”لیس۔ کرل فالکن بول رہا ہوں“..... کرل فالکن نے سخت لہجے میں کہا۔

”جنرل کنکارڈ بات کر رہا ہوں کرل“..... دوسری طرف سے جنرل کنکارڈ کی آواز سنائی دی۔

”لیس جنرل۔ حکم فرمائیے“..... کرل فالکن نے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ پاکیشیائی ایجنٹ گزشتہ روز

نوا آئی لینڈ کا سیکورٹی چیف کرل فالکن اپنے شاندار آفس میں بیٹھا تھا۔ جزیرے کی بالائی سطح پر گھٹنا جنگل تھا۔ درمیانی حصے میں مواصلاتی سنٹر کافی بڑے رقبہ پر پھیلا ہوا تھا۔ سیکورٹی آفس بھی اسی حصے میں تھا جبکہ زیر زمین خلائی سنٹر اور سیلائٹ پراجیکٹ تھا۔ مواصلاتی اور موسمیاتی سنٹر محض دکھاوا تھا۔ اصل اہمیت زیر زمین پراجیکٹ کی تھی۔ جزیرے کی سیکورٹی کے لئے وہاں ہر قسم کے میزائل اور ایئر کرافٹ گنیں نصب تھیں جبکہ جزیرے کے ساحل پر بھی حفاظت و نگرانی کے جدید آلات نصب تھے۔

ساحل کی طرف آنے والی انجمان لائنوں اور جہازوں کو کنٹرول روم کی سکرین پر دیکھتے ہی تباہ کر دیا جاتا تھا۔ یہ تمام حفاظتی اقدامات اصل میں زیر زمین پراجیکٹ کے لئے تھے تاکہ کسی کی توجہ پراجیکٹ کی طرف نہ جائے۔ چونکہ پراجیکٹ کی حفاظت کی

کوشش کی تو راستے میں ہی مارے جائیں گے۔ میں نے انہیں ہلاک کرنے کا پورا انتظام کر رکھا ہے“..... کرنل فالکن نے غرور بھرے لہجے میں کہا۔

”آج کام کا آخری دن ہے اور آج رات کسی وقت سیلانِ خلاء میں چھوڑ دیا جائے گا۔ اگر پاکیشیائی ایجنٹ یہاں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تو وہ خطرناک ترین لوگ پورے جزیرے کو لمبیامیٹ کر کے رکھ دیں گے۔ ان کے یہاں آنے کا مقصد محض معلومات کا حصول نہیں ہے۔ ہمارے پلان کا انہیں علم نہ ہوتا تو وہ کبھی ونگٹن کا رخ نہ کرتے اور اب وہ یقیناً ہمارے پلان کو ناکام بنانے کی کوشش میں ہیں اس لئے آپ مجھے اپنے اقدامات کے بارے میں بتائیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ لوگ بھی پاکیشیائی ایجنٹوں کو روکنے میں ناکام رہیں“..... جنرل کنکارڈ نے سخت لہجے میں کہا۔

”سر۔ میں نے عرض کیا ہے کہ پاکیشیائی ایجنٹ جزیرے پر قدم رکھنا تو درکنار اس کے قریب بھی نہیں آ سکیں گے۔ جزیرے اور پراجیکٹ کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے“..... کرنل فالکن نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن جب تک آپ اپنے اقدامات کی وضاحت نہیں کریں گے مجھے اطمینان نہ ہو گا۔ زیرو ایجنسی بھی مجھے اور صدر صاحب کو یہی یقین دلاتی رہی تھی لیکن پاکیشیائی ایجنٹ نہ صرف ونگٹن پہنچ گئے بلکہ انہوں نے زیرو ایجنسی کے کئی اہم ممبرز کو بھی ختم

ونگٹن پہنچ چکے ہیں اور انہوں نے نہ صرف زیرو ایجنسی کے کئی ممبرز کو ہلاک کر دیا ہے بلکہ میرے بیٹے میجر ریکسر کو بھی اس کے ہنگلے میں قتل کر دیا ہے“..... جنرل کنکارڈ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ ویری سیڈ سر۔ پاکیشیائی ایجنٹوں نے میجر ریکسر کو کیوں قتل کیا ہے“..... کرنل فالکن نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

”یقیناً میرا ایڈریس اور معلومات حاصل کرنے کے لئے کیونکہ میجر ریکسر کو چند روز پہلے میں نے فون پر بتایا تھا کہ میں کہاں ہوں اور مجھے اندیشہ ہے کہ پاکیشیائی ایجنٹوں نے میجر ریکسر سے میرے متعلق معلومات حاصل کر لی ہوں گی۔ افسوس کہ میں نے زیرو ایجنسی کی کارکردگی اور صلاحیتوں کا غلط اندازہ لگایا تھا“..... جنرل کنکارڈ نے غراتے ہوئے کہا۔

”کیا آپ نے کرنل جیک سے پوچھ چکے نہیں کی“..... کرنل فالکن نے کہا۔

”اسی نے مجھے اطلاع دی ہے میرے بیٹے کے قتل کی جگہ اس سے پہلے وہ دعویٰ کرتا رہا کہ زیرو ایجنسی پاکیشیائی ایجنٹوں کو ونگٹن پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک کر دے گی۔ مجھے اب ذرا بھی امید نہیں رہی کہ زیرو ایجنسی پاکیشیائی ایجنٹوں کو گرفتار یا اس طرف آنے سے روک سکے گی۔ یقیناً وہ لوگ اس طرف آ رہے ہوں گے۔ جنرل کنکارڈ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”آپ بے فکر رہیں سر۔ پاکیشیائی ایجنٹوں نے ادھر آنے کی

کر دیا اور پھر میرے بیٹے تک جا پہنچے..... جنرل کنکارڈ نے غراتے ہوئے کہا تو کرنل فالکن کو غصہ آ گیا۔ وہ جنرل کنکارڈ کی روزانہ پوچھ گچھ سے پہلے ہی تیز رہتا تھا۔ اب اس کی بد اعتمادی سے بھی وہ کوفت محسوس کر رہا تھا۔ جنرل کنکارڈ کا اعزاز گفتگو اس کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ جنرل کنکارڈ ایک ریٹائرڈ جنرل تھا اور صرف پندرہ بیس دن کے لئے جزیرے پر آیا تھا۔ اس کی ذمہ داری صرف سیٹلائٹ کی تیاری اور اسے خلاء میں بھیجنے تک محدود تھی۔ اس کے علاوہ کرنل فالکن کو اس کی ماتحتی میں بھی نہیں دیا گیا تھا اور وہ جنرل کنکارڈ کی محض اس لئے عزت کرتا تھا کہ وہ ریٹائرڈ جنرل تھا۔

”سوری سر۔ میں زیادہ وضاحت نہیں کر سکتا کیونکہ جزیرے اور پراجیکٹ کی حفاظت میری ذمہ داری ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ کال کسی دشمن نے ٹیپ کر لی تو وہ میرے خفیہ حفاظتی اقدامات سے آگاہ ہو کر انہیں ناکام بنا دے گا“..... کرنل فالکن نے مسلسل بات کرتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا کہ تو دوسری طرف سے کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گا۔ یقیناً جنرل کنکارڈ نے زور سے ریسور کریڈل پر بچھا تھا۔ کرنل فالکن نے بھی غصے سے بڑبڑاتے ہوئے ریسور رکھ دیا اور ایک سگریٹ سلاک کرکش لینے لگا۔ سگریٹ ختم ہونے تک کرنل فالکن کا موڈ نارل ہو چکا تھا۔ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو اس نے فوراً ہی ریسور اٹھا لیا۔

”نیں۔ کرنل فالکن بول رہا ہوں“..... کرنل فالکن نے سخت

لہجے میں کہا۔

”ملٹری سیکرٹری ٹو پریذیڈنٹ۔ پریذیڈنٹ صاحب سے بات کیجئے“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”نیں سر۔ کرنل فالکن بول رہا ہوں“..... کرنل فالکن نے چونکتے ہوئے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔

”کرنل فالکن۔ مجھے جنرل کنکارڈ سے اطلاع ملی ہے کہ پاکیشیائی ایجنٹوں کو زیرو ایجنسی روکنے میں ناکام رہی ہے اور انہوں نے جنرل کنکارڈ کے بیٹے کو بھی قتل کر دیا ہے۔ خدشہ ہے کہ اب ان کا رخ بالٹی مور یا نو آئی لینڈ کی طرف ہے لیکن آپ نے جزیرے کے حفاظتی اقدامات کے بارے میں جنرل کنکارڈ کو بتانے سے گریز کیا ہے“..... دوسری طرف سے ایکریمیا کے صدر کی غصیلی آواز سنائی دی تو کرنل فالکن پریشان ہو گیا۔

”سوری سر۔ گریز کرنے کی وجہ سے جنرل صاحب نے آپ سے میری شکایت کرنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے حالانکہ بات صرف اتنی ہے کہ جزیرے اور پراجیکٹ کی حفاظت میری ذمہ داری ہے اور میں نے پاکیشیائی ایجنٹوں کو جزیرے تک پہنچنے اور انہیں ہلاک کرنے کے چند خفیہ اقدامات کر رکھے ہیں جن کے افشاء کرنے سے وہ اقدامات غیر موثر ہو سکتے ہیں۔ زیرو ایجنسی کی ناکامی کا سبب بھی یہی تھا کہ کرنل جیک کے ماتحتوں کو پراجیکٹ کے بارے میں علم تھا اور پاکیشیائی ایجنٹوں نے انہی سے معلومات

حاصل کر کے انہیں قتل کر ڈالا اور پھر جزل نککارڈ کے بیٹے میجر ریکسریکک جا پہنچے جس سے انہوں نے نو آئی لینڈ اور یہاں جزل نککارڈ کی موجودگی کے بارے میں معلوم کر لیا تھا۔ اسی اندیشے کے تحت میں نے جزل صاحب سے معذرت کی تھی ورنہ میں ان کا بے حد احترام کرتا ہوں سر..... کرنل فالکن نے مسلسل بات کرتے ہوئے کہا تو فوری طور پر دوسری جانب سے کچھ نہ کہا گیا۔ غالباً صدر صاحب اس کے الفاظ کی سچائی کا اندازہ لگا رہے تھے۔

”آل رائٹ۔ مجھے تو بتائیں کہ آپ کے حفاظتی اقدامات کس نوعیت کے ہیں.....“ چند لمحوں بعد صدر نے پوچھا۔

”سر۔ میں نے جو حفاظتی انتظامات کئے ہیں وہ ناقابلِ تغیر ہیں۔ اگر پاکیشیائی ایجنٹ یہاں تک پہنچ بھی گئے تو پھر بھی ان کی موت یقینی ہے.....“ کرنل فالکن نے بڑے اعتماد سے کہا اور اپنے حفاظتی انتظامات کے بارے میں بتانے لگا۔

”ویری گڈ کرنل۔ تمہارے انتظامات واقعی عمدہ اور ناقابلِ تغیر ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ پاکیشیائی ایجنٹوں کے سامنے کوئی چیز اپنی جگہ قائم نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہارے سارے حفاظتی اقدامات اور دفاعی تدابیر کو ناکام بنا کر وہاں نہ پہنچ جائیں۔“ صدر نے دوسری طرف سے کہا۔

”کچھ بھی ہو سر۔ بہر حال یہاں ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جائے گا.....“ کرنل فالکن نے یقینی انداز میں کہا۔

”دگیا آپ کو یقین ہے کہ پاکیشیائی ایجنٹوں کی نقل و حرکت کی آپ کو فوراً خبر ہو جائے گی.....“ صدر نے کہا۔

”یس سر۔ جزیرے میں داخل ہونے کے تمام ممکنہ راستوں پر سائنسی اقدامات کئے گئے ہیں۔ ہماری نگاہوں میں آئے بغیر انسان تو کیا چڑیا بھی جزیرے میں داخل نہیں ہو سکتی.....“ کرنل فالکن نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”بہر حال آپ نے ہر طرح سے محتاط اور ہوشیار رہنا ہے اور اپنے آپ کے علاوہ کسی پر بھی بھروسہ نہیں کرنا۔ اگر پراجیکٹ کو کوئی نقصان پہنچا تو اس کی تمام تر ذمہ داری آپ پر ہوگی۔ دیش آل.....“ دوسری طرف سے صدر نے وارننگ دیتے ہوئے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کرنل فالکن نے بھی ریسور رکھ دیا۔ وہ چند لمحوں تک سوچتا رہا پھر اس نے میز پر رکھے انٹرکام کا ریسور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے لگا۔

”یس سر.....“ دوسری طرف سے اس کے اسٹنٹ کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”سیکوری کے تمام ڈیپارٹمنٹس کو ریڈ الارٹ کا سٹیل دے دو۔“ کرنل فالکن نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر دوسری طرف سے جواب سنے بغیر اس نے انٹرکام آف کر دیا۔

تمہارے باقی ساتھی کہاں ہیں جن میں ایک عورت بھی شامل ہے۔
دوسری صورت میں تمہیں بدترین اذیت کا نشانہ بننا پڑے گا۔“ میجر
ولسن نے فون سے فارغ ہو کر تنویر اور صدیقی کو گھورتے ہوئے
دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

”تم خواہ مخواہ ہمارے پیچھے پڑ گئے ہو۔ ہم اپنی اصلیت تمہیں
بتا چکے ہیں۔ میں میجر جنسن ہوں اور یہ کرل ڈیوڈ۔ اس کے علاوہ
کچھ نہیں۔ آخر تم ہمیں کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟“ صدیقی نے
انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”پاکیشیائی ایجنٹ“..... میجر ولسن نے غراتے ہوئے کہا۔
”تو پھر خود ہی ثابت کر لو کہ ہم پاکیشیائی ایجنٹ ہیں۔ اس کے
لئے تم جو چاہو طریقہ اختیار کرو۔ ہمیں پرواہ نہیں ہے۔ البتہ اس کا
نتیجہ انتہائی خطرناک نکلے گا اور اگر ہمارے کور کمانڈر کو علم ہو گیا کہ
تم نے ہمیں گزشتہ رات سے اپنی قید میں رکھا ہوا ہے اور ہم پر تشدد
کر رہے ہو تو وہ پوری بٹالین کے ساتھ تم پر چڑھ دوڑے گا۔“
صدیقی نے لا پرواہی سے کہا۔

”تمہارا تعلق کس کور یا بٹالین سے ہے اور تمہارے کمانڈر کا کیا
نام ہے؟“..... میجر ولسن نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

”فضول باتیں مت کرو۔ جو کچھ پوچھنا ہے بعد میں پوچھ لیتا۔
پہلے ہمیں ناشہ کراؤ۔ ہم گزشتہ رات سے بھوکے ہیں اور تم اتنے
بد اخلاق ہو کہ تم نے ہمیں ایک گھونٹ پانی تک نہیں پلایا“..... تنویر

میجر ولسن نے اپنے چیف سے کیپٹن راجر کی رپورٹ کا ذکر کیا
تو تنویر اور صدیقی کو بے حد حیرت ہوئی لیکن وہ سمجھ گئے تھے کہ
عمران کے فلیٹ پر دوسرا عمران سلیمان ہی ہو سکتا ہے جس پر عمران
کا میک اپ کیا گیا ہو گا تاکہ زیرو ایجنسی کو یقین ہو جائے کہ عمران
اپنے ملک میں ہی ہے۔ چیف سے میجر ولسن کی فون پر ہونے والی
گفتگو کے دوران تنویر اور صدیقی نے اپنے ناخنوں میں موجود بلیڈز
سے دسی سے بندھے ہوئے ہاتھ آزاد کرالئے تھے لیکن ان کے جسم
بدستور کرسی کے ساتھ بندھی رسیوں کی قید میں تھے اور ان رسیوں کو
کھولنا آسان نہ تھا۔

”سنو۔ تم دونوں نے ہمارے کئی آدمیوں کو ہلاک کیا ہے اس
کے باوجود تمہیں زندہ رکھا گیا ہے محض اس لئے کہ تمہاری اصلیت
کا پتہ چل جائے۔ اب تم شرافت سے بتا دو کہ تم کون ہو اور

نے منہ بناتے ہوئے کہا تو میجر ولسن کا چہرہ بگڑ گیا۔

”ابھی تمہیں ناشتہ کراتا ہوں۔ ایسا ناشتہ کہ تمہیں دوبارہ کبھی کھانے پینے کی طلب نہیں رہے گی۔“ میجر ولسن نے غصے کی شدت سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”یہ تو اور اچھی بات ہے۔ کیوں میجر جیمن؟“ تنویر نے صدیقی کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”ڈریگر؟“ میجر ولسن نے یکدم طلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

”لیس سر؟“ ڈریگر نے بوکھلا کر جلدی سے کہا اور جیب سے مشین پائل نکال لیا۔

”الماری سے لیزر ڈرل لاؤ۔“ میجر ولسن نے چیختے ہوئے کہا

تو ڈریگر انتہائی تیزی سے بائیں دیوار میں موجود الماری کی طرف

بڑھ گیا جیسے ایک لمحہ کی تاخیر سے اس کی جان نکل جائے گی۔ اس

نے الماری کھولی تو اس میں ایذا رسانی کے کئی آلات موجود تھے۔

ڈریگر نے ریوالور نما ایک مشین نکالی جس میں ڈریگر کی جگہ سرخ اور

سبز رنگ کے بٹن نصب تھے۔ اس مشین کی نال میں چھوٹا سا

سوراخ تھا۔ ڈریگر نے واپس آ کر مشین میجر ولسن کے آگے رکھ

دی۔

”اس مشین کو غور سے دیکھو۔ اس کا فنکشن جانتے ہو۔“ میجر

ولسن نے تنویر اور صدیقی کو گھورتے ہوئے کہا۔

”غالباً یہ بال خشک کرنے والی مشین ہے۔“ صدیقی نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

”نہیں۔ یہ لیزر ڈرل ہے۔ اس سے لوہے اور پتھر میں بھی

سوراخ کیا جاسکتا ہے۔ یہ دیکھو۔“ میجر ولسن نے کہا اور مشین کا

رنگ دیوار کی طرف کر کے اس کے دستے میں لگا سبز بٹن پر پریس کر

دیا۔ فوراً ہی مشین کی نال سے سرخ رنگ کی شعاع نکلی اور دیوار

سے ٹکرائی۔ دوسرے ہی لمحے دیوار میں چھوٹا سا سوراخ ہو گیا۔

”یہ مشین لوہے میں بھی سوراخ کر دیتی ہے۔ اس سے تمہارے

جسم میں جگہ جگہ سوراخ کئے جاسکیں گے اور یہ سوراخ تمہاری ہڈیوں

کے آ رہا ہوں گے جن سے تمہاری ہڈیوں کا گودا بارش کے قطرؤں

کی طرح ٹپکے گا۔“ میجر ولسن نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ہمیں پہلے ہی معلوم ہے کہ تم ہمارے ساتھ کس قدر خوفناک

سلوک کر سکتے ہو۔ تم نے خواہ خواہ مشین نکالی اور دیوار خراب کر دی

جبکہ میں تمہارے سوالوں کے جواب دینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔“

صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا تو ڈریگر کے چہرے پر حیرت کے

تاثرات پھیل گئے۔

”ہاں۔ یہ دونوں ذرا بھی خوفزدہ نہیں ہوئے۔ شاید انہیں یقین

ہے کہ ان پر لیزر مشین استعمال نہیں کی جائے گی۔ کیا اس حالت

میں بھی یہ خود کو ٹارچنگ سے بچا سکتے ہیں؟“ ڈریگر نے حیرت

بھرے لہجے میں کہا۔

”یقیناً ان کا یہی خیال ہے۔ ان کا حوصلہ دیکھ کر مجھے یقین ہو

رہا ہے کہ یہ پاکیشیائی ایجنٹ ہی ہیں۔ لہذا پہلے تم ان کا میک اپ صاف کرو“..... میجر ولسن نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”سر۔ یہ زبان کھولنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر غلط بیانی کریں گے تو ان کے میک اپ واش کر دیئے جائیں گے“..... ڈریگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو میجر ولسن نے غصے سے ڈریگر کی طرف دیکھا۔

”تمہیں پاکیشیائی ایجنٹوں کی فطرت کا پتہ نہیں ہے۔ یہ باہر سے جتنے مطمئن نظر آ رہے ہیں اندر سے اسی قدر بے قرار ہیں اور فضول باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہیں تاکہ کسی طرح ان کی اصلیت اور اصل چہرے ظاہر نہ ہونے پائیں یا اس دوران ان کے ساتھی ان کی مدد کو پہنچ جائیں مگر یہ میرا آفس نہیں ہیڈ کوارٹر ہے اور یہ کسی طرح بھی یہاں سے فرار نہیں ہو سکتے۔ تم میک اپ واشر لاؤ۔ ہری اپ“..... میجر ولسن نے غراتے ہوئے کہا تو ڈریگر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ ٹھیک اسی لمحے فون کی کھنٹی بج اٹھی تو میجر ولسن نے رسیور اٹھانے کی بجائے فون کا بٹن پریس کر دیا۔

”لیس۔ میجر ولسن بول رہا ہوں“..... میجر ولسن نے بلند آواز سے کہا۔

”میجر ولسن۔ ابھی ابھی صدر صاحب کی کال آئی تھی“..... فون کے لاؤڈر سے کرٹل جیک کی چیخنی ہوئی اور آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ کس سلسلے میں چیف“..... میجر ولسن نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”پاکیشیائی ایجنٹوں کے بارے میں۔ تم لوگوں کی سست روی پر وہ بے حد غضبناک ہو رہے تھے۔ انہوں نے یقین ظاہر کیا ہے کہ میجر ریکسر کو قتل کرنے والوں نے میجر ریکسر سے جزل کنکارڈ کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں اور اب ان کا رخ بالٹی مور کی طرف ہے۔ ہمیں فوری طور پر ان کا کھوج لگا کر انہیں گرفتار کرنا چاہئے۔ اگر ہم نے شام سے پہلے پہلے انہیں گرفتار نہ کیا تو ہمیں سخت سزا دی جائے گی“..... کرٹل جیک نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”چیف۔ کیا صدر صاحب کنفرم ہے کہ پاکیشیائی ایجنٹ بالٹی مور میں پہنچ چکے ہیں“..... میجر ولسن نے تیزی سے کہا۔

”نہیں۔ لیکن میجر ریکسر کے قتل سے انہوں نے یہی اعزازہ لگایا ہو گا کیونکہ میجر ریکسر جزل کنکارڈ کا بیٹا ہے اور وہ جانتا تھا کہ جزل کنکارڈ آج کل کہاں اور کیا کر رہا ہے“..... کرٹل جیک نے غراتے ہوئے کہا۔

”چیف۔ ہم نے دو افراد کو گرفتار کر رکھا ہے جو میجر ریکسر کے قاتل ہیں۔ ان سے ان کے باقی ساتھیوں کا ایڈریس معلوم کر کے ہم انہیں بھی پکڑ لیں گے۔ ہم نے اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی“..... میجر ولسن نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔

اگ کمرے میں لے جاؤ تاکہ میں جو کچھ بتاؤں کرل ڈیوڈ نہ سن سکے..... صدیقی نے پرسکون انداز میں میجر ولسن سے کہا تو وہ چونک کر صدیقی کو گھورنے لگا۔

”اوہ۔ کیا۔ کیا تم واقعی بتانے لگے ہو“..... تویر نے حیرت سے صدیقی کو طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ کیونکہ میں ابھی مرنا نہیں چاہتا“..... صدیقی نے سر ہلاتے ہوئے حسی لہجے میں کہا۔

”ڈریگر۔ اسے دوسرے کمرے میں لے چلو“..... میجر ولسن نے ڈریگر کو حکم دیتے ہوئے کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف چل دیا۔ ڈریگر نے میک اپ واشر میز پر رکھا اور پھر صدیقی کے عقب میں آ کر اس کی کرسی پکڑ کر دروازے کی طرف گھمادی۔ کرسی کے پاؤں میں چھوٹے چھوٹے بیگ لگے ہوئے تھے۔ وہ صدیقی کو کرسی سمیت دھکیلتا ہوا کمرے سے باہر لے گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی تویر حرکت میں آ گیا۔ اس نے تیزی سے اپنے جسم کے گرد لپٹی رسیاں ہٹائیں اور کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ لیڈر ڈرل ابھی تک میز پر موجود تھی۔ اس نے لیڈر مشین اٹھائی اور دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کے پاس رک کر اس نے باہر جھانکا۔ باہر راہداری تھی مگر اس میں کوئی ذی روح موجود نہ تھا۔ تمام کمروں کے دروازے بند تھے البتہ بائیں جانب کے پہلے کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔

”لیکن کب۔ جب ان کے ساتھی پرائیویٹ تک پہنچ جائیں گے۔ یہ دونوں رات سے تمہاری گرفت میں ہیں اور تم ان سے کچھ معلوم نہیں کر سکتے تو اب تم کون سا قلعہ فتح کر لو گے“..... کرل جیک نے غصے سے چیخنے ہوئے کہا۔

”میں ایک گھنٹے کے اندر اندر ان کی زبان کھولاؤں گا چیف۔ اس کے بعد ان کے باقی ساتھی بھی گرفتار کر لئے جائیں گے۔ میں ابھی بالٹی مور میں اپنے ماتحتوں کو الٹ کر دیتا ہوں“..... میجر ولسن نے پراعتماد لہجے میں کہا تو دوسری طرف سے کرل جیک نے مزید کچھ کہے بغیر رابطہ ختم کر دیا۔ میجر ولسن نے بھی فون آف کیا اور اسی لمحے ڈریگر کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں میک اپ واشر تھا۔ اس دوران تویر کی اٹھلیاں مسلسل ری کی گرہ تلاش کرتی رہی تھیں اور وہ اس گرہ کو تلاش کر کے کھولنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اسی طرح صدیقی نے بھی گرہ تلاش کر کے کھول لی تھی۔ البتہ جسم کے گرد لپٹی رسیوں کو ہٹائے بغیر وہ حرکت کرنے سے قاصر تھے جبکہ ڈریگر اور میجر ولسن کی موجودگی میں رسیوں کو ہٹانا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ مگر صدیقی کے ذہن میں ایک ترکیب آچکی تھی۔

”سنو۔ میجر۔ تم جو کچھ معلوم کرنا چاہتے ہو وہ ہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے نہیں بتا سکتے۔ مجھے ڈر ہے کہ مجھے غداری کے جرم میں موت کی سزا دی جائے گی اس لئے بہتر ہے کہ تم مجھے

جاؤ گے۔“ تنویر نے غراتے ہوئے کہا تو میجر ولسن کا چہرہ خوف سے زرد پڑ گیا۔ صدیقی کرسی سے اٹھا اور میجر ولسن کو حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا۔

”تم۔ تم۔ تم نے رسیاں کیسے کھول لیں۔“ میجر ولسن نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”فضول سوال ہے۔ رسیاں تو ہم دوسرے کمرے میں ہی کھول چکے تھے۔ یہ پوچھو کہ ہم تمہارا کیا حشر کرنے والے ہیں۔“ صدیقی نے سر جھٹکتے ہوئے کہا اور پھر ڈرگیر کی لاش کے قریب آ کر اس نے ڈرگیر کی جیب سے مشین بطل نکال لیا۔ ڈرگیر کی کنپٹی سے بہنے والا خون فرش پر پھیلتا جا رہا تھا۔ صدیقی کی بات سن کر میجر ولسن نے تنویر کی طرف دیکھا۔

”میجر۔ میں بنی پریس کرنے لگا ہوں۔ جلدی بتاؤ اس کمرے میں خفیہ کیمبر کہاں نصب ہے۔“ تنویر نے غراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ ان کمروں میں کیمبر نہیں ہیں۔ البتہ میرے آفس میں کیمبر نصب ہیں۔“ میجر ولسن نے جواب دیا۔

”کیا یہ تمہارا ہیڈ کوارٹر ہے۔“ صدیقی نے مشین بطل کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ لیکن تم لوگ یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتے۔“ میجر ولسن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تم کس مرض کی دوا ہو۔ تم ہمارے ساتھ چلو گے۔“ تنویر

تنویر کوئی آہٹ پیدا کئے بغیر کمرے سے نکلا اور دبے پاؤں اگلے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ قریب پہنچ کر اس نے دروازے سے کمرے میں جھانکا۔ کمرے کے وسط میں صدیقی کرسی پر بدستور رسیوں میں لپٹا ہوا تھا جبکہ اس کے پیچھے ڈرگیر کھڑا تھا اور سامنے میجر ولسن ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔

”بولو۔ تم نے کہا تھا کہ علیحدگی میں مجھے سب کچھ بتا دو گے۔“ میجر ولسن نے صدیقی کو گھورتے ہوئے کہا۔

”تم سوال کرو گے تو میں جواب دوں گا۔ لیکن پہلے مجھے پانی پلا دو۔ میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔“ صدیقی نے بے چارگی سے کہا۔

”کیا تم دونوں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبر ہو۔“ میجر ولسن نے پوچھا تو تنویر نے کھلے دروازے سے لیزر مشین کی تال اندر کرتے ہوئے ڈرگیر کی کنپٹی کا نشانہ لیا اور بنی پریس کر دیا۔ مشین سے سرخ شعلہ کی لہر نکل کر ڈرگیر کی کنپٹی سے ٹکرائی اور وہ کئے ہوئے شہتیر کی مانند لہراتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ میجر ولسن فوراً اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اسی لمحے تنویر نے اندر آ کر لیزر مشین کا رخ اس کی جانب کر دیا۔ تنویر کو دیکھ کر میجر ولسن کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ تنویر نے ایک ہاتھ پیچھے کر کے دروازہ بند کر دیا اور صدیقی فوراً ہی اپنے جسم کو رسیوں سے آزاد کرانے لگا۔

”خبردار۔ اپنی جگہ سے حرکت مت کرنا ورنہ بے موت مارے

بڑھو“..... تصویر نے میجر ولسن کو وارننگ دیتے ہوئے کہا تو میجر ولسن نے ہاتھ نیچے کئے اور دروازے کی طرف بڑھا۔ صدیقی دروازے کے پاس موجود تھا۔ اس نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور راہداری میں کسی کو نہ پا کر باہر نکل آیا۔ میجر ولسن اور تصویر بھی باہر آ گئے۔ میجر ولسن برآمدے کی طرف مڑا تو وہ دونوں اس کے پیچھے چلنے لگے۔ انہوں نے اپنے ہتھیار جیبوں میں رکھ لئے تھے اور ایک ایک ہاتھ جیب میں ڈال کر چل رہے تھے۔

لیکن جونہی وہ برآمدے کے پاس پہنچے اچانک بائیں جانب سے چار مسلح افراد دیوار کی آڑ سے نکل کر ان کے سامنے آ گئے۔ انہیں دیکھتے ہی صدیقی نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے مشین پستل نکالا اور ان چاروں کی طرف فائر کر دیا۔ وہ چاروں چیختے ہوئے نیچے گر کر ترچے لگے اور اس کے ساتھ ہی عمارت میں خطرے کا سارن چمکھانے لگا۔ اب ان کا چیف کے کمرے میں جانے کا کوئی چانس نہ رہا تھا۔ چنانچہ تصویر نے فوراً ہی اپنی جیب سے لیزر مشین پستل نکالی اور میجر ولسن کی پشت سے لگا کر اسے آگے دھکیلا۔ صدیقی نے آگے بڑھ کر دیوار کی آڑ سے برآمدے کے باہر کا جائزہ لیا تو کمپاؤنڈ سے تین باوردی گارڈز چلے آ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی مشین پستل تھے۔ صدیقی نے فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر ان کی طرف مشین پستل سے فائر کر دیا۔ ان میں سے دو گارڈز چیخ کر فرش پر ڈھیر ہو گئے جبکہ تیسرا پلٹ کر

نے سخت لہجے میں کہا اور گھوم کر میجر ولسن کے عقب میں آ گیا۔
 ”ہاتھ بلند کرلو۔ ذرا بھی حرکت کی تو لیزر مشین تمہاری کمر میں روشن دان کھول دے گی“..... تصویر نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو میجر ولسن نے فوراً ہی ہاتھ بلند کر لئے۔ تصویر نے اس کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا۔ پھر اس نے ریوالور اپنی جیب میں رکھے ہوئے صدیقی کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا۔

”تمہارے چیف کا کمرہ کون سا ہے۔ ہمیں اس کمرے میں لے چلو“..... تصویر نے میجر ولسن سے مخاطب ہو کر کہا۔
 ”اوہ۔ تم وہاں کیوں جانا چاہتے ہو؟“..... میجر ولسن نے چونکے ہوئے پوچھا۔

”اس کے پاس بیٹھ کر ناشتہ کریں گے۔ تم اس کا کمرہ بتاؤ۔“
 تصویر نے خشک لہجے میں کہا۔
 ”برآمدے کی دوسری جانب کی راہداری میں تیسرا کمرہ ہے۔“
 میجر ولسن نے آہستہ سے کہا۔
 ”باہر کتنے آدمی ہیں تمہارے۔ برآمدے اور کمپاؤنڈ میں۔“ تصویر نے پوچھا۔

”چھ آدمی کمپاؤنڈ میں ہیں۔ دو گارڈز چیف کے کمرے کے باہر موجود ہیں“..... میجر ولسن نے جواب دیا۔
 ”اوکے۔ تم ہاتھ گراؤ اور میرے آگے چلو۔ بالکل نارمل انداز میں۔ اگر تم نے کسی کو اشارہ کیا تو مارے جاؤ گے۔ چلو آؤ“

ایک ستون کی طرف لپکا ہی تھا کہ صدیقی نے فائر کیا اور وہ گارڈ ستون سے دو فٹ پیچھے ہی گر گیا۔

ٹھیک اسی لمحے دوسری جانب کی راہداری سے دو گارڈ ہاتھوں میں مشین گنیں لئے نمودار ہوئے تو صدیقی کے مشین پسل کی ترزاہٹ کے ساتھ ان دونوں گارڈز کی چیخیں بلند ہوئیں اور وہ فرش پر گر کر ترپنے لگے۔ میجر ولسن خوفزدہ لگا ہوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے یکدم ہی پلٹ کر تویر کے ہاتھ میں موجود لیزر مشین پر ہاتھ مارتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے تویر کے جڑے پر گھونٹ مارنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں تویر کے ہاتھ سے لیزر مشین چھوٹ کر فرش پر گر گئی مگر اس نے میجر ولسن کا گھونٹا پڑنے سے پہلے ہی چہرہ یکدم پیچھے ہٹا لیا اور پھر جواباً اس کے منہ پر زور دار مکا مار دیا۔ میجر ولسن کے حلق سے تیز کراہ نکلی اور وہ لڑکھاتا ہوا پشت کے بل فرش پر جا گرا۔ تویر نے پھرتی سے جھک کر لیزر مشین اٹھائی اور میجر ولسن پر شعاع فائر کر دی جس کے نتیجے میں میجر ولسن کی گردن کے آر پار سوراخ ہو گیا اور وہ بے آب مچھلی کی مانند فرش پر گر کر ترپنے لگا۔ تویر نے آگے بڑھ کر لاشوں کے پاس پڑا مشین پسل اٹھا کر لیزر مشین پھینک دی۔

”آؤ.....“ صدیقی نے پلٹ کر چیخے ہوئے کہا تو تویر اس کے ساتھ برآمدے میں آ کر باہر کی جانب دوڑا۔ کپاؤنڈ کے گیٹ پر کوئی گارڈ نہ تھا۔ بائیں جانب پارکنگ میں چند گاڑیاں کھڑی

تھیں۔ وہ دونوں برآمدے سے نکلے ہی تھے کہ عمارت میں گونجنے والا خطرے کا سائرن خاموش ہو گیا اور بائیں جانب سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آہٹیں سنائی دیں۔ پھر پارکنگ سے آگے عمارت کے پہلو سے دو مشین گن بردار محافظ برآمد ہوئے تو تویر کا مشین پسل گولیاں اگنے لگا۔ دونوں گارڈز وہیں ڈھیر ہو گئے۔ تویر اور صدیقی پارکنگ میں کھڑی ایک گاڑی کی طرف لپکے لیکن پھر یکدم رک گئے۔ پولیس گاڑیوں کے سائرن سنائی دے رہے تھے۔

”یونہی نکل چلو۔ گاڑی میں ہم پھنس جائیں گے“..... تویر نے صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا اور دونوں اسی جانب دوڑنے لگے جہاں دونوں گارڈز کی لاشیں پڑی تھیں جو عمارت کے عقب سے آئے تھے۔ تویر اور صدیقی تیزی سے دوڑتے ہوئے عمارت کے عقب میں پہنچے تو اس جانب کوئی گارڈ موجود نہ تھا۔ کچھ فاصلے پر عقبی گیٹ تھا جو بند تھا اور اس کے باہر ایک گلی تھی۔ وہ دونوں دوڑتے ہوئے گیٹ کے پاس پہنچے اور گیٹ پر چڑھ کر گلی میں کود گئے۔ اس گلی میں عمارتوں کے عقب تھے اور گلی سنسان پڑی تھی۔ وہ دونوں بائیں جانب دوڑنے لگے۔ اس گلی کا اختتام ایک اور گلی میں ہوا جس کے ایک طرف مین روڈ تھی۔ وہ گلی میں آئے اور مشین پسل جیبوں میں ڈال کر سڑک کی مخالف سمت میں تیزی سے چلنے لگے۔

اس گلی میں بھی بنگلے تھے اور ٹریفک رواں دواں تھی۔ تقریباً

تیس قدم آگے ایک اور گلی تھی۔ وہ دونوں اس گلی میں داخل ہو گئے۔ اس طرح وہ مختلف گلیوں میں چلتے ہوئے زیر و ابھرنی کے ہیڈ کوارٹر سے تقریباً ایک کلومیٹر دور نکل آئے اور پھر ایک شاہراہ پر آ کر فٹ پاتھ پر اطمینان سے چلنے لگے۔ چند قدم دور ایک ہوٹل کے باہر دو تین ٹیکسیاں موجود تھیں۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے ایک ٹیکسی لی اور اس میں بیٹھ کر ایکسٹو کے مقامی ایجنٹ براؤن کے فلیٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ اپنی منزل پر پہنچے تو صدیقی نے اپنے رہائشی فلیٹ والی عمارت سے میں بچیں قدم پیچھے ٹیکسی رکوائی۔ تنویر نے کرایہ ادا کیا اور وہ دونوں ٹیکسی سے اتر آئے۔ ٹیکسی آگے بڑھ گئی تو وہ عمارت کی طرف چل دیئے۔ تین چار منٹ بعد وہ اپنے رہائشی فلیٹ میں پہنچ گئے۔

لانچ میں عمران، جولیا، چوہان اور صفدر کے علاوہ صرف لانچ کا ڈرائیور تھا۔ لودھی نے اس پچاس سالہ ادھیڑ عمر کی بھاری معاوضہ پر خدمات حاصل کی تھیں۔ اس کا نام رابرٹ تھا اور دو برس پہلے ہی اس نے مایہ گیری چھوڑ کر مایہ گیریوں کی ہستی میں ایک ہوٹل بنا لیا تھا جو اس کے دو بیٹے چلا رہے تھے۔ اپنی لانچ اس نے کرایہ پر دے رکھی تھی۔ سفر کے آغاز میں عمران نے اسے بتایا کہ وہ لوگ خفیہ طور پر نو آئی لینڈ پہنچنا چاہتے ہیں تو رابرٹ نے مشورہ دیا کہ بلیو آئی لینڈ سے آگے انہیں تاریکی میں سفر کرنا چاہئے کیونکہ روشنی میں ان کی لانچ دور سے ہی دیکھ کر تباہ کر دی جائے گی یا پھر وہ پہلے ایک لمبا چکر کاٹ کر روز آئی لینڈ کی سمت بڑھیں۔ روز آئی لینڈ بہت چھوٹا سا جزیرہ تھا اور اس پر پھولوں کی کاشت کی جاتی تھی۔ وہاں سے تجارتی بیٹانے پر پھول اکیمریمیا کے مختلف علاقوں کو

آمد و رفت کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ اس راستے کی نشاندہی جزیرے کے بالکل قریب پہنچنے پر ان روشنیوں سے ہوتی تھی جو سرگرم نما راستہ کے باہر پانی کے اندر تھیں۔ زیر آب ہونے کے سبب وہ روشنیاں دور سے نظر نہیں آتی تھیں۔ چونکہ عمران کا اصل ہدف جزیرے کا زیر زمین پراجیکٹ تھا اس لئے اس نے جزیرے کے اوپر جانے کی بجائے اس جانب سے اندر جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

جب جزیرہ ایک ناٹ کے فاصلے پر رہ گیا تو عمران کی ہدایت پر رابرٹ نے لالچ روک دی اور انجن بند کر دیا۔ عمران نے لالچ کے خفیہ خانوں سے اسلحہ اور دیگر سامان نکالا۔ تیراکی کے مخصوص لباس پہن کر اور اسلحہ کے واٹر پروف تحیلے کمر سے باندھنے کے بعد انہوں نے مخصوص لمبی نال والی فیڈل گئیں ہاتھ میں پکڑ لیں۔ ان عینوں سے تین انچ لمبی سونیاں خارج ہو کر انسانی جسم میں تیر کی مانند جا لگتی تھیں اور پانی میں بھی ان سونیوں کی رفتار مشین پھل کی گولی سے کم نہیں ہوتی تھی۔ ان سونیوں کا اگلا حصہ تیر کی مانند تھا اس لئے انہیں جسم سے واپس کھینچنا بھی آسان نہ تھا۔

تیسری مکمل کر کے عمران نے رابرٹ کو وہیں ٹھہر کر انتظار کرنے کی ہدایت کی اور پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ پانی میں اتر گیا۔ نائیلون کی ایک مضبوط ری کے ذریعے وہ چاروں ایک دوسرے سے منسلک تھے تاکہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو سکیں۔ ری ان کی

سہلائی کئے جاتے تھے اور اس مقصد کے لئے روزانہ دس پندرہ لاکھیں روز آئی لینڈ پر آتی جاتی تھیں۔ اس راستے میں بحری پولیس کی پوچھ گچھ بہت کم ہوتی تھی۔ روز آئی لینڈ پہنچنے تک سورج غروب ہو جاتا جبکہ وہاں سے نو آئی لینڈ کا فاصلہ بیس پچیس ناٹ سے زیادہ نہ تھا۔

عمران کو رابرٹ کا مشورہ پسند آیا تھا اور اس نے اس پر عمل کر لیا۔ چنانچہ اب وہ روز آئی لینڈ کے گرد گھوم کر نو آئی لینڈ کی طرف گامزن تھے۔ ان کا مطلوبہ اسلحہ اور ضروری سامان لالچ کے خفیہ خانوں میں موجود تھا۔ شام ہو چکی تھی اور اندھیرا چھانے لگا تھا۔ سمندر پرسکون تھا اور لالچ فل رفتار سے اپنی منزل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اندھیرا گہرا ہو گیا لیکن انہوں نے لالچ کی لائن جملانے سے گریز کیا کیونکہ بہت دور ٹھناتے جگہ ان کی منزل کی نشاندہی کر رہے تھے۔ چند منٹ بعد وہ روشنیاں واضح دکھائی دینے لگیں جو اصل میں جزیرے پر نصب ٹاورز پر جلنے والی وارننگ لائٹس تھیں۔ اس کے علاوہ جزیرے پر کوئی روشنی نظر نہ آ رہی تھی۔ جزیرے کا ساحل مغربی جانب تھا جبکہ وہ مشرقی جانب سے نو آئی لینڈ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جزیرہ اس جانب سے زیادہ بلند تھا کیونکہ اس جانب جزیرے پر پہاڑیاں اور چٹانیں تھیں۔

کیپٹن فخر کے بیان کے مطابق جزیرے کے نیچے قائم پراجیکٹ میں جانے کا زیر آب راستہ اسی سمت میں تھا اور ایک آبدوز نما کشتی

بیلٹوں سے بندھی تھی اور ان کے درمیان تقریباً چھ میٹر کا فاصلہ تھا۔ آپس میں بات چیت کرنے کے لئے ان کے پاس ٹرانسمیٹر تھے جو ہر ایک کے کنٹروپ میں نصب تھا۔ سب سے آگے عمران، اس کے پیچھے جولیا، پھر چوان اور آخر میں صفدر تھا۔ زیر آب آ کر عمران اور اس کے ساتھیوں نے ماسک کے اوپر بندھے ہوئے آن کر دیئے اور کافی گہرائی میں پہنچ کر وہ جزیرے کی سمت ایک قطار میں تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ یہ جدید ہو پر کافی طاقتور موٹر والے تھے اور ان کی رفتار بھی کافی تیز تھی اس لئے جلد ہی وہ جزیرے کے قریب پہنچ گئے۔ پھر عمران نے اپنا ہو پر آف کیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی مخصوص اشارہ کر دیا جس پر انہوں نے بھی اپنے اپنے ہو پر آف کر دیئے۔ عمران کے رکنے پر وہ بھی رک چکے تھے۔ کچھ فاصلے پر پانی میں روشنی چمک رہی تھی اور عمران کے اندازے کے مطابق وہ روشنی کم از کم میں گز کے فاصلے پر تھی۔ یقیناً وہیں جزیرے کی وہ سرنگ تھی جس میں آبدوز کشتی آتی جاتی تھی۔ عمران نے اپنا ٹرانسمیٹر آن کر کے چوان، جولیا اور صفدر کو دہیں رکنے کا اشارہ کیا اور ہو پر چلائے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا۔

پانی کے اندر وہ ایک دوسرے کو دیکھنے سے قاصر تھے۔ عمران نے اپنی بیلٹ سے ری کھول دی تھی جس کا دوسرا سر جولیا کی بیلٹ سے بندھا تھا اس لئے جولیا محسوس نہ کر سکی کہ عمران کس سمت میں گیا ہے۔ تینوں کے ٹرانسمیٹر آن تھے لیکن انہوں نے آپس میں

بات کرنے سے گریز کیا۔ پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد عمران کی واپسی ہوئی۔

”آؤ۔ سرنگ کا دہانہ بند ہے۔ اسے کھولنے کا سسٹم تلاش کرنے میں کافی وقت لگے گا اس لئے کوئی اور راستہ تلاش کرنا ہو گا۔“..... عمران نے ٹرانسمیٹر آن کر کے اپنے ساتھیوں سے کہا اور پھر جولیا کی بیلٹ سے بندھی ری کا سرا دوبارہ اپنی بیلٹ کے ساتھ باندھ کر چل دیا۔ وہ تینوں بھی اس کے پیچھے تیرنے لگے۔ جلد ہی وہ جزیرے کی چٹانی دیوار کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں اندھیرا تھا اس لئے مجبوراً عمران کو ماسک پر نصب لائٹ جلاتا پڑی۔ پھر وہ اوپر آئے اور اپنے چہرے پانی سے نکال کر جزیرے کی ساحلی چٹانوں کے ساتھ تیرنے لگے۔ چند منٹ بعد ایک جگہ انہیں ایک غار کا دہانہ مل گیا۔ یہ غار سطح آب سے دو فٹ بلند تھی۔ عمران نے اس کے اندر روشنی ڈالی تو غار کافی کشادہ اور اتنا طویل تھا کہ اس کا اختتام نظر نہ آ رہا تھا۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کو رکنے کی ہدایت کی اور خود اسی غار میں داخل ہو گیا۔

”تم لوگ بھی اوپر آ کر غار کے دہانے پر بیٹھ جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ آبدوز یا کوئی کشتی ادھر سے گزرے اور تمہیں دیکھ لے۔“ عمران نے پلٹ کر اپنے ساتھیوں سے کہا تو وہ تینوں غار میں داخل ہوئے اور دہانے کے پاس رک گئے جبکہ عمران غار کے اندر دنی ہصے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تینوں ساتھی اس کا انتظار کرنے لگے۔ دس

پندرہ منٹ گزر گئے اور عمران واپس نہ آیا تو وہ تینوں پریشان ہو گئے اور پھر مزید پانچ منٹ گزر گئے۔

”صفر۔ عمران کا پتہ کرو۔ وہ ابھی تک نہیں آیا“..... جولیا نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

”نہیں مس جولیا۔ انہوں نے یہیں ٹھہرنے کی ہدایت کی تھی۔ آپ بے فکر رہیں۔ کوئی خطرہ ہوتا تو وہ ہمیں سگنل دے دیے۔“

صفر نے جولیا کو تسلی دیتے ہوئے کہا حالانکہ وہ خود بھی تشویش میں مبتلا تھا۔

”ٹرانسمیٹر پر ان سے رابطہ قائم کرو۔ اللہ نہ کرے وہ کسی مشکل میں پھنس گیا ہو جو ابھی تک نہیں لوٹا“..... چوہان نے کہا۔

”یہ بھی خطرناک ہو گا۔ ہو سکتا ہے وہ کال انڈر کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں“..... صفر نے کہا تو جولیا اور چوہان نے دوبارہ بات نہ کی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ان کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔

پانچ منٹ اور گزر گئے تو صفر نے چوہان کی تجویز پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ٹرانسمیٹر آن کرتا غار کی تاریک فضا میں ہلکی سی چاپ ابھری اور وہ تینوں یکدم الارٹ ہو کر غار کے اندرونی حصے کی طرف دیکھنے لگے۔ چاپ قریب آتی جا رہی تھی۔

”ہیلو۔ ڈرامت۔ یہ میں ہوں“..... تاریکی میں عمران کی آواز سنائی دی تو اس کے ساتھیوں نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔

”آپ کہاں چلے گئے تھے عمران صاحب“..... صفر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ اندھیرے میں وہ ایک دوسرے کو دیکھنے سے قاصر تھے۔

”ہنالولو کی چوٹی پر۔ آؤ تمہیں بھی دکھائیں جو ہم دیکھ کر آئے ہیں“..... عمران نے شوق لہجے میں کہا۔

”لائٹ تو جلاؤ“..... جولیا نے غصے سے کہا۔

”اندھیرے میں زیادہ حرج آتا ہے غار بنی کا۔ لائٹ غار سے باہر پانی میں پڑی تو اس کی چمک کسی کو بھی متوجہ کر سکتی ہے۔ البتہ آگے بڑھیں گے تو لائٹ آن کر دوں گا“..... عمران نے کہا اور پھر اس نے اپنے ماسک کی پیشانی پر نصب لائٹ جلائی تو اس کا رخ غار کے اندرونی حصے کی جانب تھا۔ اس نے ماسک پر لگا ہو پر اتارتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو بھی ہو پر اتارنے کی ہدایت کی اور جولیا، چوہان اور صفر نے ہو پر اتار کر وہیں ڈال دیئے کیونکہ فی الحال ان کی ضرورت نہ رہی تھی۔ چند لمحوں بعد وہ تینوں عمران کے عقب میں غار کے اندرونی حصے کی طرف بڑھنے لگے۔

غار اتنا کشادہ تھا کہ اس میں تین آدمی با آسانی ساتھ ساتھ چل سکتے تھے۔ تقریباً پانچ منٹ بعد غار بائیں جانب مڑ گیا اور عمران نے موڑ پر رکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو غوطہ خوری کے لباس اتارنے کا حکم دیتے ہوئے اپنا لباس اتارنا شروع کر دیا۔ نیچے ان کے عام لباس تھے۔ پلاسٹک کے تھیلے کھول کر ان میں موجود سامان

نکال لیا گیا اور فیڈل گئیں اور غوطہ خوری کے لباس انہی تھیلوں میں بند کر کے غار کی دیوار میں واقع ایک گڑھ میں چھپا دیئے گئے۔ پھر وہ موڑ کی دوسری جانب آ کر آگے بڑھنے لگے۔ غار کافی طویل تھا۔ مزید پانچ منٹ بعد وہ غار کے اختتام پر جا پہنچے۔ اب ان کے سامنے سپاٹ چٹان تھی۔ عمران نے اپنے ہاتھ میں موجود پنسل تاریخ بچھائی تو غار کی بائیں دیوار سے روشنی کی ہلکی سی کرن پھوٹنے لگی۔ وہاں دیوار میں باریک سی دراڑ تھی اور روشنی وہیں سے آ رہی تھی۔ گویا دیوار کی دوسری طرف اندھیرا نہیں تھا۔

”یقیناً اس دیوار کی دوسری جانب پراجیکٹ ہے۔ ہمیں اس کے پار جانا ہے“..... عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔
 ”اوہ کیسے کیا تاؤم ہم سے دیوار توڑ دو گے“..... جولیا نے چونکتے ہوئے کہا۔

”کیا میں تمہیں پامگل نظر آتا ہوں۔ یہ چٹان ہے۔ میرا دل نہیں ہے جسے تم روزانہ توڑتی ہو اور آواز نہیں ابھرتی“..... عمران نے ناگوار لہجے میں کہا اور دوبارہ پنسل تاریخ روشن کر لی۔
 ”پھر۔ آپ اسے کیسے توڑیں گے“..... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جیسے ٹیپو سلطان نے سومات کا بت توڑا تھا“..... عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔
 ”مگر سومات کا بت ٹیپو سلطان نے نہیں محمود غزنوی نے توڑا

تھا جناب“..... مصفر نے بے ساختہ ہنستے ہوئے کہا۔

”بس۔ بس۔ زیادہ تاریخ دان بننے کی کوشش مت کرؤ۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اپنا بیگ کھول کر چھوٹی سی گمن نکال لی۔ یہ گمن بظاہر مشین پنسل نما تھی لیکن اس کا دستہ پتلی کی طرح گول تھا اور دستہ کے بالائی حصے پر ایک بٹن نصب تھا۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران نے اس سے قبل یہ گمن نہیں دیکھی تھی۔
 ”یہ کیا ہے عمران صاحب“..... جولیا نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

”یہ ڈاکٹر داور کی نئی اور تازہ ترین ایجاد ہے جسے انہوں نے اسٹون کرشر کا نام دیا ہے۔ اس میں ایک مخصوص ریز بھری ہے جو پتھر کو صابن کی طرح نرم کر دیتی ہے چاہے پتھر کی موٹائی کتنی ہی کیوں نہ ہو“..... عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے دیوار میں واقع باریک سی دراڑ میں اسٹون کرشر گمن کا رخ کر کے اس کا بٹن پریس کر دیا۔ گمن سے سرخ رنگ کی شعاع خارج ہو کر دیوار سے ٹکرائی گئی۔ ایک منٹ بعد عمران نے بٹن سے انگلی ہٹائی اور آگے بڑھ کر شعاع والی جگہ پر ہاتھ سے دباؤ ڈالا تو اس کا ہاتھ پتھر میں دھسنے لگا۔ جولیا اور مصفر حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ پتھر وہاں سے گوندھے ہوئے آٹے کی مانند نرم ہو چکا تھا۔ عمران نے دونوں ہاتھوں سے پتھر نکالنا شروع کر دیا۔ شعاع نے تقریباً ایک مربع فٹ جگہ کو متاثر کیا تھا اور اندر سے دیوار آٹھ انچ تک نرم

ہوئی تھی۔

عمران نے موم پتھر نکالا اور پھر اس جگہ دوبارہ اسٹون کر شر سے شعاع ڈالنے لگا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے ساتھیوں کو اس سوراخ کے سامنے سے ہٹ جانے کی ہدایت کی تو وہ دائیں بائیں ہو گئے۔ اس مرتبہ عمران تقریباً تین منٹ تک بیٹن پریس کرتا رہا اور پھر اس نے ہاتھوں سے کھدائی شروع کر دی۔ اس میں پانچ منٹ لگے اور جب وہ فارغ ہوا تو غار کی دیوار میں ایک مربع فٹ شکاف ہو چکا تھا۔ دوسری جانب ایک وسیع ہال تھا جس میں دیواروں کے ساتھ ساتھ مختلف اقسام کی بھاری مشینیں نصب تھیں لیکن اس وقت نہ وہاں کام ہو رہا تھا اور نہ کوئی کام کرنے والا موجود تھا۔

عمران نے پلٹ کر چوہان، جولیا اور صفدر کو وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور اسٹون کر شر بیگ میں رکھنے کے بعد ریوالور ہاتھ میں لئے وہ دبے پاؤں اس شکاف میں داخل ہو گیا۔ شکاف میں آ کر اس نے اپنا چہرہ آگے کر کے ہال میں جھانکا تو بائیں جانب سے گرین یونیفارم پہنے دو مسلح افراد ایک ہتیر نما آہنی بیم اٹھائے چلے آ رہے تھے۔ عمران نے فوراً ہی چہرے پیچھے ہٹا لیا۔ شکاف کے آگے ایک لمبی میز رکھی تھی جس پر ایک مشن نصب تھی۔ اگر گرین یونیفارم والے وہاں سے گزرتے ہوئے شکاف کی طرف دیکھتے بھی تو درمیان میں حائل مشین کے سبب عمران انہیں دکھائی نہ دیتا۔ وہ دونوں گارڈز تھے اور ان کے کندھوں سے مشین گنتیں لٹک رہی

تھیں۔ وہ شکاف کے سامنے سے گزر کر دائیں جانب چلے گئے تو عمران نے شکاف سے چہرہ نکال کر دائیں جانب دیکھا۔ اس طرف چند قدم کے فاصلے پر ہال کا کھلا دروازہ دکھائی دے رہا تھا جس کے باہر دور تک روشن فرش نظر آ رہا تھا۔ دونوں گارڈز کندھوں پر بیم رکھے آگے پیچھے چلتے ہوئے ہال سے نکل کر بائیں جانب مڑ گئے تو عمران نے پلٹ کر اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ تینوں شکاف میں داخل ہو گئے۔ جب عمران شکاف سے نکل کر ہال میں آیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہال کے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”لیس باس۔ آپ اپنے روم میں نہیں تھے اس لئے میں نے آپریٹر کو پیغام دیا تھا“..... نکسن نے مودبانہ لہجے میں کہا۔
 ”اچھا۔ جلدی بتاؤ۔ میں راولڈ لگا کر آیا ہوں کیونکہ میجر ولسن کی موت کے بعد خطرہ بہت بڑھ گیا ہے“..... کرنل فالکن نے سمجھے تھکے انداز میں کہا۔
 ”اوہ۔ میجر ولسن کون تھا باس“..... نکسن نے چوتھے ہوئے پوچھا۔

”زیرد ایجنسی کا ایجنٹ اور کرنل جیک کا ماتحت تھا۔ اس نے گزشتہ رات دو افراد کو گرفتار کیا تھا جن کے بارے میں ایجنسی کے چیف کو بھی یقین تھا کہ وہ جنرل کنکارڈ کے بیٹے میجر ریکس کے قاتل اور پاکیشیائی ایجنٹ ہیں لیکن آج وہ دونوں ایجنٹ زیرد ایجنسی کے ہیڈ کوارٹر میں میجر ولسن سمیت کئی افراد کو ہلاک کر کے فرار ہو گئے اور کچھ ہی دیر پہلے صدر صاحب نے فون پر مجھے اطلاع دیتے ہوئے الرٹ رہنے کا حکم دیا تھا“..... کرنل فالکن نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”باس۔ مکینیکل شاپ میں کچھ گڑبڑ ہوئی ہے۔ یہ دیکھئے۔“ نکسن نے اپنی کرسی پر بیٹھے ہوئے کہا اور میز پر رکھی ایک مشین کے یکے بعد دیگرے چند بٹن پر پریس کر دیتے جس کے نتیجے میں مشین کی سکرین پر ایک مظہر روشن ہو گیا۔ یہ مظہر ایک ہال کمرے کا تھا جس میں کئی مشینیں نصب تھیں۔ پھر نکسن نے ایک تاب کو گھمایا تو اس

کرنل فالکن اپنے آفس روم سے نکل کر کنٹرول روم میں پہنچا تو وہاں کے انچارج نکسن نے اپنی سیٹ سے اٹھ کر اسے سلام کیا۔ اس ہال نما کمرے میں دیواروں کے ساتھ کئی مشینیں نصب تھیں جن کے پاس آپریٹر بیٹھے کام کر رہے تھے۔ اس کنٹرول روم میں جزیرے کے ہر حصے کی نگرانی کی جاتی تھی اور نگرانی کا یہ عمل رات دن جاری رہتا تھا۔ کچھ مشینیں جزیرے کے چاروں اطراف میں نصب حفاظتی آلات کی چیکنگ اور مانیٹرنگ کے لئے تھیں اور پانی کے اندر تک مناظر سکرینوں پر دیکھے جا رہے تھے۔ نکسن کا کہیں ہال کے ایک سرے پر تھا جہاں وہ اکیلا بیٹھا اپنے ماتحتوں کو کنٹرول کرتا رہتا تھا۔

کیا بات ہے نکسن۔ کیا کوئی خاص خبر ہے تمہارے پاس۔“ کرنل فالکن نے کرسی پر بیٹھے ہوئے پوچھا۔

بات کرتے ہوئے کہا تو کرنل فالکن ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔
 ”تم کہتے احق ہو نکسن۔ مجھے اطلاع دینے سے پہلے تمہیں
 فوری طور پر کسی کو اس غار میں بھیجنا چاہئے تھا“..... کرنل فالکن نے
 غضبناک لہجے میں کہا تو نکسن گھبرا گیا۔
 ”سوری باس۔ میں ابھی گاؤں کو دہاں بھیجتا ہوں“..... نکسن
 نے بوکھلا کر کہا۔

”یقیناً یہ شگاف اپنے آپ نہیں ہوا اور یہ کسی دشمن کا کارنامہ
 ہے اور وہ دشمن پاکیشیائی ایجنٹوں کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔
 جلدی کرو۔ میں نیچے پراجیکٹ میں جا رہا ہوں“..... کرنل فالکن
 نے غراتے ہوئے کہا۔
 ”سر۔ خطرے کا سائرن آن کر دوں“..... نکسن نے تیزی سے
 پوچھا۔

”نہیں۔ اس طرح پراجیکٹ کا عملہ ڈسٹرب ہو گا اور سیٹلائٹ کا
 شیڈول متاثر ہو گا۔ پرنولنگ میرین کو فوراً کال کر کے غار کی سمت
 واپس کے لئے بھیج دو“..... کرنل فالکن نے سخت لہجے میں کہا اور
 فوراً ہی کیمین سے نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد نکسن نے تیزی
 سے میز پر رکھے ٹرانسمیٹر کا فون پر پریس کر دیا۔

”ہیلو۔ پی ایس ایم۔ نکسن کالنگ فرام کنٹرول روم۔ اوور۔“
 نکسن نے کال کرتے ہوئے کہا۔

”لیس مفر نکسن۔ کیپٹن بورس ریسینگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں

کمرے کی ایک دیوار سکرین پر دکھائی دینے لگی۔ اس دیوار میں
 ایک مربع فنٹ سائز کا شگاف دکھائی دے رہا تھا۔ کرنل فالکن کی
 نگاہیں سکرین پر مرکوز تھیں۔ شگاف دیکھ کر اس کے چہرے پر
 قدرے حیرت کے تاثرات پھیل گئے۔
 ”یہ شگاف پہلے تو نہیں تھا نکسن“..... کرنل فالکن نے حیرت
 بھرے لہجے میں کہا۔

”لیس باس۔ دراصل اس شگاف کی دوسری جانب ایک غار ہے
 جس کا وہانہ سطح آب سے دو فٹ بلند ہے۔ میں نے سکرین پر
 حسب معمول پراجیکٹ کے مختلف حصوں کو چیک کرنا شروع کیا
 تاکہ اس امکان کو نگاہ میں رکھا جائے کہ اگر پاکیشیائی ایجنٹ پانی
 کے اندر ہی اندر جزیرے تک پہنچ جائیں تو وہ کس جانب سے اور
 کس ذریعے سے پراجیکٹ تک رسائی حاصل کر سکیں گے۔ چنانچہ
 چیٹنگ کے دوران میں نے سکرین پر اس غار کا وہانہ دیکھا اور پھر
 اس غار کا کمپیوٹر پر ڈیٹا چیک کیا تو پتہ چلا کہ غار کے اختتام پر
 چٹانی دیوار کی دوسری جانب مکینیکل شاپ ہے اور اگر ہم مارکر
 دیوار کو توڑا جائے تو شاپ میں آنے جانے کے لئے راستہ بنایا جا
 سکتا ہے۔ تب میں نے مکینیکل شاپ کے اندر کا منظر دیکھا تو یہ
 شگاف نظر آیا اور میں حیران رہ گیا کیونکہ گزشتہ روز جب نے میں
 اس ہال کو چیک کیا تھا تو اس وقت یہ شگاف نہیں تھا اس لئے میں
 نے آپ کو اطلاع دینا مناسب سمجھا“..... نکسن نے تفصیل سے

بعد ٹرانسمیٹر سے پڑونگ سب میرین کے کپتان کی آواز سنائی دی۔

”کیپٹن۔ تم اس وقت کہاں ہو۔ اور“..... نکسن نے پوچھا۔
”جنوبی ساحل کی جانب ایک ناٹ کے فاصلے پر زیر آب ہوں۔ اور“..... کیپٹن پورس نے جواب دیا۔

”تم فوراً ٹل کی طرف آؤ اور چپک کرو۔ شاید اس جانب کوئی آبدو یا موٹر بوٹ موجود ہے۔ جو بھی ہو اسے فوراً تباہ کر ڈالو اور وہاں سے کچھ فاصلے پر ایک غار سطح آب سے دو فٹ کی بلندی پر ہے۔ اسے چپک کرو۔ اندر جو لوگ بھی ہیں انہیں گرفتار کر لیا ختم کر دو۔ اس غار میں دیوار توڑ کر مکینیکل شاپ میں کچھ لوگ داخل ہوئے ہیں۔ اور اینڈ آل“..... نکسن نے تیزی سے ہدایات دیجے ہوئے اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ پھر وہ فون کا ریسور اٹھا کر سیکورٹی سارجنٹ کے نمبر پر پریس کرنے لگا۔

عمران نے ہال کے دروازے سے باہر جھانکا تو بائیں جانب تقریباً سو قدم کے فاصلے پر ایک سیٹلائٹ بیگ میں کھڑا دکھائی دیا۔ تقریباً چالیس افراد سیٹلائٹ کے پاس مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ ایک کرین کے کشادہ جھولے میں تین افراد کھڑے تھے اور جھولا سیٹلائٹ کے بالائی حصے تک بلند تھا جہاں سیٹلائٹ کے اندر داخل ہونے کے لئے دروازہ تھا۔ ان میں زیادہ تر افراد نیلے رنگ کی یونیفارم میں تھے جبکہ چند گرین یونیفارم والے افراد سیٹلائٹ کے نیچلے حصے میں کام کر رہے تھے۔ سیٹلائٹ کے دائیں بائیں بیس پچیس قدم کے فاصلے پر عمارتیں تھیں۔ ان میں بھی لوگ آ جا رہے تھے۔ چاروں جانب سے تیز روشنیاں سیٹلائٹ پر مرکوز تھیں اور پراجیکٹ کا وہ حصہ بقدر نور بنا ہوا تھا۔

سیٹلائٹ کے پلیٹ فارم سے چند گز کے فاصلے پر ایک میز رکھی

”تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو“..... عمران کے آگے کھڑے گاڑ
نے خوفزدہ سی آواز میں پوچھا۔

”خاموش رہو“..... عمران نے سخت لہجے میں کہا اور ساتھ ہی
دوسرا ہاتھ لہرایا۔ فوراً ہی مشینوں کی آڑ میں چھپے چوہان، جولیا اور
صفدر نے باہر آ کر ان دونوں پر ریوالور تان لئے اور گاڑز مزید
خوفزدہ نظر آنے لگے۔ عمران نے پلٹ کر ہال کا دروازہ بند کیا اور
اس کے اشارے پر چوہان اور صفدر نے بڑھ کر دونوں گاڑز کے
کندھوں سے مشین نکالیں اتار لیں۔

”میرے سوالوں کے جواب دو ورنہ تمہاری موت کا کسی کو پتہ
بھی نہیں چلے گا“..... عمران نے سخت لہجے میں کہا تو ان کے
چہرے خوف سے سیاہ پڑ گئے۔

”سیٹلائٹ کی روانگی کس وقت ہوگی“..... عمران نے پوچھا۔
”دو۔ دو گھنٹے باقی ہیں۔ دس بجے کا ٹائم مقرر ہے“..... ایک
گاڑ نے خوفزدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس پر کام تو ابھی تک ہو رہا ہے“..... عمران نے چونکتے
ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ اب فائل چینگ کی جا رہی ہے“..... دوسرے گاڑ
نے جلدی سے کہا۔

”وہاں میز پر بیٹا افسر کون ہے“..... عمران نے پوچھا۔
”وہ جنرل نکارڈ ہے۔ اس کے زیر نگرانی کام ہو رہا ہے۔“

تھی جس پر نئی فون کے علاوہ کمپیوٹر بھی نظر آ رہا تھا۔ میز کے
عقب میں کرسی پر موجود یونیفارم میں لمبوس اور میز عمر شخص چشمہ
لگائے سیٹلائٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے سر پر ہیڈ فون تھا اور
وہ وقفہ وقفہ سے ہدایات دے رہا تھا۔ ہال میں جانے والے دونوں
گاڑز نے نیم سیٹلائٹ سے چند فٹ پیچھے وہاں کھڑے بلیو
یونیفارم والے دو افراد کے حوالے کی اور واپس پلٹ کر چل دیئے۔
عمران نے تیزی سے چہرہ پیچھے ہٹایا اور چوہان، جولیا اور صفدر کو آڑ
لینے کی ہدایت کی تو وہ تینوں دیواروں کے پاس نصب مشینوں کی
آڑ میں ہو گئے جبکہ عمران سائیکلسر لگا ریوالور ہاتھ میں لئے
دروازے کے پیچھے دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے اندازے
کے مطابق دونوں گاڑز اس ہال کی طرف آ رہے تھے۔ پھر جونہی
ان کے قدموں کی آہٹیں سنائی دیں عمران ایکشن لینے کے لئے
تیار ہو گیا۔ چند لمحوں بعد دونوں گاڑز ہال میں داخل ہو کر آگے
بڑھے ہی تھے کہ عمران نے یکدم آگے بڑھ کر ایک آدمی کی پشت
سے ریوالور لگا دیا۔ اس گاڑ نے چہرہ گھما کر پیچھے دیکھا اور بے
اختیار اچھل پڑا۔

”خبردار۔ ہاتھ بلند کر لو ورنہ کمر میں سوراخ کر دوں گا“۔ عمران
نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو گاڑ نے ہونکھلا کر ہاتھ بلند کر لئے۔
اس کے ساتھی نے رکتے ہوئے پلٹ کر دیکھا اور اس نے بھی گھبرا
کر ہاتھ بلند کر لئے۔

پہلے گاؤں نے جواب دیا۔

”پراجیکٹ سے اوپر جانے کا راستہ کس طرف ہے اور سیٹلائٹ کا کنٹرول روم کہاں ہے؟“..... عمران نے پوچھا اور پھر وہ تقریباً پانچ منٹ تک گاؤں سے معلومات حاصل کرتا رہا اور پھر اس کا اشارہ پاتے ہی چوہان اور صفدر نے ان دونوں کی کھوپڑیوں پر ریوالور کے دستے مارے اور گاؤں کے بے ہوش ہونے پر عمران اور صفدر نے ان کی یونیفارم اتار کر اپنے لباس کے اوپر ہی پہن کر مشین گنتیں کندھوں سے لٹکا لیں۔ دروازے کے بائیں جانب دیوار کے پاس ایک قد آدم اور کشادہ آہنی الماری دیکھ کر عمران نے چوہان اور جولیا کو اس الماری کے پیچھے چھپنے کی ہدایت کی۔

”میرے آنے یا گسٹل ملنے تک تم دونوں یہیں رہو“..... عمران نے کہا اور مزید چند ہدایات دے کر صفدر کے ساتھ ہال کے آخری حصے کی طرف بڑھ گیا جہاں ایک نیم دیوار کے پاس رکھی تھی اور دونوں گاؤں یہی نیم اٹھانے آئے تھے۔ عمران اور صفدر نے مل کر نیم اٹھائی۔ نیم کے دونوں سرے ان کے کندھوں پر تھے۔ وہ دونوں ہال کے دروازے کی طرف بڑھے مگر پھر اچانک کسی خیال کے تحت عمران رک گیا۔ اس نے اپنے نچلے لباس سے رسٹ واچ سائز کے طاقتور ٹائم بم نکالے اور ان پر دس بجے کا وقت سیٹ کر کے بم یونیفارم کی جیب میں ڈال لئے۔ پھر وہ صفدر کے ساتھ ہال سے نکلا اور بائیں جانب بڑھنے لگا۔ سیٹلائٹ پلیٹ فارم کے پاس پہنچ

کر وہ رکے تو اسی لمحے بلیو یونیفارم والے دو افراد نے ان سے نیم لی اور سیٹلائٹ بینگر کی طرف لے گئے۔ عمران بھی ان کے ساتھ چل دیا۔ بینگر کے پاس موجود تین افراد ہاتھ میں اوزار لئے نیم اٹھانے والوں کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے نیم بینگر میں ایک خالی جگہ پر فٹ کی اورنٹ پولیس کی مدد سے اسے کئے گئے۔

عمران بینگر کے ساتھ ٹھہرا ہوا اس جگہ سے چند قدم آگے آیا اور نہایت صفائی کے ساتھ بینگر کے ایک نیم کے نیچے ایک ٹائم بم چپکا دیا۔ دوسرا ٹائم بم عمران نے وہاں سے چھ سات فٹ آگے ایک اور آہنی راڈز کی اندرونی جانب چپکا دیا۔ اس دوران صفدر اس کی نگرانی کرتا رہا لیکن کوئی عمران کی طرف متوجہ نہ ہوا بلکہ اکثر لوگ کرین کے جھولے میں سوار انجینئرز کی طرف دیکھ رہے تھے۔ عمران ٹھہرا ہوا واپس صفدر کے پاس آیا اور اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ہوا بائیں جانب کی ایک عمارت کی طرف بڑھ گیا جس کے باہر ایک مسلح گاڑی کھڑا تھا۔ پراجیکٹ کا کنٹرول روم اسی عمارت میں تھا۔ صفدر اور عمران کے درمیان چند قدم کا فاصلہ تھا۔ عمران سر جھکا کر اس گاڑی کی طرف دیکھ رہا تھا جو عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عمران کا ایک ہاتھ جیب میں تھا۔ وہ گاڑی کے قریب پہنچ کر رکا تو اس کی شکل دیکھ کر گاڑی چونک پڑا۔

”اوہ۔ کیا تم نئے آئے ہو؟“..... گاڑی نے عمران سے مخاطب ہو کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

دی۔ گارڈ خوفزدہ ہو کر پلٹا اور واش روم میں داخل ہو گیا۔ عمران بھی اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا جبکہ صفدر دوسرے گارڈ کو بھی اندر لے آیا۔ دو منٹ بعد وہ دونوں گارڈز کی یونیفارم حاصل کر چکے تھے اور گارڈ فرش پر بے ہوش پڑے تھے۔ پھر عمران کی ہدایت پر صفدر دونوں یونیفارم کا بنڈل بنا کر واپس اس عمارت کی طرف روانہ ہو گیا جس میں وہ چوہان اور جولیا کو چھوڑ کر آئے تھے اور عمران برآمدے کے باہر آ کر گارڈ کی جگہ ڈیوٹی دینے لگا۔ تقریباً بائیس منٹ بعد جولیا اور چوہان، صفدر کے ساتھ آتے دکھائی دیے لیکن اب انہوں نے یونیفارم پہنچ رکھے تھے جبکہ جولیا کے سر کے بال کیپ میں چھپے ہوئے تھے اور وہ سیٹلائٹ پلیٹ فارم سے کچھ فاصلے پر سے گزر رہے تھے۔

جلدی وہ تینوں عمرن کے قریب آ پہنچے اور عمران، صفدر کو اپنی جگہ کھڑا کر کے چوہان اور جولیا کے ساتھ عمارت میں داخل ہو گیا۔ دائیں جانب کی راہداری میں کنٹرول روم تھا جس کا دروازہ بند تھا جبکہ راہداری میں کوئی گارڈ موجود نہ تھا۔ عمران نے دروازے کا بنڈل گھمایا تو دروازہ کھل گیا۔ وہ چوہان اور جولیا کو باہر رکنے کا اشارہ کرتا ہوا اندر داخل ہوا۔ یہ ہال نما کمرہ تھا جس میں دیواروں پر بڑی بڑی سکرینیں نصب تھیں۔ دیواروں کے پاس میز پر مختلف قسم کی مشینیں اور کمپیوٹر رکھے تھے اور ان پر آپریٹر دروازے کی طرف پشت کئے سٹولوں پر بیٹھے کام کر رہے تھے۔ ہال میں بائیں

”ہاں۔ تم ذرا میرے ساتھ برآمدے میں چلو۔ تمہارے لئے ایک اچھی خبر لایا ہوں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو گارڈ حیران ہوتا ہوا عمران کے ساتھ برآمدے کی طرف بڑھ گیا۔ برآمدے سے آگے دائیں بائیں راہداریاں تھیں جبکہ واہنی جانب ایک دروازہ تھا جس پر واش روم لکھا ہوا تھا۔ اسٹے میں صفدر بھی ان کے قریب پہنچ گیا۔ عمران نے واش روم کے دروازے پر رک کر اپنی جیب سے چیونگم کاغذ نکالا اور پلٹ کر گارڈ کے سامنے کر دیا۔

”لو۔ تم یہ چیونگم کھاؤ۔ میں ذرا واش روم سے ہو کر آتا ہوں۔“ عمران نے گارڈ کے عقب میں آنے والے صفدر کو مخصوص اشارہ کرتے ہوئے کہا تو اس نے حیران ہوتے ہوئے چیونگم لے لیا۔ اسی لمحے واش روم سے ایک آدمی باہر آیا۔ وہ بھی گارڈ کی یونیفارم میں تھا۔ صفدر نے تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے جیب سے ریوالور نکالا اور پہلے گارڈ کی کمر سے لگا دیا۔

”خبردار۔ کوئی حرکت مت کرنا۔ ہاتھ بلند کرلو“..... صفدر نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو گارڈ بے اختیار اچھل پڑا۔ واش روم سے باہر آنے والے گارڈ نے حیرت سے صفدر کی طرف دیکھا اور اسی لمحے عمران نے اپنا ریوالور نکال کر اس پر تان لیا۔

”واپس واش روم میں چلو ورنہ سمجھو اڑا دوں گا“..... عمران نے دوسرے گارڈ سے تحکمانہ لہجے میں کہا اور ریوالور اس کی کینٹی سے لگا

جانب شمشے کا ایک کیمین تھا۔ اس میں ایک شخص بیٹھا سکرین پر سسٹائن کا منظر دیکھتا ہوا سکرین کے کش لے رہا تھا۔ دو آپرینڈ کی نگاہیں عمران پر پڑیں لیکن پھر وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ عمران اطمینان سے شمشے کے کیمین کی طرف بڑھنے لگا۔ اندر بیٹھے کنٹرول روم انچارج نے عمران کی طرف دیکھا تو وہ چونک پڑا۔ پھر وہ فوراً ہی میز پر نصب کنٹرول ہینل کا ایک بٹن پریس کر دیا جس کے نتیجے میں کیمین کا بند دروازہ کھل گیا۔ عمران کیمین کے پاس پہنچا اور دروازے سے اندر داخل ہو کر اس نے ایڈیٹر عمر کنٹرول کو فونی انداز میں سیلوٹ کیا۔

”ہاں۔ کیا بات ہے؟“..... کنٹرولر نے سخت لہجے میں پوچھا۔
 ”سر۔ سلیکیکل شاپ کی ایک دیوار میں گہری دراڑ پڑ گئی ہے۔ میں یہی اطلاع دینے آیا ہوں“..... عمران نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو کنٹرولر نے چونکتے ہوئے اپنی ریوالونگ چیئر کنٹرول ہینل کی طرف گھمائی اور ایک دو بٹن پریس کر کے سکرین کی طرف دیکھنے لگا۔ تب عمران نے تیزی سے ریوالور نکالا اور اس کی کنٹری سے نکال دیا۔

”خبردار۔ سکرین آف کر دو ورنہ موت کی وادی میں پہنچ جاؤ گے“..... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں آہستہ سے کہا تو کنٹرولر کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ اس نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے سکرین آف کر دی۔

”اب آرام سے بیٹھے رہو۔ ذرا بھی حرکت کی یا کسی کو متوجہ کرنے کی کوشش کی تو بلا دروغ فائر کر دوں گا“..... عمران نے کہا۔
 ”تت۔ تت۔ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟“..... کنٹرولر نے خوف سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”فنی الحال خاموش رہو“..... عمران نے اس کے عقب میں آتے ہوئے سرگوشیانہ انداز میں کہا اور ریوالور کی نال اس کی گردن سے لگا دی۔ اب کنٹرول روم میں موجود افراد میں سے کوئی اسے دیکھتا تو اسے ریوالور نظر نہ آتا۔ عمران نے دایچ ٹرانسمیٹر کا ونڈ بٹن باہر کھینچا اور تین سیکنڈ بعد اندر کو دبا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس نے چوہان کو سنٹل دیا تھا۔ تمویزی دیر بعد ہال کا دروازہ کھلا اور چوہان اندر آ گیا۔ عمران نے اسے اشارہ کیا تو وہ کیمین کی طرف بڑھا اور اندر آ گیا۔

”اپنا کام شروع کر دو۔ دس بجے کا وقت لگتا“..... عمران نے آئی کوڈ میں چوہان کو ہدایات دیں تو چوہان نے کیمین کی عقبی دیوار کی طرف منہ کر کے جیب سے دو ٹائم بم نکالے اور ان پر وقت سیٹ کر کے ایک ٹائم بم کنٹرولر کی آہنی کرسی کے عقب میں چپکا دیا۔ تب عمران نے کنٹرولر کے منہ پر یکدم ہاتھ جماتے ہوئے ریوالور کا دستہ اس کے سر میں مار دیا۔ کنٹرولر پر بے ہوش طاری ہو گئی اور عمران نے اس کا سر کرسی کی پشت سے اس طرح نکال دیا جیسے وہ سویا ہوا ہو۔ عمران کے اشارے پر چوہان نے دوسرا ٹائم بم

کیمین سے باہر آ کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے ایک آہنی میز کے نیچے چپکا دیا اور باہر نکل آیا۔ تب عمران بھی نازل انداز میں کنٹرولر کے کیمین سے نکلا اور دروازے کی طرف بڑھا تو اس نے اپنی جیب سے ایک ٹائم بم نکال لیا جس پر پہلے ہی اس نے ٹائم سیٹ کر رکھا تھا۔ اس نے کمرے سے باہر آ کر دروازہ بند کیا اور ٹائم بم دروازے کی بالائی جھت سے چپکا دیا اور پھر باہر کھڑے چوہان اور جولیا کے ساتھ برآمدے کی طرف بڑھ گیا۔ برآمدے کے باہر صفدر موجود تھا۔

وہ تینوں برآمدے سے نکل کر صفدر کی طرف بڑھے۔ اسی لمحے دائیں جانب واقع دو عمارتوں کے درمیان واقع ایک گلی نما راستے سے تین افراد نمودار ہوئے۔ ان میں ایک ادھیڑ عمر سادہ لباس شخص تھا جبکہ دو گارڈز تھے۔ وہ تینوں تیزی سے پراجیکٹ کے آخری حصے کی طرف بڑھتے چلے گئے جہاں میکینیکل شاپ تھی۔ ان کی رفتار سے عمران نے اندازہ لگایا کہ وہ جلدی میں ہیں۔ شاید انہیں اس ہال کمرے کی دیوار میں ہونے والے شگاف کا پتہ چل گیا تھا۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کو پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور اسی گلی کی طرف بڑھنے لگا جس طرف سے ادھیڑ عمر آفیسر اور گارڈز باہر آئے تھے اور میکینیکل شاپ میں بے ہوش پڑے گارڈز کے بیان کے مطابق پراجیکٹ سے باہر نکلنے کا راستہ بھی اسی جانب تھا۔

عمران، جولیا، چوہان اور صفدر آگے پیچھے چلتے ہوئے اس گلی

میں داخل ہوئے تو وہاں میں پچیس قدم کے فاصلے پر اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں تھیں اور سیڑھیوں کے ساتھ ہی ایک ڈھلوان تھی جو شاید گاڑیوں کے آنے جانے کے لئے بنائی گئی تھی لیکن اس وقت اس کی بلندی پر واقع گیٹ بند تھا جبکہ سیڑھیوں کا گیٹ کھلا تھا۔ اس وقت سیڑھیوں پر کوئی نہ تھا۔ چنانچہ عمران اور اس کے ساتھی اطمینان سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچ گئے۔ سامنے جزیرے کی بالائی سطح پر ایک وسیع و عریض ہیلی پڈ واقع تھا اور دائیں بائیں عمارتیں تھیں۔ بلند و بالا دائرہ پر دار رنگ لائش روشن تھیں جبکہ ہیلی پڈ کے چاروں اطراف میں بھی کیمبوں پر مرکزی لائش جل رہی تھیں۔

عمارتوں کی چھتوں پر مواصلاتی آلات اور انجینے نصب تھے۔ بائیں جانب کی عمارتوں کے عقب میں بلند و بالا چٹانوں پر ریڈار اور اینٹی ایئر کرافٹ گنیں دکھائی دے رہی تھیں۔ دائیں جانب ایک آہنی گیٹ تھا جس کے پاس چند گاڑیوں مستعد کھڑے تھے۔ گیٹ سے متصل ایک عمارت کی جھت پر بجلی کے کئی پوٹر نصب تھے جن سے مختلف اطراف میں کیبلو جاری تھیں۔ یقیناً وہ جزیرے کا پاور ہاؤس تھا اور وہاں سے پورے جزیرے کو بجلی سپلائی کی جاتی تھی۔ پاور ہاؤس سے اگلی عمارت کے باہر ایک جیب کھڑی تھی اور وہاں دو گارڈز موجود تھے۔ ہیلی پڈ کے آخری سرے پر دو ہیلی کاپٹر موجود تھے اور وہاں دو مسلح گارڈز ٹہل رہے تھے۔ بائیں جانب کی عمارتوں کے باہر بھی دو گارڈز ڈیوٹی دے رہے تھے۔

نکل کر زیر زمین پراجیکٹ کی سیڑھیوں کی طرف دوڑ رہے تھے۔
یقیناً وہ عمارت سیکورٹی آفس تھی اور اس کے باہر خالی جیب کھڑی
تھی۔

دس سیکنڈ زیادہ وقت نہیں تھا۔ عمران ابھی پاور ہاؤس کے گیٹ
سے بمشکل پندرہ قدم آگے پہنچا تھا کہ اچانک ایک کان بھاڑ
دھا کے ساتھ ہی ہر طرف تاریکی پھیل گئی اور عمران منہ کے بل
زمین پر گر گیا۔ تاریکی پھیلنے ہی گارڈز میں افراتفری پھیل گئی جبکہ
برقی رو معطل ہونے پر سائزن خاموش ہو گیا تھا۔ پاور ہاؤس میں
آگ بجڑک اٹھی تھی۔ گرنے سے عمران کے گھٹنے میں چوٹ آئی تھی
لیکن اس نے چوٹ کی پرداہ نہ کی اور فوراً ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔
وہ جانتا تھا کہ ابھی زیر زمین موجود اور ساحل کی نگرانی کرنے والے
تمام گارڈز وہاں پہنچ جائیں گے اور اس کے ساتھی پھنس کر رہ
جائیں گے۔ کئی محافظ پاور ہاؤس کی طرف آ رہے تھے۔ عمران
تیزی سے دوڑتا ہوا جیب کی طرف بڑھا جس کا رخ دوسری جانب
تھا۔ وہ جیب کے عقب میں اس میں سوار ہوا اور سیٹ بھلا گ کر
ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چابی انکیشن میں موجود تھی۔ اس نے
تیزی سے جیب اسٹارٹ کی اور رن دے کے ساتھ ساتھ اس سمت
دوڑانے لگا جدھر دونوں ٹیلی کا پٹر موجود تھے۔ ساتھ ہی اس نے
واچ ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو صفدر۔ عمران کالنگ۔ اور“..... عمران نے صفدر کو کال

سیڑھیوں کے پاس کسی محافظ کو نہ پا کر عمران نے اپنے ساتھیوں
کو ہدایات دیں اور وہ تینوں بائیں جانب کی عمارتوں کی طرف بڑھ
گئے۔ عمران پاور ہاؤس کی طرف بڑھنے لگا۔ اس عمارت کے
احاطے کے گیٹ پر ایک گارڈ ٹھہل رہا تھا۔ عمران نارمل انداز میں
چلتا ہوا گیٹ کے پاس پہنچا تو گارڈ نے غور سے عمران کی طرف
دیکھا لیکن عمران رکے بغیر سر جھکائے گیٹ سے اندر داخل ہو گیا تو
گارڈ اس کے پیچھے لپکا۔ عمران نے اسے آتے دیکھا تو وہ یکدم
جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے لٹو کی مانند اس کی طرف گھوما اور جیب
سے ریولور نکال کر اس کے سینے سے لگا دیا۔ ٹھیک اسی لمحے
جزیرے کی فضا خطرے کے سائزن سے گونجنے لگی۔

عمران چونکا اور ساتھ ہی اس نے ریولور کا ٹریگر دبا دیا۔ بے
آواز گولی گارڈ کے دل میں اتر گئی اور وہ چیختے بغیر ہی فرش پر گر
گیا۔ عمران نے تیزی سے اس کو بازو پکڑ کر گھسیٹا اور گیٹ کے پہلو
میں پرانے ٹرانسفارمر کی آڑ میں ڈال دیا۔ باہر سائزن کے شور میں
لوگوں کے بھاگنے دوڑنے کی آوازیں بھی شامل ہو گئی تھیں۔ پاور
ہاؤس کے احاطے میں چار بڑے بڑے جزیر چل رہے تھے۔ ان
کی دوسری جانب عمارت کا برآمدہ تھا۔ عمران نے تیزی سے جیب
سے ایک ٹائم بم نکالا اور اس پر دس سیکنڈ کا وقت سیٹ کر کے جزیر
کی درمیانی جگہ پر اچھال دیا اور پھر پلٹ کر گیٹ سے نکلا اور تیزی
سے اگلی عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ اس عمارت سے کئی مسلح گارڈز

کرتے ہوئے کہا۔

”بس عمران صاحب۔ صفدر اٹھنگ یو۔ اور“..... چند لمحوں بعد صفدر کی آواز سنائی دی۔

”وقت کم ہے۔ تم لوگ ٹائم بموں پر چند سیکنڈ کا وقت لگا کر عمارتوں کے برآمدوں میں بھیسکتے ہوئے ہیلی کاپٹرز کی طرف آؤ۔ میں جیب میں اسی طرف جا رہا ہوں۔ اور اینڈ آل“..... عمران نے جلدی سے ہدایات دیتے ہوئے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ ٹھیک اسی لمحے عقب سے جیب کی طرف فائرنگ ہونے لگی لیکن عمران نے جیب نہ روکی کیونکہ اب رکنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ نیم تاریکی میں چند افراد فائرنگ کرتے ہوئے جیب کے پیچھے بھاگے چلے آ رہے تھے۔ عمران نے اپنی جیب سے ایک ٹائم بم نکالا اور اس پر پانچ سیکنڈ کا وقت لگا کر عقب کی جانب اچھال دیا۔ چند سیکنڈ بعد اس کے عقب میں تیس چالیس قدم دور ایک زور دار دھماکہ ہوا اور فائرنگ بند ہو گئی۔ اتنے میں جیب ہیلی کاپٹروں کے قریب جا پہنچی اور عمران جیب روک کر باہر کود گیا۔ ہیلی کاپٹرز کے پاس ڈیوٹی دینے والے گارڈز اب غائب ہو چکے تھے۔ شاید وہ بھی پاور ہاؤس کی طرف بھاگے تھے۔ عمران دوڑتا ہوا ایک ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچا ہی تھا کہ سیڑھیوں کے قریب بائیں جانب کی عمارت میں زور دار دھماکہ ہوا اور عمارت کے برآمدے سمیت اگلا حصہ تباہ ہو گیا۔ پھر وقفے وقفے سے دھماکے ہونے

لگے۔ عمران تیزی سے ہیلی کاپٹر میں سوار ہوا اور پائلٹ سیٹ سنبھال لی۔ یہاں زیادہ گہری تاریکی تھی اس لئے وہ کسی کو نظر نہ آ سکتا تھا۔ جزیرے پر چیخ و پکار اور افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ تقریباً ایک منٹ بعد تین سائے آگے پیچھے دوڑتے ہوئے ہیلی کاپٹروں کے قریب پہنچے تو عمران نے فوراً ہی انجن بند کر دیا۔ تب وہ تینوں سائے اس ہیلی کاپٹر کی طرف لپکے اور کھلے دروازے سے اندر آ گئے۔ وہ چوہان، جولیا اور صفدر تھے۔

آئے تو انہوں نے کرنل فالکن کو سیلوٹ کیا۔ ان میں سب سے آگے آبدوز کا کپتان تھا اور اس کے ساتھ چھ گارڈز تھے۔
 ”کیپٹن بورس۔ غار کے باہر کی کیا پوزیشن ہے“..... کرنل فالکن نے تیزی سے پوچھا۔

”سر۔ غار کے دہانے سے اندر فرش گھٹا ہے جیسے کچھ لوگ بھیکے ہوئے وہاں موجود رہے ہوں۔ ایک جگہ چار ہو پر بھی پڑے ملے ہیں اور موڑ کے پاس ایک کھوہ سے غوطہ خوری کے لباس بھی برآمد ہوئے ہیں۔ البتہ غار کے باہر دور تک نہ تو کوئی کشتی ملی ہے اور نہ آبدوز“..... کیپٹن بورس نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ چار افراد ہو پر کی مدد سے تیرتے ہوئے غار میں آئے تھے اور انہوں نے کسی خاص کیمیکل کی مدد سے دیوار میں شکاف کیا۔ یقیناً وہ یہاں سے پراجیکٹ میں داخل ہوئے ہیں۔“ کرنل فالکن نے غراتے ہوئے کہا۔

”یس ہاس۔ یہی معلوم ہوتا ہے“..... کیپٹن بورس نے شکاف کی طرف دیکھتے ہوئے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”تم لوگ واپس جاؤ اور غار کے دہانے کے پاس ٹھہرو۔“ کرنل فالکن نے تیزی سے کہا اور پلٹ کر شکاف کے راستے غارت میں آ گیا۔ اس کے ساتھ آنے والے دونوں محافظ اندر آ گئے اور کرنل فالکن دوڑتا ہوا بائیں جانب دیوار پر نصب ٹیلی فون کی طرف پکا۔ اس نے ہک سے رسیور اتار کر تیزی سے چند نمبر پر پریس کر دیئے۔

کرنل فالکن نے مکینیکل شاپ میں آ کر دیوار میں واقع شکاف کا جائزہ لیا تو اسے حیرت کا جھٹکا لگا اور پھر وہ شکاف میں داخل ہو کر دوسری جانب غار میں آ گیا۔ اس کے ساتھ آنے والے گارڈز میں سے ایک نے ٹارچ روشن کی اور اس ٹارچ کی روشنی میں شکاف کے پہلو میں پڑے پتھروں کا ڈھیر دیکھ کر کرنل فالکن کو حیرت ہوئی۔ اس نے ایک پتھر کو ہاتھ میں پکڑا تو وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ وہ پتھر موم کی طرح نرم تھا اور اس پر انگلیوں کے نشانات بھی تھے۔ کرنل فالکن نے تیزی سے چند اور پتھر دیکھے تو سب ایک جیسے نرم تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی آدمی نے شکاف کی پتھر ملی دیوار کو نرم کرنے کے بعد ہاتھوں سے کھرچ کر پتھروں کو نکالا ہو۔ اسی لمحے غار کی دوسری جانب سے چند افراد ٹارچیں روشن کئے نمودار ہوئے اور ان کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ لوگ قریب

”سر۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ ہم ابھی ان اجنبیوں کو تلاش کر لیں گے“..... کرنل فالکن نے کہا اور وہاں موجود سیکورٹی گارڈز کی طرف دیکھا۔

”تم لوگ ادھر ادھر پھیل کر عمارتوں میں غیر ملکی ایجنٹوں کو تلاش کرو۔ جو بھی اجنبی دکھائی دے اسے پکڑ لو یا گولی مار دو۔ وہ دشمن ایجنٹ یہیں کہیں چھپے ہوں گے“..... کرنل فالکن نے بلند آواز میں کہا اور ٹھیک اسی لمحے پراجیکٹ کی چھت سے دھماکے کی ہلکی سی آواز کے ساتھ ہی وہاں تاریکی پھیل گئی۔

”اوہ۔ یقیناً پاور ہاؤس میں دھماکہ ہوا ہے۔ تم لوگ یہیں ٹھہرو اور سیٹلائٹ کی حفاظت کرو“..... کرنل فالکن نے سیکورٹی گارڈز سے مخاطب ہو چیتے ہوئے کہا۔

کرنل فالکن کے ساتھ آنے والے ایک گارڈ نے نارنج روشن کی تو کئی دوسرے محافظوں نے بھی نارنج روشن کر دیں اور کرنل فالکن دونوں گارڈز کے ساتھ میزبیں کی طرف دوڑنے لگا۔ وہ میزبیں کے پاس پہنچا ہی تھا کہ اوپر سے کئی گارڈز تیزی سے نیچے آتے دکھائی دیے۔ دو کے پاس نارنجیں تھیں۔ کرنل فالکن کو دیکھ کر وہ رک گئے۔

”واپس چلو۔ دشمن اوپر ہے“..... کرنل فالکن نے رکے بغیر چیتے ہوئے کہا تو گارڈز پلٹ کر دوبارہ میزبیاں چڑھنے لگے۔ کرنل فالکن بھی تیزی سے میزبیاں چڑھنے لگا۔ ٹھیک اسی لمحے اوپر سے

”ہیلو۔ نکسن سیٹنگ“..... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

”فالکن بول رہا ہوں نکسن۔ غار کے شگاف کے راستے چار افراد پراجیکٹ میں داخل ہوئے ہیں۔ خطرے کا سائرن بجا دو اور گارڈز کو پراجیکٹ میں بھیج دو۔ ہری اپ“..... کرنل فالکن نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا اور ریسورہک سے لٹکا کر ہال سے باہر دوڑ پڑا۔ وہ دروازے کے پاس پہنچا ہی تھا کہ پراجیکٹ کی فضا میں خطرے کا سائرن چٹکھڑانے لگا۔ کرنل فالکن ہال سے باہر آیا تو سیٹلائٹ کے آس پاس موجود محافظوں اور کام کرنے والے انجینئرز میں کھلبلی مچ گئی۔ میز کے پاس بیٹھا جنرل کنکارڈ بھی بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ کرنل فالکن کو آتے دیکھ کر جنرل کنکارڈ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کرنل فالکن دوڑتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔

”کیا ہوا کرنل۔ یہ سائرن کیوں بجایا گیا ہے“..... جنرل کنکارڈ نے غصے سے چلاتے ہوئے پوچھا۔

”سر۔ چار افراد ایک غار میں نقب لگا کر مکینیکل شاپ کے راستے اس طرف آئے ہیں اور یقیناً وہ پاکیشیائی ایجنٹ ہی ہیں۔“..... کرنل فالکن نے جلدی سے کہا۔

”کیا بک رہے ہو کرنل۔ تم نے تو کہا تھا کہ تمہاری نگاہوں سے بچ کر چڑیا تک یہاں نہیں آ سکتی“..... جنرل کنکارڈ نے چیختے ہوئے کہا۔

فائرنگ کی آواز سنائی دینے لگی۔ کرنل فالکن کے آگے دوڑنے والے گارڈز اوپر پہنچ گئے۔ کرنل فالکن آخری میزمری پر پہنچا ہی تھا کہ ایک زور دار دھماکے سے فائرنگ کا سلسلہ رک گیا۔ کرنل فالکن یکدم رکا اور پھر میزمریوں کے دروازے سے نکل کر اوپر پہنچا تو بائیں جانب کی پہلی عمارت میں دھماکہ ہوا اور اس کا اگلا حصہ تباہ ہو گیا۔ پاور ہاؤس میں لگی آگ کی روشنی میں کرنل فالکن نے وہاں کا جائزہ لیا۔ جزیرے کے محافظ ادھر ادھر دوڑ رہے تھے جبکہ کچھ محافظ پاور ہاؤس کی طرف بھاگے چلے آ رہے تھے اور کرنل فالکن کی جیب سیکورٹی آفس کے باہر موجود ہونے کی بجائے ہیلی پیڈ کے آخری سرے پر موجود تھی۔

کرنل فالکن سیکورٹی آفس کی عمارت کی طرف دوڑا اور اسی لمحے بائیں جانب کی ایک اور عمارت زور دار دھماکے سے تباہ ہو گئی۔ کرنل فالکن ہانگوں کی مانند دوڑتا ہوا سیکورٹی آفس کے پاس پہنچا ہی تھا کہ بائیں جانب کی تیسری اور چوتھی عمارت میں بیک وقت دھماکے ہوئے اور کرنل فالکن ایک جھٹکے سے رک گیا۔ ٹھیک اسی لمحے ہیلی کاپڑ کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سن کر کرنل فالکن نے اس سمت دیکھا تو بے ساختہ اچھل پڑا۔ ایک ہیلی کاپڑ شارٹ ہو چکا تھا۔ کرنل فالکن نے سوچا کہ شاید اس کا ماتحت اور کنٹرول روم انچارج ٹکسن جان بچانے کے لئے ہیلی کاپڑ میں وہاں سے نکلنا چاہتا ہے لیکن دوسرے ہی لمحے ایک اور زور دار دھماکہ ہوا۔ یہ

دھماکہ ہیلی کاپڑ کے بائیں جانب ایک عمارت میں ہوا تھا اور برآمدے کے باہر رکھے ککڑی کے کارشن نے آگ پکڑ لی تھی۔ کرنل فالکن کو اس کی روشنی میں تین افراد ہیلی کاپڑ کے دروازے کے پاس دکھائی دیئے۔ وہ گرین یونیفارم والے گارڈز ہی تھے مگر ان میں سے ایک کے سر پر کیپ نہیں تھی اور اس کے لمبے بال تیز ہوا میں لہرا رہے تھے۔ اگرچہ اس گارڈ کا رخ ہیلی کاپڑ کے دروازے کی طرف تھا اور وہ اس میں سوار ہو رہا تھا لیکن کرنل فالکن کو یقین ہو گیا کہ وہ گارڈ کوئی ٹرکی ہے۔ دوسرے ہی لمحے وہ ہولسر سے ریوالور نکالتا ہوا ہیلی کاپڑ کی طرف دوڑنے لگا۔ جزیرے پر جنرل کنکارڈ کی سیکورٹی کے سوا کوئی عورت نہ تھی او۔ سیکورٹی پراجیکٹ میں تھی اس لئے کرنل فالکن کو یقین ہو گیا کہ اس لڑکی سمیت گارڈ کی یونیفارم میں ملبوس تینوں افراد پاکیشیائی ایجنٹ ہی ہیں۔

”روکو۔ رکو۔ ہیلی کاپڑ کو بلند ہونے سے پہلے ہی چھلنی کر ڈالو“..... کرنل فالکن نے اپنے عقب میں دوڑنے والے گارڈز سے چیخے ہوئے کہا تو دونوں گارڈز اپنی مشین گنوں سے ہیلی کاپڑ پر فائرنگ کرنے لگے۔ اتنے میں تینوں افراد ہیلی کاپڑ میں سوار ہو گئے اور ہیلی کاپڑ فضا میں بند ہونے لگا۔ گارڈز دوڑتے ہوئے فائرنگ کر رہے تھے اس لئے گولیاں ہیلی کاپڑ تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر کرنل فالکن رکا اور اس نے نشانہ لے کر اپنے ریوالور سے فائر کیا۔ اتنے میں ہیلی کاپڑ زمین سے جالیس پچاس فٹ تک بلند

ہو چکا تھا۔ چنانچہ گولی ہیلی کاہر کے فیول ٹینک میں لگی۔ اس کے باوجود ہیلی کاہر فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ کافی بلندی پر پہنچ کر ہیلی کاہر مشرق کی سمت اڑتا ہوا عمارتوں اور پہاڑیوں کے پیچھے غائب ہو گیا۔

کرنل فالکن جھپٹے سے رکا اور پلٹ کر سیکورٹی آفس کی طرف دوڑنے لگا۔ دونوں گارڈ بھی اس کے پیچھے لپکے۔ وہ نارنج کی روشنی میں سیکورٹی آفس کے پاس پہنچے تو وہاں ٹکسن کھڑا ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”ٹکسن۔ جلدی کرو۔ وائزلیس پر ایئر فورس کو اطلاع دو۔ مجرم ہیلی کاہر میں فرار ہو گئے ہیں“..... کرنل فالکن نے حلق کے بل چیختے ہوئے ٹکسن سے کہا تو ٹکسن بوکھلا کر سیکورٹی آفس کے دروازے کی طرف دوڑتا چلا گیا۔

صفر، جولیا اور چوہان کے اندر آتے ہی عمران نے ہیلی کاہر کو زمین سے بلند کر دیا لیکن اسی لمحے فائرنگ ہونے لگی اور کئی گولیاں دھکتے ہوئے انگاروں کی مانند ہیلی کاہر کے نیچے سے گزر گئیں۔

”جھک جاؤ“..... عمران نے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھی بے اختیار جھک گئے۔ عمران نے عقب کا جائزہ لیا تو تین افراد سیکورٹی آفس کی جانب سے ہیلی کاہر کی سمت دوڑ رہے تھے اور مشین گنوں سے ہیلی کاہر پر فائرنگ کر رہے تھے۔ عمران سمجھ گیا کہ سیکورٹی والوں کو پتہ چل گیا ہے کہ ہیلی کاہر میں ان کے دشمن ہیں۔ اسی لمحے ایک گولی ہیلی کاہر میں آ گئی اور ہیلی کاہر ذرا سا ڈگمگایا لیکن عمران نے فوراً ہی کنٹرول سنبھال لیا اور پھر بلندی پر پہنچ کر ہیلی کاہر کا رخ جزیرے کی ساحلی پہاڑیوں کی طرف کر دیا

پرائیکٹ میں داخل ہوئے تھے وہاں ایک آبدوز موجود تھی۔ آبدوز کی چھت پانی سے باہر تھی اور اس پر ایک آدمی کھڑا ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آبدوز کو دیکھ کر فوراً ہی عمران کے ذہن میں ایک خیال آ گیا۔ اس نے فیول گینچ پر نگاہ ڈالی تو نیٹنگی خالی ہونے کے قریب تھی۔ اس صورت میں دس بارہ کلومیٹر سے زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا جاسکتا تھا۔

”سنو۔ میں ہیلی کاپٹر اتارتا ہوں۔ تم نے آبدوز پر کھڑے آدمی کو قابو کرنا ہے“..... عمران نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر اس نے ہیلی کاپٹر آبدوز کی طرف موڑا اور بلندی کم کرنے لگا۔ صفدر ایکشن لینے کے لئے تیار ہو گیا۔

”ہیلو۔ کیپٹن بورس کالنگ۔ اور“..... دفعتاً ہیلی کاپٹر کے وائرلیس سے آواز بلند ہونے لگی اور عمران چونک پڑا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ آبدوز کا کپتان کال کر رہا ہے۔

”لیس کیپٹن بورس۔ رائن ریسیگ یو۔ اور“..... عمران نے وائرلیس کا مائیک آن کرتے ہوئے کہا۔

”تمہارے ہیلی کاپٹر کے فیول ٹینک سے فیول گر رہا ہے۔ تم کہاں جا رہے تھے۔ اور“..... کیپٹن بورس نے پوچھا۔

”فیول ٹینک میں چند لمحوں کا فیول باقی ہے اور میرے ساتھ باس کرئل فالکن ہیں۔ ہم آبدوز پر اترنا چاہتے ہیں۔ تمہارے پاس کتنے گارڈز ہیں۔ اور“..... عمران نے مضطربانہ لہجہ میں کہا۔

کیونکہ ساحل کی جانب جانے میں اندیشہ تھا کہ وہاں بھی انہیں ٹارگٹ بنانے کی کوشش کی جائے گی۔

”اوہ۔ فیول ٹینک میں سوراخ ہو گیا ہے“..... دفعتاً صفدر نے چیخ کر کہا جو کھڑکی سے ہیلی کاپٹر کے باہر دیکھ رہا تھا۔ تب عمران نے بھی چوکتے ہوئے فیول ٹینک کا جائزہ لیا۔ فیول ٹینک میں ایک سوراخ سے پٹرول خارج ہو رہا تھا۔ جولیا اور چوہان بھی پریشان ہو گئے۔ ظاہر ہے فیول ٹینک خالی ہونے کے بعد ہیلی کاپٹر کا گرتا یقینی تھا اور سمندر میں گر کر وہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ عمران کے چہرے پر پریشانی کی تاثرات نمایاں تھے جبکہ چوہان کھڑکی سے سر نکالے فیول ٹینک سے گرتے پٹرول کو دیکھ رہا تھا۔

”اوہ۔ اب کیا ہو گا عمران صاحب“..... چوہان نے پلٹ کر عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”تقدیر کا لکھا کون مٹا سکتا ہے۔ ہم مر بھی گئے تو دنیا کا نظام یونہی چلتا رہے گا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مرنا ہی تھا تو جزیرے سے بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔“ جولیا نے غراتے ہوئے کہا۔

”وہاں کنوارہ مرتا تو جنازہ جائز نہ ہوتا۔ سمندر میں ڈوب مرنے والے کا جنازہ نہیں پڑھا جاتا“..... عمران نے اطمینان سے کہا لیکن اس کی نگاہیں مسلسل نیچے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر جزیرے کی فضا سے باہر آتے ہی وہ چونک پڑا۔ جس غار کے ذریعے وہ

”صرف ایک گاڑی اوپر ہے۔ باقی غار میں ہیں۔ تم لوگ سیزمی سے آبدوز پر اترو۔ اور“..... کیپٹن بورس نے تیزی سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تمہارے پاس عملہ کے کتنے افراد ہیں۔ اور“۔

عمران نے ہیلی کاپٹر آبدوز کے اوپر لاتے ہوئے کہا۔

”تین ہیں۔ کیا گاڑی کو طلب کر لوں۔ اور“..... کیپٹن بورس نے پوچھا۔

”نہیں۔ انہیں غار میں ڈیوٹی دینے دو۔ اور“..... عمران نے کہا اور وائریس آف کر دیا۔ پھر مزید بلندی کم ہونے پر اس نے ہیلی کاپٹر کو آبدوز سے پندرہ بیس فٹ کی بلندی پر روکا اور صفدر نے دروازہ کھول کر ریسوں کی سیزمی نیچے لٹکا دی۔ سیزمی آبدوز کی چھت سے چھوٹنے لگی اور صفدر اس کے ذریعے آبدوز پر اترنے لگا۔ آبدوز پر کھڑا گاڑی سر اٹھائے اس کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن جوئی صفدر اس کے قریب پہنچا صفدر نے سیزمی کے ساتھ زور سے جمولا لیا اور اس کے دونوں پاؤں گاڑی کے سینے پر زور سے پڑے۔ گاڑی اچھل کر آبدوز کی چھت کے کنارے پر پشت کے بل گرا اور نیچے پانی میں لڑھک گیا۔ وہ سمندر میں گر کر ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ صفدر آبدوز پر قدم جھاتے ہی لیٹ گیا۔ پھر اس نے جیب سے سائیکلنسر لگا ریوالور نکالا اور گاڑی کے چہرے پر فائر کر دیا۔ بے آواز گولی گاڑی کے سر میں لگی اور وہ بے جان ہو کر پانی میں غائب ہو گیا۔ اس گاڑی سے جان چھڑانے کے لئے صفدر نے یہ طریقہ اس لئے

اختیار کیا تھا کہ آبدوز میں سکرین پر انہیں دیکھنے والے کیپٹن بورس کو شبہ نہ ہو اور وہ صفدر کی حرکت کو اتفاقہ سمجھے۔

صفدر کے بعد چوہان اور جولیا اترنے لگے تو عمران نے اس کے کھلے بال دیکھ کر فوراً اپنی کیپ جولیا کے حوالے کی اور جولیا کیپ میں بال چھپا کر سیزمی سے نیچے اترنے لگی۔ عمران نے فیول گینج کی طرف دیکھا تو سوئی ٹینک خالی ہونے کے نشان پر پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ جولیا کے آبدوز پر پہنچنے ہی اس نے ہیلی کاپٹر کا رخ جزیرے کی مخالف سمت کر کے یکدم رفتار میں اضافہ کر دیا اور خود دروازہ کھول کر نیچے چھلانگ لگا دی۔ وہ ایک چھپا کے سے سمندر میں گرا جبکہ ہیلی کاپٹر زخمی کبوتر کی طرح ڈمگماتا ہوا تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ عمران نے خود کو سنبھالا اور ہاتھ پاؤں مارتا ہوا سطح آب پر آ گیا۔ ہیلی کاپٹر فضا میں اڑتا ہوا بتدریج سمندر کی طرف جھٹکا چلا جا رہا تھا۔ پھر وہ تقریباً ایک کلومیٹر دور سمندر میں گرنا ہوا دکھائی دیا تو عمران پلٹ کر آبدوز کی طرف تیرنے لگا۔ آبدوز پر کھڑے اس کے ساتھی بے تاب تھے عمران کی طرف دیکھ رہے تھے۔ فاصلہ زیادہ نہ تھا۔ عمران تیرتا ہوا آبدوز کے پاس پہنچا تو صفدر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچ لیا۔

”ریوالور نکال لو۔ اب ہمیں اس آبدوز میں سفر کرنا ہے“۔ عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا اور آبدوز کے اس ہول کی طرف بڑھا جس میں اندر اترنے کے لئے آہنی سیڑھیاں تھیں۔ وہ

چاروں آبدوز میں پہنچے ہی تھے کہ آبدوز کے اندر خطرے کا سائرن بجنے لگا۔ یقیناً پاکستان نے سکرین پر ان کی مشکلیں دیکھ لی تھیں اور ان میں کرنل فالکن کو نہ پا کر اس نے خطرہ محسوس کر لیا تھا۔ چنانچہ عمران نے جلدی سے آبدوز کے کنٹرول روم کا رخ کیا اور صفدر کو چوہان کے ساتھ انجن روم میں قبضہ کرنے کی ہدایت کرتے ہوئے سمجھا دیا کہ عملہ کے افراد کے ہلاک یا زخمی کرنے سے گریز کیا جائے۔ جولیا، عمران کے ساتھ کنٹرول روم میں داخل ہوئی تو بائیں جانب سے اچانک ایک مشین گن کی نال عمران کے پہلو میں آ گئی۔

”خبردار۔ ہاتھ بلند کر لو ورنہ چھلنی کر دوں گا“..... مگن برادر نے تھکسانہ لہجے میں کہا تو عمران نے کن انھیوں سے اس طرف دیکھا۔ مگن برادر نیوی کی مخصوص یونیفارم میں آبدوز کا کوئی آفیسر معلوم ہوتا تھا۔ کنٹرول روم میں اس کے سوا کوئی نہ تھا۔ سامنے چند سکرینیں روشن تھیں۔ ان میں سے ایک پر چوہان اور صفدر انجن روم میں داخل ہوتے دکھائی دے رہے تھے جبکہ ایک پر آبدوز کا بیرونی منظر دکھائی دے رہا تھا۔

”کیپٹن بورس۔ میں بلی کاپٹر کا پائلٹ رابن ہوں“..... عمران نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے مگن برادر سے کہا۔

”کرنل فالکن کہاں ہیں اور یہ عورت کون ہے۔ تمہارے دونوں ساتھی انجن روم میں کیوں گئے ہیں“..... مگن برادر نے سخت لہجے

میں پوچھا۔ عمران کے اندازے کے مطابق یہ کیپٹن بورس ہی تھا۔ ”مجھے افسوس ہے کیپٹن۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ میں تمہیں باس کے مرنے کی خبر دیتا۔ وہ شدید زخمی تھے اور میں انہیں فوری طور پر شہر لے جانا چاہتا تھا لیکن تم سے بات کرنے کے بعد جب باس کو آبدوز پر اتارنے کے لئے اٹھایا تو وہ دم توڑ چکے تھے۔ کرنل فالکن نے مجھے ہدایت کی تھی کہ اگر وہ مرجائیں تو ان کی لاش بلی کاپٹر میں چھوڑ کر ہم اپنی جانیں بچانے کی کوشش کریں۔ وہ دونوں جو انجن روم میں گئے ہیں گارڈز ہیں اور خطرے کا سائرن سن کر میں نے ہی انہیں انجن روم میں بھیجا ہے تاکہ وہ خطرے کی نوعیت معلوم کر سکیں“..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ۔ تم چاروں دشمن ایجنٹ ہو۔ مجھے ابھی ابھی باس نے وارنٹس پر اطلاع دی ہے کہ تم جزیرے پر تباہی پھیلا کر بلی کاپٹر میں فرار ہو رہے ہو اور تمہارے بلی کاپٹر کے فیول ٹینک میں سوارخ ہے اس لئے جو نبی بلی کاپٹر سمندر میں گرے تم لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ کرنل فالکن کے فائر سے ہی بلی کاپٹر کے فیول ٹینک میں سوارخ ہوا تھا“..... کیپٹن بورس نے غراتے ہوئے کہا تو عمران پکڑا کر رہ گیا۔ ٹھیک اسی لمحے سکرین پر آبدوز کے باہر کے منظر میں تین جنگی طیارے نمودار ہوئے۔

”اوہ۔ یہ ایئر فورس کے طیارے کیا جزیرے پر لینڈنگ کریں گے“..... عمران نے چوکتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ یہ کرل فالکن کے حکم پر بلی کا پٹر کو گھرنے کے لئے آئے ہیں۔“ کیپٹن بورس نے سکرین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اس کی توجہ ہٹتے ہی جولیا نے بجلی کی سی تیزی سے کیپٹن بورس کے ہاتھوں پر زور دار ٹھوکر مار دی۔ کیپٹن بورس کے ہاتھ سے مشین گن گر گئی۔ اس کے ساتھ ہی عمران کا زور دار گھونسا کیپٹن بورس کے جڑے پر پڑا اور وہ کراہتا ہوا لڑکھڑا کر عقب میں دیوار سے جا ٹکرایا۔ جولیا نے فوراً ہی ریوالور نکالا اور اس پر تان لیا۔

”ہاتھ بلند کر لو ورنہ کھوپڑی میں سوراخ کر دوں گی۔“ جولیا نے غراتے ہوئے کہا تو کیپٹن بورس نے خوفزدہ ہو کر ہاتھ بلند کر لئے۔ ”سنو کیپٹن۔ اگر تم زندگی چاہتے ہو تو میرے احکامات کی تعمیل کرو۔“ عمران نے فرش سے مشین گن اٹھا کر کیپٹن بورس کے سینے سے لگاتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”تم۔ تم کیا چاہتے ہو۔ کیا تم پاکیشیائی ایجنٹ ہو؟“ کیپٹن بورس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ ہم ڈچھ ایجنٹ ہیں۔ جزیرے کے اوپر تمام عمارتیں تباہ ہو چکی ہیں اور پراجیکٹ بھی تباہ ہوئے والا ہے۔ تم فوراً آبدوز کی روانگی کا حکم دو ورنہ تمہیں قتل کر کے میں خود کنٹرول سنبھال لوں گا۔“ عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ کیپٹن بورس کا چہرہ خوف سے سیاہ پڑ گیا۔ پھر عمران کے اشارے پر وہ کنٹرول میٹل کے سامنے اپنی کرسی پر آ بیٹھا اور عمران نے اس کے پیچھے کھڑے ہو کر

مشین گن کی تال اس کی گردن سے لگا دی۔ ایک سکرین پر انجن روم کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں چوہان اور صفدر نے دو افراد کو مشین گنوں سے کور کر رکھا تھا۔ کیپٹن بورس نے کنٹرول میٹل کا ایک بٹن پریس کیا تو آبدوز کی چھت والا راستہ بند ہو گیا۔ پھر اس نے ایک اور بٹن پریس کر کے انجن روم کے خاف کو ہدایت دیں تو وہ فوراً ہی کیپٹن بورس کی ہدایت پر عمل کرنے لگے۔ چوہان اور صفدر نے بھی مائیک پر کیپٹن بورس کی ہدایت سن کر ان کے کام میں مداخلت نہ کی۔ کیپٹن بورس نے اپنے ہاتھوں کو اس سمت چلنے کا حکم دیا تھا جس طرف بلی کا پٹر سمندر میں گرا تھا اور یہ بھی وارننگ دی تھی کہ اگر انہوں نے کوئی غلط حرکت کی تو مسلح افراد انہیں ہلاک کر ڈالیں گے۔ چنانچہ آبدوز حرکت میں آ کر زیر آب وہاں سے جزیرے کی مخالف سمت روانہ ہو گئی۔

سکرین پر ایئر فورس کے طیارے سمندر پر باہر چکر لگا رہے تھے مگر چند منٹ بعد وہ بندرگاہ کی طرف جانے کے بعد دوبارہ واپس نہ آئے۔ عمران نے پانچ منٹ انتظار کیا اور اسے یقین ہو گیا کہ طیارے واپس نہیں آئیں گے۔

”کیپٹن۔ اب تم آبدوز کا رخ تبدیل کرو۔ ہمیں ہائی مور کے کسی ساحل پر پہنچنا ہے۔ اگر کرل فالکن کی کال آئے تو اسے تسلی دینا کہ تم بلی کا پٹر کے پاس پہنچ چکے ہو اور اب بلی کا پٹر سے لاشیں نکال رہے ہو۔ اس کے علاوہ تم نے کوئی بات کرنے یا سننے

ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ وہ واپس کنٹرول روم میں آیا تو اسی لمحے وائرلیس پر کال آ گئی۔ کیپٹن بورس نے عمران کی اجازت سے وائرلیس آن کیا تو دوسری جانب سے کرنل فالکن کال کر رہا تھا۔
 ”کیپٹن۔ کیا تم نے ہیلی کاپٹر تلاش کر لیا ہے؟“ کرنل فالکن نے پوچھا۔

”ہیئیں سر۔ اب ہیلی کاپٹر سے لاشیں نکالی جا رہی ہیں۔“ کیپٹن بورس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ لاشیں لے کر جلدی واپس آؤ۔“ کرنل فالکن نے کہا اور رابطہ منقطع ہو گیا۔ دو گھنٹے بعد آبدوز ہالٹی مور کی بندرگاہ سے پانچ کلومیٹر دور ایک دیران ساحل پر پہنچ کر سطح آب پر ابھری تو سکرین پر ساحل کا منظر دیکھ کر عمران نے اطمینان کا سانس لیا۔ وہاں لودھی موجود تھا۔ عمران کے حکم پر کیپٹن بورس نے آبدوز کی چھت کا راستہ اوپن کیا۔

”تم لوگ جاؤ۔“ عمران نے صفدر کو مخصوص اشارہ کرتے ہوئے کہا تو اس کے تینوں ساتھی انجن روم سے نکل گئے۔ تب عمران نے اطمینان سے کیپٹن بورس کے سر پر ریوالور کا دست مار کر اسے بے ہوش کر دیا اور دو ٹائم بم جب سے نکال کر ان پر وقت سیٹ کرنے کے بعد ایک ٹائم بم کنٹرول پینل کے نیچے چپکا دیا اور باہر نکل کر انجن روم کی طرف چل دیا۔ اس نے دوسرا ٹائم بم انجن روم کے قریب ایک آہنی پائپ کے ساتھ چپکایا اور انجن روم میں

دینے کی کوشش کی تو مارے جاؤ گے۔“ عمران نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

”بب۔ بہتر۔ کیا ہالٹی مور پہنچ کر تم مجھے چھوڑ دو گے؟“ کیپٹن بورس نے خوف سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”یقیناً۔ بشرطیکہ ہم بحفاظت ساحل پر پہنچ جائیں۔“ عمران نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”تم ان دونوں کو ہدایت کرو کہ انجن روم اور دوسری جگہوں پر بم نصب کر دیئے جائیں۔ خطرے کی صورت میں ہم آبدوز سے نکل جائیں گے اور ریموٹ سے بم بلاسٹ کر دیں گے۔“ عمران نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا تو عمران کی بات سن کر کیپٹن بورس کے چہرے پر ایک بار پھر موت کی دہشت پھیل گئی اور جولیا کیبن سے باہر نکل گئی۔ دو منٹ بعد وہ چوہان اور صفدر کے ساتھ واپس آ گئی۔

”بم چھپا دیئے گئے ہیں اور انجن روم والوں کو بھی وارننگ دے دی ہے۔“ جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا تو عمران نے سر ہلا دیا۔ یہ ڈرامہ عمران نے اس لئے کیا تھا کہ کیپٹن بورس اور اس کے دونوں ماتحت اپنی جانیں بچانے کے لئے انہیں محفوظ طریقے سے ہالٹی مور پہنچا دیں۔ پھر عمران نے کنٹرول روم سے باہر آ کر لاگ ریج ٹرانسمیٹر پر لودھی سے رابطہ قائم کیا اور اسے اپنے پروگرام سے آگاہ کر کے ہدایت دیں۔ لودھی نے تنویر اور صدیقی کے بارے میں بتایا تو عمران نے اطمینان کا گہرا سانس لیا اور

داخل ہو گیا۔

”سنو۔ ہم لوگ جا رہے ہیں۔ ٹھیک دو منٹ بعد تم واپس چل دینا“..... عمران نے اندر موجود دونوں افراد سے حکمانہ لہجے میں کہا تو ان دونوں کے خوفزدہ چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔

”اگر تم دونوں نے اس سے زیادہ وقت لیا تو نقصان اٹھاؤ گے“۔ عمران نے ان دونوں کو وارننگ دیتے ہوئے کہا اور انجن روم سے نکل کر تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ وہ آبدوز سے نکلا تو اس کے ساتھی موٹر بوٹ میں اتر چکے تھے جس میں لودھی اکیلا تھا۔ عمران کی ہدایت کے مطابق آبدوز کے سطح پر نمودار ہوتے ہی وہ موٹر بوٹ آبدوز کے قریب لے آیا تھا۔ عمران کے موٹر بوٹ میں سوار ہوتے ہی اس نے بوٹ کا رخ ساحل کی طرف کر دیا۔ ساحل کی دوسری جانب چٹانیں تھیں۔ وہ ساحل پر اتر کر لودھی کی رہنمائی میں چلتے ہوئے چٹانوں کی دوسری جانب پہنچے جہاں سڑک پر لودھی کی اسٹیشن ویگن موجود تھی اور ڈرائیونگ سیٹ پر ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔

”تم جاؤ اور بوٹ کو سنہال کر واپس بندرگاہ چلے جاؤ“۔ لودھی نے اس آدمی سے کہا جو اس کا ماتحت تھا۔ وہ آدمی ساحل کی طرف بڑھ گیا۔ عمران اور اس کے ساتھی اسٹیشن ویگن میں بیٹھ گئے اور لودھی ڈرائیونگ سیٹ سنہال کر اسٹیشن ویگن کو شہر کی طرف دوڑانے لگا۔ تقریباً ایک گھنٹہ بعد عمران اور اس کے ساتھی لودھی کے فلیٹ پر

پہنچے تو وہاں تنویر اور صدیقی بے تابی سے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ عمران کے ساتھیوں نے ان کی خیریت دریافت کی۔

”مشن کا کیا ہوا“..... صدیقی نے بے تابی سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”کامیابی۔ اب تک سلاٹ پراجیکٹ کے پرچے اڑ چکے ہوں گے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ مگر وہ کرل کڑکارڈ۔ اس سے ملاقات ہوئی“..... تنویر نے چونکتے ہوئے کہا۔

”بس یہی کام نہیں ہو سکا۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ اس کے کان کھینچا اور اسے بتا تا کہ اس کے پیارے بیٹے کو تم نے قتل کیا ہے“۔ عمران نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔

”اس نے تو زیرو ایجنسی کے ہیڈ کوارٹر میں بھی قتل عام کیا ہے“۔ صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اپنی گرفتاری کے بعد کی روداد بیان کی تو عمران نے تعریفی نگاہوں سے تنویر کی طرف دیکھتے ہوئے اطمینان کا گہرا سانس لیا کہ میجر ولسن اور اس کے کئی ساتھیوں کے مارے جانے کے بعد زیرو ایجنسی فوری طور پر بے کار ہو کر رہ گئی تھی۔

دوسرے روز ٹی وی کے نیوز چینل میں پراجیکٹ اور جزیرے پر ہونے والی تاحی کے ساتھ آبدوز کی خبر بھی شامل تھی جو ساحل سے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر سمندر کی تہ میں تباہ ہو گئی تھی۔ البتہ

سٹلائٹ کے بارے میں غلط بیانی کرتے ہوئے بتایا گیا کہ تباہ ہونے والا سیارہ مواصلاتی تھا۔ خبر میں جزیرہ تباہ کرنے والوں کو بھی پاکیشیائی ایجنٹ کی بجائے نامعلوم دہشت گرد بتایا گیا تھا۔

ختم شد

عمران سیریز میں ایک یادگار اور دلچسپ ایڈوچر

مکمل ناول

بلیک اسپاٹ

مصنف
صفدر شاہین

☆ - اسلامی ملک شمن کے ایک بحری جہاز کا شاخسانہ جو سفر کے دوران لاپتہ ہو

گیا۔ کیوں؟

☆ - عربی کججوروں کی کھینچتے ہوئے جہاز کے منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی

غائب ہونے پر پاکیشیائی سیکرٹ سروسز حرکت میں آ گئی۔ کیوں؟

☆ - ریڈ فوش۔ دنیا کی سب سے خفیہ مجرم تنظیم جس کے وجود سے پوری دنیا لاعلم

تھی لیکن عمران اس تنظیم کی گردن تک جا پہنچا۔ کیسے؟

☆ - عمران اور پاکیشیائی سیکرٹ سروس کے ممبرز شمنی جہاز کی تلاش میں شمن کی

ایک خطرناک تنظیم بلیو ہاک سے ٹکرائے۔ کیوں؟

☆ - ریڈ فوش نے شمنی جہاز کو کھلے سمندر سے اغوا کر لیا۔ کیا کججوروں حاصل کرنے

کے لئے؟

☆ - بلیک اسپاٹ۔ مجرموں کا انتہائی خفیہ ڈاؤ جس سے اومانی حکومت بے خبر

تھی۔ کیوں؟

☆ - سیکشن تھری کا انچارج کرنل ہارڈ۔ جس کا دعویٰ تھا کہ پاکیشیائی ایجنٹوں

کو پہلے قدم پر ہی فٹا کر دیا جائے گا لیکن وہ عمران سے شکست کھا کر بھاگ نکلا۔

☆ - شمنی جہاز کو کیوں اغوا کیا گیا۔ جہاز میں ایسی اہم بات کیا تھی کہ پاکیشیائی